فیض العلوم

لحل اسئلۃ

سلم العلوم

مرتب
محمد راشد

باہتمام
قاری فیض الحسن اعظمی

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب.................: فیض العلوم لحل أسئلة سلّم العلوم

مرتّب.....................: محمد راشد

سن طباعت...............: 2019

صفحات...................: 152

ناشر........................: مکتبہ صوت القرآن دیوبند: 01336-223460

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN

Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Mob: 9358911053 Ph: 01336-223460

website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

فہرست سوالات

سوالات	صفحہ نمبر
انتساب	۸
مقدمہ	۹
المصطلحات المفیدہ	۱۰
سوال نمبر (۱)، سلم العلوم: ص (۲) (امتحان ششماہی ۱۴۲۱ھ)	۲۲
سوال نمبر (۲)، سلم العلوم: ص (۳) (امتحان سالانہ ۱۴۳۷ھ)	۲۶
سوال نمبر (۳)، سلم العلوم: ص (۴) (امتحان ششماہی ۱۴۲۲ھ)	۲۸
سوال نمبر (۴)، سلم العلوم: ص (۴-۵) (امتحان سالانہ ۱۴۳۰ھ)	۳۰
سوال نمبر (۵)، سلم العلوم: ص (۷) (امتحان سالانہ ۱۴۳۲ھ)	۳۲
سوال نمبر (۶)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)	۳۳
سوال نمبر (۷)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)	۳۴
سوال نمبر (۸)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ)	۳۶
سوال نمبر (۹)، سلم العلوم: ص (۹) (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)	۳۷
سوال نمبر (۱۰)، سلم العلوم: ص (۹) (خودساختہ)	۳۸
سوال نمبر (۱۱)، سلم العلوم: ص (۹) (امتحان ششماہی ۱۴۲۵ھ)	۳۹
سوال نمبر (۱۲)، سلم العلوم: ص (۱۰) (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)	۴۰
سوال نمبر (۱۳)، سلم العلوم: ص (۱۰) (امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ)	۴۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر(۱۴)،سلم العلوم:ص(۱۱)(امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ) ۴۳

سوال نمبر(۱۵)،سلم العلوم:ص(۱۱)(امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ) ۴۴

سوال نمبر(۱۶)،سلم العلوم:ص(۱۱)(امتحان سالانہ ۱۴۳۲ھ) ۴۶

سوال نمبر(۱۷)،سلم العلوم:ص(۱۲)(امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ) ۴۷

سوال نمبر(۱۸)،سلم العلوم:ص(۱۲)(امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ) ۴۸

سوال نمبر(۱۹)،سلم العلوم:ص(۱۲)(امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ) ۴۸

سوال نمبر(۲۰)،سلم العلوم:ص(۱۳)(امتحان ششماہی ۱۴۲۷ھ) ۵۱

سوال نمبر(۲۱)،سلم العلوم:ص(۱۳)(امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ) ۵۲

سوال نمبر(۲۲)،سلم العلوم:ص(۱۳)(امتحان سالانہ ۱۴۲۷ھ) ۵۳

سوال نمبر(۲۳)،سلم العلوم:ص(۱۳)(امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ) ۵۴

سوال نمبر(۲۴)،سلم العلوم:ص(۱۳)(خودساختہ) ۵۴

سوال نمبر(۲۵)،سلم العلوم:ص(۱۴)(امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ) ۵۵

سوال نمبر(۲۶)،سلم العلوم:ص(۱۴)(امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ) ۵۶

سوال نمبر(۲۷)،سلم العلوم:ص(۱۴)(امتحان ششماہی ۱۴۲۹ھ) ۵۸

سوال نمبر(۲۸)،سلم العلوم:ص(۱۵)(خودساختہ) ۵۹

سوال نمبر(۲۹)،سلم العلوم:ص(۱۵)(امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ) ۶۰

سوال نمبر(۳۰)،سلم العلوم:ص(۱۶)(امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ) ۶۲

سوال نمبر(۳۱)،سلم العلوم:ص(۱۶)(امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ) ۶۳

سوال نمبر(۳۲)،سلم العلوم:ص(۱۶)(امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ) ۶۴

سوال نمبر(۳۳)،سلم العلوم:ص(۱۷)(خودساختہ) ۶۴

سوال نمبر(۳۴)،سلم العلوم:ص(۱۷)(امتحان سالانہ ۱۴۳۷ھ) ۶۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر(۳۵)،سلم العلوم:ص(۱۷)(امتحان ششماہی ۱۴۲۰ھ) ۶۶
سوال نمبر(۳۶)،سلم العلوم:ص(۱۸)(خودساختہ) ۶۷
سوال نمبر(۳۷)،سلم العلوم:ص(۱۸)(امتحان سالانہ ۱۴۳۱ھ) ۶۸
سوال نمبر(۳۸)،سلم العلوم:ص(۱۹)(امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ) ۷۰
سوال نمبر(۳۹)،سلم العلوم:ص(۱۹)(امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ) ۷۱
سوال نمبر(۴۰)،سلم العلوم:ص(۲۰)(امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ) ۷۲
سوال نمبر(۴۱)،سلم العلوم:ص(۲۱)(امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ) ۷۳
سوال نمبر(۴۲)،سلم العلوم:ص(۲۲)(امتحان ششماہی ۱۴۲۱ھ) ۷۴
سوال نمبر(۴۳)،سلم العلوم:ص(۲۳)(امتحان سالانہ ۱۴۲۶ھ) ۷۶
سوال نمبر(۴۴)،سلم العلوم:ص(۲۳-۲۴) ۷۷
سوال نمبر(۴۵)،سلم العلوم:ص(۲۵)(امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ) ۸۰
سوال نمبر(۴۶)،سلم العلوم:ص(۲۶)(امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ) ۸۲
سوال نمبر(۴۷)،سلم العلوم:ص(۲۷)(امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ) ۸۳
سوال نمبر(۴۸)،سلم العلوم:ص(۲۷-۲۸)(خودساختہ) ۸۴
سوال نمبر(۴۹)،سلم العلوم:ص(۲۹)(امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ) ۸۶
سوال نمبر(۵۰)،سلم العلوم:ص(۲۹)(خودساختہ) ۸۷
سوال نمبر(۵۱)،سلم العلوم:ص(۳۰)(امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ) ۸۸
سوال نمبر(۵۲)،سلم العلوم:ص(۳۰)(امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ) ۸۹
سوال نمبر(۵۳)،سلم العلوم:ص(۳۱)(خودساختہ) ۹۰
سوال نمبر(۵۴)،سلم العلوم:ص(۳۱)(خودساختہ) ۹۰
سوال نمبر(۵۵)،سلم العلوم:ص(۳۲)(امتحان سالانہ ۱۴۲۶ھ) ۹۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۵۶)، سلم العلوم: ص (۳۳) (امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ) ۹۳
سوال نمبر (۵۷)، سلم العلوم: ص (۳۴) (خودساختہ) ۹۵
سوال نمبر (۵۸)، سلم العلوم: ص (۳۴) (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۹۵
سوال نمبر (۵۹)، سلم العلوم: ص (۳۵) (خودساختہ) ۹۷
سوال نمبر (۶۰)، سلم العلوم: ص (۳۶) (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۹۹
سوال نمبر (۶۱)، سلم العلوم: ص (۳۶) (امتحان سالانہ ۱۴۳۸ھ) ۱۰۰
سوال نمبر (۶۲)، سلم العلوم: ص (۳۶) (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ) ۱۰۱
سوال نمبر (۶۳)، سلم العلوم: ص (۳۷) (خودساختہ) ۱۰۲
سوال نمبر (۶۴)، سلم العلوم: ص (۳۷) (امتحان سالانہ ۱۴۳۷ھ) ۱۰۴
سوال نمبر (۶۵)، سلم العلوم: ص (۳۸) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ) ۱۰۶
سوال نمبر (۶۶)، سلم العلوم: ص (۳۹) (خودساختہ) ۱۰۷
سوال نمبر (۶۷)، سلم العلوم: ص (۴۰) (امتحان داخلہ ۱۴۱۶ھ) ۱۰۹
سوال نمبر (۶۸)، سلم العلوم: ص (۴۱) (امتحان ششماہی ۱۴۱۶ھ) ۱۱۰
سوال نمبر (۶۹)، سلم العلوم: ص (۴۲) (امتحان داخلہ ۱۴۱۷ھ) ۱۱۲
سوال نمبر (۷۰)، سلم العلوم: ص (۴۲) (امتحان سالانہ ۱۴۱۶ھ) ۱۱۳
سوال نمبر (۷۱)، سلم العلوم: ص (۴۲-۴۳-۴۳) (خودساختہ) ۱۱۴
سوال نمبر (۷۲)، سلم العلوم: ص (۴۳) (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ) ۱۱۵
سوال نمبر (۷۳)، سلم العلوم: ص (۴۴) (امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ) ۱۱۷
سوال نمبر (۷۴)، سلم العلوم: ص (۴۵) (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ) ۱۱۸
سوال نمبر (۷۵)، سلم العلوم: ص (۴۶) (امتحان ششماہی ۱۴۱۸ھ) ۱۲۰
سوال نمبر (۷۶)، سلم العلوم: ص (۴۶) (امتحان سالانہ ۱۴۳۲ھ) ۱۲۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۷۷)، سلم العلوم: ص (۴۹) (خودساختہ) ۱۲۳
سوال نمبر (۷۸)، سلم العلوم: ص (۴۹-۵۰) (امتحان سالانہ ۱۴۳۰ھ) ۱۲۴
سوال نمبر (۷۹)، سلم العلوم: ص (۵۲) (خودساختہ) ۱۲۶
سوال نمبر (۸۰)، سلم العلوم: ص (۵۵) (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ) ۱۲۸
سوال نمبر (۸۱)، سلم العلوم: ص (۵۶) (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ) ۱۲۹
سوال نمبر (۸۲)، سلم العلوم: ص (۵۹) (خودساختہ) ۱۳۱

التصدیقات ۱۳۳

سوال نمبر (۸۳)، سلم العلوم: ص (۶۱) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ) ۱۳۳
سوال نمبر (۸۴)، سلم العلوم: ص (۶۳) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ) ۱۳۴
سوال نمبر (۸۵)، سلم العلوم: ص (۶۸) (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ۔ امتحان
سالانہ ۱۴۳۱ھ و ۱۴۳۵ھ) ۱۳۶
سوال نمبر (۸۶)، سلم العلوم: ص (۷۳) (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ) ۱۳۸
سوال نمبر (۸۷)، سلم العلوم: ص (۷۴) (امتحان ششماہی ۱۴۲۵ھ) ۱۳۹
سوال نمبر (۸۸)، سلم العلوم: ص (۷۹) (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ) ۱۴۱
سوال نمبر (۸۹)، سلم العلوم: ص (۸۱) (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ) ۱۴۳
سوال نمبر (۹۰)، سلم العلوم (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ) ۱۴۴
سوال نمبر (۹۱)، سلم العلوم: ص (۸۶) (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ) ۱۴۵
سوال نمبر (۹۲)، سلم العلوم: ص (۹۰) (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ) ۱۴۷
سوال نمبر (۹۳)، سلم العلوم: ص (۹۶-۹۷) (امتحان سالانہ ۱۴۲۷ھ) ۱۴۸
حل امتحان (۹۴)، سلم العلوم: ص (۹۷) (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ) ۱۵۰
حل امتحان (۹۵)، سلم العلوم: ص (۹۹) (امتحان داخلہ ۱۴۳۱ھ) ۱۵۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

انتساب

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کے آغوش میں رہ کر کچھ پڑھنے اور لکھنے کا سلیقہ آیا۔

مشفق و مکرم والدین کے نام، جن کی شفقت و محبت اور دعائے سحر گاہی سے بندہ کے اندر یہ استعداد و صلاحیت پیدا ہوئی کہ وہ کسی کتاب پر قلم اُٹھائے اور سپرد قرطاس کرے۔

ان محترم و معزز اساتذۂ کرام کے نام کہ جن کے سایۂ عاطفت میں رہ کر بندہ اس لائق ہوا کہ وہ رسالہ لکھ سکے۔

ان مخلص اور پیارے ساتھیوں کے نام کہ جنھوں نے اس رسالے کو لکھنے کے دوران بھرپور مدد فرمائی۔

محمد راشد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مُقدّمہ

تمام حمد وستائش اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہے جس نے اس کائنات کو وجود بخشا اور پوری کائنات کے تصرف کا مالک ہے ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

سلم العلوم علم عقلی کی ایک ایسی ممتاز اور منفرد کتاب ہے جو کئی سالوں سے درسِ نظامی میں داخل ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختصر انداز میں مختصر لفظوں میں بہت ساری چیزوں کو بیان کردیا گیا، مصنف نے اس میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسری کتابیں عاری اور خالی ہیں، اختصار کی وجہ اور عقلیات کے فن میں ہونے کی وجہ سے بہت سارے طلبہ اس کتاب کو مشکل سمجھتے ہیں اور اس کو پڑھنے سے بھاگتے ہیں؛ حالانکہ اگر اس کتاب کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کرلی جائے تو یہ نہایت آسان اور سہل ہوجاتی ہے؛ لیکن چونکہ یہ بہت موجز اور مختصر ہے؛ اس لیے بہت سارے مقامات طلبہ کے لیے مشکل ہوجاتے ہیں، اس رسالے میں ایسے مقامات کو نہایت ہی آسان اور مختصر انداز میں ایسے مقامات کو حل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ کے لیے امتحان میں پریشانی نہ ہو اور کماحقہٗ اس کتاب کو سمجھ سکیں۔

اس رسالے کو تیار کرنے میں میرے چند ساتھیوں نے مدد کی اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اگر اس موقع پر اس ذاتِ گرامی کا تذکرہ نہ کیا جائے تو شاید یہ بہت بڑی خودغرضی اور احسان فراموشی ہوگی۔

جو قدم بہ قدم اس رسالے کے تیار کرنے میں میرے ساتھ رہے وہ ہیں مولانا محمد ارشاد متعلم دارالعلو دیوبند اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی مقامات کے حل کرنے میں کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں اور اگر کوئی غلطی ہو تو ضرور متنبہ فرمائیں اللہ احقر کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں، دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور علم وعمل دونوں میں ثریا کی بلندی پر پہونچائے اور احقر کی اس کاوش کو قبولِ عام وتام فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

محمد راشد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

المصطلحات المفیدہ

علم: کسی شئے کی صورت کا تمہارے ذہن میں آنا جیسے: زید۔ کسی نے بولا اور تمہارے ذہن میں اس کی صورت آئی۔ یہ زید کا علم ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) تصور (۲) تصدیق

تصور: وہ علم ہے جس میں اس قسم کا علم نہ ہو جیسے: صرف زید کا علم یا مثلاً زید کا غلام۔

تصدیق: علم اس بات کا ہے کہ فلاں شئے ہے جیسے کہ تم کو اس بات کا علم ہو کہ زید عمر کا باپ ہے۔

تصور کی دو قسمیں ہیں: (۱) تصور بدیہی (۲) تصور نظری

تصور بدیھی: ایسی شئے کا علم ہے کہ اس کی تعریف بتانے کی ضرورت نہ ہو بغیر تعریف کے سمجھ میں آجائے۔ جیسے: پانی، آگ، گرمی، سردی کہ سنتے ہی یہ چیزیں تمہاری سمجھ میں آجاتی ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔

تصور نظری: اس شئے کا علم ہے کہ بغیر تعریف کیے وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے جیسے: اسم، فعل، حرف، معرب، مبنی، جن، فرشتہ، بھوت، دیو۔

تصدیق کی بھی اسی طرح دو قسمیں ہیں: (۱) تصدیق بدیہی (۲) تصدیق نظری

تصدیق بدیھی: وہ تصدیق ہے، جس کے لیے دلیل بنانے کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے: دو چار کا آدھا ہے اور ایک چار کا چوتھائی ہے۔

تصدیق نظری: وہ تصدیق ہے جس کے لیے دلیل بتانے کی ضرورت ہو۔ جیسے: پریاں موجود ہیں۔ عالم بنانے والا اور تصرف کرنے والا ایک ذات پاک ہے۔

دو یا زیادہ تصور کو آپس میں ملا کر کسی نامعلوم تصور کو حاصل کرتے ہیں۔ جیسے: مثلاً تم کو حیوان کا علم ہے اور ناطق کا دونوں کو ملایا تو حیوانِ ناطق ہوا۔ ان دو تصوروں سے تم کو انسان نامعلوم کا علم ہو گیا اور ان دو معلوم تصوروں کو جن سے نامعلوم تصور کا علم ہوا ہے تعریف اور معرف کہتے ہیں۔ اسی طرح دو تصدیق یا زیادہ کو ملا کر کسی نامعلوم تصدیق کو معلوم کرتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہیں۔ جیسے: تم کو یہ بات معلوم ہے کہ انسان جاندار ہے اور یہ بھی علم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے ان دونوں باتوں کو تم نے ملایا تو تم کو اس بات کا علم ہوا کہ انسان جسم والا ہے۔ اور ان دونوں تصدیق معلوم کو جن سے نامعلوم تصدیق حاصل کرتے ہیں دلیل اور حجۃ کہتے ہیں۔
اس طرح دو علموں یا زیادہ کو ملا کر کسی شئی نامعلوم کے معلوم کرنے کو فکر اور نظر کہتے ہیں کبھی اس ملانے اور ترتیب میں غلطی بھی ہو جاتی ہے، ایسی غلطی کی اصلاح جس علم سے ہو وہ منطق ہے پس منطق وہ علم ہے جس سے کسی شئے کی تعریف اور دلیل بنانے میں خطا ہونے سے حفاظت ہو۔ اور غرض اس علم کی فکر اور غور کا صحیح ہونا اس کے بعد سمجھو کہ جس شئے کے حالات سے کسی علم میں بحث ہو وہ شئے اس علم کا موضوع ہے۔ منطق کا موضوع تعریفات اور دلیلیں ہیں، جن سے نہ جانے ہوئے تصور اور نہ جانی ہوئی تصدیق کا علم حاصل ہو۔

دلالت: کسی شئی کا خود بخود قدرتی طور پر یا کسی کے مقرر کرنے سے ایسا ہونا کہ اس کے جاننے سے دوسری نامعلوم چیز کا علم ہو جائے۔ پہلی شئے کو جس سے علم ہوا ہے دال اور دوسری چیز کو جس کا علم کہتے ہیں جیسے دھوئیں کو جب تم دیکھو تو اس سے آگ کا علم تم کو ضرور ہوگا پس دھواں دال اور آگ مدلول اور دھویں کا اس طور پر ہونا کہ اس کے علم سے آگ کا علم ہوتا ہے دلالت ہے۔

دلالت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لفظیہ　(۲) غیر لفظیہ

دلالت لفظیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو جیسے زید کی دلالت اس کی ذات پر۔

دلالتِ غیر لفظیہ: وہ دلالت ہے کہ جس میں دال لفظ ہو جیسے: دھوئیں کی دلالت آگ پر۔

دلالتِ لفظیہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) وضعیہ　(۲) طبعیہ　(۳) عقلیہ

دلالتِ لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو۔ جیسے: لفظ زید کی دلالت زید پر اگر لفظ زید ذاتِ زید کے لیے موضوع نہ ہوتا تو دلالت نہ ہوتی۔

دلالتِ لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت بوجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طبیعت کے اقتضاء کے ہو جیسے: آہ آہ کی دلالت کسی رنج وصدمہ پر، کہ تمہاری طبیعت رنج و صدمہ کے وقت اس لفظ کے بولنے پر مقتضی ہے۔

دلالت لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ ہو اور دلالت بوجہ عقل کے اقتضاء کے ہو جیسے: لفظ دیز کی دلالت جو دیوار کے پیچھے سے سنا جائے بولنے والے کے وجود پر۔

اسی طرح دلالتِ غیر لفظیہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) وضعیہ (۲) طبعیہ (۳) عقلیہ

دلالت غیرلفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال اس میں لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ وضع کے ہو۔ جیسے: لکھے ہوئے حروف کی دلالت حروف پر جیسے مثلاً زید یہ نقوش لفظ زید پر دلالت کرتے ہیں۔

دلالتِ غیرلفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے کہ دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ طبیعت کے اقتضاء کے ہو جیسے گھوڑے کا ہنہنانا دلالت کرتا ہے گھاس دانے کی طلب پر۔

دلالتِ غیرلفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے کہ دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ عقل کے ہو جیسے: دھویں کی دلالت آگ پر۔

دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) مطابقہ (۲) تضمن (۳) التزام

دلالت مطابقہ: وہ دلالت لفظیہ ہے کہ لفظ اپنے پورے موضوع لۂ پر دلالت کرتے۔ جیسے: انسان کی دلالت مجموعۂ حیوان ناطق پر۔

دلالتِ تضمن: یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لۂ کے جز پر دلالت کرے۔ جیسے: انسان کی دلالت حیوان پر یا ناطق پر۔

دلالتِ التزام: یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لۂ کے لازم پر دلالت کرے۔ جیسے: انسان کی دلالت قابلیت علم پر۔

مفرد: وہ لف ہے کہ اس کے جزو سے اس کے معنیٰ کے جزو پر دلالت کا قصد نہ ہو جیسے: لفظ زید کہ اس کے جزو سے مثلاً سے اس کے معنیٰ کے جزو پر دلالت کا ارادہ نہیں؛ بلکہ دلالت ہی نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مرکب: وہ لفظ ہے کہ اس کے جزو سے معنیٰ کے جزو پر دلالت کا ارادہ کیا جائے۔ جیسے: زید کھڑا ہے کہ یہ ایسا لفظ ہے اس کے جزو سے معنیٰ کے جزو پر دلالت کا ارادہ کیا گیا۔

مفہوم: (یعنی جو شی ذہن میں آتی ہے) کی دو قسمیں ہیں: (۱) کلی (۲) جزئی

کلی: وہ مفہوم ہے کہ اس میں شرکت ہو سکے یعنی کئی چیزوں پر صادق آئے جیسے آدمی کہ زید، عمرو، بکر ان سب کو آدمی کہنا صحیح ہے۔ کلی جن چیزوں پر بولی جاتی ہے وہ اس کے جزئیات وافراد کہلاتے ہیں جیسے آدمی کے افراد و جزئیات زید وعمرو وبکر وغیرہ ہیں اور حیوان کے جزئیات انسان، بکری، بیل وغیرہ ہیں۔

جزئی: وہ مفہوم ہے کہ اس میں شرکت نہ ہو سے یعنی ایک شی معین پر صادق آئے۔ جیسے: زید کہ ایک خاص شخص کا نام ہے۔

کلی کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتی (۲) عرضی

کلی ذاتی: وہ کلی ہے کہ جو اپنی جزئیات کی پوری حقیقت ہو یا پوری حقیقت نہ ہو؛ لیکن اس کا ایک جزو ہو۔ اوّل کی مثال: جیسے انسان کہ اپنی جزئیات یعنی زید عمرو وبکر کی عین حقیقت ہے اور دوسرے کی مثال حیوان ہے کہ اپنی جزئیات یعنی انسان بکری بیل کی حقیقت کا جزو ہے۔

کلی عرضی: وہ کلی ہے کہ جو اپنی جزئیات کی نہ پوری حقیقت ہو اور نہ حقیقت کا جزو ہو؛ بلکہ حقیقت سے خارج ہو جیسے: ضاحک انسان کے لیے نہ حقیقت ہے اور نہ حقیقت کا جزو ہے۔

ذاتی کی تین قسمیں ہیں: (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل

جنس: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسے جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقتیں الگ الگ ہوں جیسے حیوان کہ اس کی جزئیات انسان، بقر اور غنم کی حقیقت جدا جدا ہے۔

نوع: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسے جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقت ایک ہو۔ جیسے: انسان کہ زید، عمر، بکر وغیرہ کی نوع ہے اور ان کی حقیقت ایک ہے۔

فصل: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان کی حقیقت ایک ہو اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دوسری حقیقتوں سے اس حقیقت کو جدا کرے۔ جیسے: ناطق انسان کا فصل ہے کہ زید، عمر، بکر پر بولا جاتا ہے۔

کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاصہ (۲) عرضِ عام

خاصہ: وہ کلی عرضی ہے جو ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔ جیسے: ضاحک انسان کا خاصہ ہے اور زید، عمر اور بکر (کہ جن کی حقیقت ایک ہے) کے ساتھ خاص ہے۔

عرضِ عام: وہ کلی عرضی ہے جو چند مختلف افراد کی حقیقتوں پر صادق آئے۔ جیسے: ماشی (پاؤں سے چلنے والا) انسان، بقر وغیرہ کا عرضِ عام ہے اور انسان کی حقیقت اور ہے اور بقر کی دوسری ہے، پس کلی کی خواہ وہ ذاتی ہو یا عرضی پانچ قسمیں ہیں: (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرضِ عام

جنس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنسِ قریب (۲) جنسِ بعید

جنسِ قریب: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اس کی جزئیات میں جن دو جزئی یا زیادہ سے سوال کیا جائے تو جواب میں وہی جنس واقع ہو جیسے: حیوان انسان کی جنسِ قریب ہے کہ، حیوان کے اراد میں سے جن دو یا زیادہ سے سوال کریں جواب میں حیوان ہی ہوگا۔

جنسِ بعید: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اس کے افراد میں سے جن دو یا زیادہ سے سوال کیا جائے تو جواب میں اسی جنس کا آنا ضروری نہیں کبھی وہ جواب میں آئے کبھی دوسری جیسے: جسم نامی انسان کی جنس بعید ہے کہ اگر انسان اور فرس اور درخت سے سوال کریں تو جواب میں جسم نامی اور آئے گا اور اگر صرف انسان اور فرس سے سوال کریں تو جواب میں حیوان آئے گا جسم نامی نہ ہوگا۔

فصل کی دو قسمیں ہیں: (۱) فصل قریب (۲) فصل بعید

فصل قریب: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے کہ جنسِ قریب میں جو جزئیات اس ماہیت کے شریک ہیں وہ فصل ان جزئیات سے اس ماہیت کو جدا کردے۔ جیسے: انسان، بقر، غنم، حمار اور فرس۔ دیکھو حیوان ہونے میں سب شریک ہیں اور حیوان انسان کی جنس قریب ہے اور ناطق انسان کو بقر، غنم وغیرہ سے جدا کرتا ہے تو ناطق انسان کے لیے فصل قریب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فصل بعید: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے کہ جنس بعید میں جو جزئیات اس ماہیت کے شریک ہیں وہ فصل ان جزئیات سے اس ماہیت کو علیحدہ کر دے اور جنس قریب میں جو شریک ہیں ان سے جدا نہ کرے جیسے: حساس انسان کا فصل بعید ہے کہ جسم نامی میں جو انسان کے شریک ہیں ان سے حساس تمیز دیتا ہے اور حیوان میں جو شریک ہیں ان سے جدا نہیں کرتا۔

جاننا چاہیے کہ جس قدر کلیات ہیں ہر کلی کو دوسری کلی کے ساتھ چار نسبتوں میں سے ایک نسبت ضروری ہوگی وہ چار نسبتیں یہ ہیں:

(۱) تساوی، (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من وجہٍ

تساوی: یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ہر کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق ہو۔ جیسے: انسان اور ناطق کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ہر ہر فرد پر صادق ہے ایسی دو کلیوں کو متساوین کہتے ہیں۔

تباین: یہ ہے کہ ہر ایک کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ ہو، جیسے: انسان اور فرس کہ انسان فرس کے کسی فرد پر صادق نہیں اور نہ فرس انسان کے کسی فرد پر صادق ہے ایسی دو کلیوں کو متبائنین کہتے ہیں۔

عموم و خصوص مطلق: وہ نسبت ہے کہ ایک کلی تو دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق ہو اور دوسری پہلی کے ہر ہر فرد پر صادق نہ ہو پہلی جو کہ دوسری کے ہر ہر فرد پر صادق ہے اس کو عام مطلق اور دوسری کو خاص مطلق کہتے ہیں جیسے: حیوان اور انسان کہ حیوان تو انسان کے ہر ہر فرد پر صادق ہے اور انسان حیوان کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں ہے حیوان عام مطلق اور انسان خاص مطلق ہے۔

عموم و خصوص من وجہٍ: وہ نسبت ہے کہ ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق ہو اور بعض پر نہ ہو جیسے: حیوان اور ابیض کہ حیوان ابیض کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر نہیں اسی طرح ابیض حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر نہیں ہے ان میں سے ہر ایک کو عام من وجہٍ اور خاص من وجہٍ کہتے ہیں۔

دو یا زیادہ جانے ہوئے تصوروں کو ترکیب دے کر کسی نہ جانے ہوئے تصور کو جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

معلوم کریں تو ان تصور یا زیادہ کو معرف اور قولِ شارح کہتے ہیں جیسے تم کو حیوان اور ناطق کا علم ہے ان دونوں کو ملایا تو حیوانِ ناطق ہوا۔ اس سے تم کو انسان نامعلوم کی حقیقت کا علم ہو گیا۔ پس حیوانِ ناطق کو انسان کا معرف کہیں گے۔

معرف یا قولِ شارح کی چار قسمیں ہیں:

(۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص

حد تام: کسی شی کی وہ معرف ہے کہ اس شئے کی جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو جیسے: حیوانِ ناطق انسان کی حد تام ہے۔

حد ناقص: کسی شی کی وہ معرف ہے کہ اس شئے کی جنس بعید اور فصل قریب سے یا صرف فصل قریب سے مرکب ہو جیسے جسم ناطق یا صرف ناطق انسان کی حد ناقص ہے۔

رسم تام: کسی شی کی وہ معرف ہے کہ اس شی کی جنسِ قریب اور خاصہ سے مل کر بنے۔ جیسے: حیوانِ ضاحک انسان کی رسم تام ہے۔

رسم ناقص: کسی شی کی وہ معرف ہے جو اس کی جنسِ بعید اور خاصہ سے یا صرف خاصہ سے مل کر بنے۔ جیسے: جسم ضاحک انسان کی رسم ناقص ہے۔

قضیہ: وہ مرکب لفظ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں۔ جیسے: زید کھڑا ہے۔

قضیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) حملیہ (۲) شرطیہ

حملیہ: وہ قضیہ ہے جو دو مفرد سے مل کر بنے اور اس میں ایک شئ کا دوسری شی کے لیے ثبوت ہو۔ جیسے: زید کھڑا ہے کہ اس میں زید کے لیے کھڑا ہونا ثابت کیا گیا ہے یا ایک شئ سے دوسری شی کی نفی ہو جیسے زید عالم نہیں کہ اس میں زید سے عالم ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اوّل کو موجبہ اور دوسرے کو سالبہ کہتے ہیں۔ قضیہ حملیہ کے جزو اوّل کو موضوع اور دوسرے جزو کو محمول کہتے ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان نسبت ہے اس پر جو لفظ دلالت کرے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔ جیسے: زید کھڑا ہے اس قضیہ میں زید موضوع ہے اور کھڑا محمول ہے اور لفظ ہے رابطہ ہے۔

قضیہ حملیہ کی چار قسمیں ہیں: (۱) مخصوصہ (۲) طبعیہ (۳) محصورہ (۴) مہملہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قضیہ مخصوصہ یا شخصیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع شخص معین ہو۔ جیسے: زید کھڑا ہے کہ اس کا موضوع زید ہے اور وہ شخص معین ہے۔

قضیہ طبعیہ: وہ قضیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم اس کا کلی کے مفہوم پر ہو افراد پر نہ ہو۔ جیسے: انسان نوع ہے اور اس میں نوع ہونے کا حکم انسان کے مفہوم کے لیے ہے انسان کے افراد کے لیے نہیں۔

قضیہ محصورہ: وہ قضیہ ہے کہ موضوع اس کا کلی ہو اور حکم اس کا کلی کے افراد پر ہو اور یہ بھی اس میں بیان کیا جائے کہ حکم اس کلی کے ہر ہر فرد پر ہے یا بعض افراد پر جیسے: ہر انسان جاندار ہے دیکھو اس میں موضوع کلی یعنی انسان ہے اور حکم جاندار ہونے کا اس کے ہر ہر فرد پر ہے۔

قضیہ محصورہ کی چار قسمیں ہیں اور ان کو محصوراتِ اربعہ کہتے ہیں۔

(۱) موجبہ کلیہ (۲) موجبہ جزئیہ (۳) سالبہ کلیہ (۴) سالبہ جزئیہ

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان کیا جائے کہ موضوع کے ہر ہر فرد کے لیے محمول ثابت ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان ہو کہ موضوع کے بعض افراد کے لیے محمول ثابت ہے۔ جیسے: بعض جاندار انسان ہیں۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ ظاہر کیا جائے کہ محمول موضوع کے ہر ہر فرد سے نفی کیا گیا ہے۔ جیسے: کوئی انسان پتھر نہیں۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ ہے جس میں یہ بیان ہو کہ محمول موضوع کے بعض افراد سے سلب کیا گیا ہے۔ جیسے: بعض جاندار انسان نہیں۔

قضیہ مہملہ: وہ قضیہ ہے کہ محمول موضوع کے افراد کے لیے ثابت ہے اور یہ نہ بیان کیا جائے کہ ہر ہر فرد کے لیے ثابت ہے یا بعض کے لیے جیسے: انسان جاندار ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جو دو قضیوں سے مل کر بنے۔ جیسے: اگر سورج نکلے گا تو دن ہوگا۔ سورج نکلے گا ایک قضیہ ہے اور دن ہوگا دوسرا قضیہ ہے یا جیسے: زید یا تو پڑھا ہوا ہو یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ان پڑھ ہے زید پڑھا ہوا ہے ایک قضیہ ہوا اور زید ان پڑھ ہے یہ دوسرا قضیہ ہے اور ان میں سے پہلے قضیہ کو مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصلہ (۲) منفصلہ

شرطیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ اس میں یہ بات ہو کہ ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کے ثبوت یا نفی کا حکم ہو۔ اگر ثبوت کا حکم ہوگا تو متصلہ موجبہ کہلائے گا۔ جیسے: اگر زید انسان ہے تو جاندار بھی ہوگا، دیکھو اس قضیہ میں زید کے انسان ہونے پر اس کے جاندار ہونے کا حکم کیا گیا ہے اور اگر نفی کا حکم ہوگا تو متصلہ سالبہ ہوگا۔ جیسے: نہیں ہے یہ بات کہ اگر زید انسان ہو تو گھوڑا ہو۔ دیکھو اس قضیہ میں زید کے انسان ہونے کی صورت پر اس کے گھوڑا ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

شرطیہ منفصلہ: وہ قضیہ ہے کہ اس میں دو چیزوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کے ثبوت یا نفی کا حکم کیا جائے اگر جدائی کا ثبوت ہو تو اس کو منفصلہ موجبہ کہتے ہیں۔ جیسے: یہ شی یا تو درخت ہے یا پتھر ہے۔ دیکھو! اس قضیہ میں درخت اور پتھر کے درمیان جدائی ثابت کی گئی ہے کہ ایک ہی شی درخت اور پتھر دونوں نہیں ہوسکتی اور اگر جدائی کی نفی کی گئی ہو تو اس قضیہ کو منفصلہ سالبہ کہتے ہیں جیسے یوں کہیں یہ بات نہیں ہے کہ یا تو سورج نکلا ہو یا دن موجود ہو یعنی ان دونوں باتوں میں جدائی نہیں؛ بلکہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔

شرطیہ متصلہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) لزومیہ (۲) اتفاقیہ

متصلہ لزومیہ: وہ قضیہ ہے جس کے مقدم یعنی پہلے قضیہ اور تالی یعنی دوسرے قضیہ میں کسی ایسی قسم کا تعلق ہو کہ جب اوّل پایا جائے تو دوسرا بھی ضرور ہو۔ جیسے: اگر سورج نکلے گا تو دن ہوگا۔

متصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ شرطیہ متصلہ ہے کہ جس کے مقدم و تالی میں اس قسم کا تعلق نہ ہو؛ بلکہ دونوں قضیے اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں جیسے: یوں کہیں کہ اگر انسان جاندار ہے تو پتھر بے جان ہے۔

شرطیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) عنادیہ (۲) اتفاقیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عنادیہ: وہ منفصل ہے کہ جس کے مقدم اور تالی کی ذات ہی ان کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو۔ جیسے: یہ عدد یا تو طاق ہے یا جفت دیکھو طاق اور جفت ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ ان کی ذات جدائی کو چاہتی ہے کبھی ایک شی میں جمع نہ ہوں گے۔

منفصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس کے مقدم اور تالی میں جدائی ذاتی نہ ہو؛ بلکہ اتفاقاً ہوگئی ہو۔ جیسے: زید مثلاً لکھنا جانتا ہو اور شعر کہنا نہ جانتا ہو تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ زید لکھنے والا ہے یا شاعر ہے یعنی ان دونوں میں سے ایک بات ہے؛ لیکن لکھنے اور شعر کہنے کے فن میں جدائی ضروری نہیں؛ اس لیے کہ بعضے لکھنا بھی جانتے ہیں اور شعر کہنا بھی۔

شرطیہ منفصلہ کی پھر تین قسمیں ہیں: (۱) حقیقیہ (۲) مانعۃ الجمع (۳) مانعۃ الخلو

حقیقیہ: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی میں ایسی جدائی اور انفصال ہو کہ دونوں ایک شی میں ایک دم سے نہ جمع ہوں اور نہ دونوں ایک شی سے ایک دم سے علیحدہ ہوں ایک ہو تو دوسرا ہرگز نہ ہو اور ایک نہ ہو تو دوسرا ضرور موجود ہو نہ تو یہ ہوگا کہ دونوں ہوں اور نہ یہ ہوگا کہ دونوں نہ ہوں۔ جیسے: یہ عدد یا تو طاق ہے یا جفت۔ دیکھو! ایک عدد یا تو طاق ہوگا یا جفت ہوگا دونوں نہ ہوں گے اور نہ یہ ہوگا کہ کوئی عدد ایسا ہو کہ نہ طاق ہو اور نہ جفت۔

مانعۃ الجمع: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شئے کے اندر موجود تو نہ ہو سکیں ہاں یہ ہو سکتا ہو کہ کوئی شی ایسی ہو کہ اس میں مقدم اور تالی دونوں نہ ہوں۔ جیسے: یہ شی یا درخت ہے یا پتھر۔ دیکھو! ایک شی درخت اور پتھر نہیں ہو سکتی۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ کوئی شئے نہ درخت ہو نہ پتھر ہو۔ جیسے: انسان وفرس۔

مانعۃ الخلو: وہ قضیہ منفصلہ ہے جس کے مقدم اور تالی ایک دم سے ایک شی سے علیحدہ تو نہ ہو سکیں ہاں یہ ہو سکتا ہو کہ وہ مقدم اور تالی ایک شی کے اندر جمع ہو جائیں۔ جیسے: زید پانی میں ہے یا ڈوبنے والا نہیں ہے۔ دیکھو! یہ دونوں باتیں ایک دم سے علیحدہ نہیں ہو سکتیں کہ زید پانی میں نہ ہو اور ڈوب جائے ہاں! دونوں جمع ہو سکتی ہیں کہ پانی میں ہو اور ڈوبے نہیں؛ بلکہ تیرتا رہے۔

عکس مستوی: کسی قضیے کا یہ ہے کہ اس قضیے کے اوّل جز کو دوسرا جز کر دیا جائے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور دوسرے جز کو پہلا جز بنا دیا جائے یعنی بالکل اُلٹ دیا جائے اور یہ اُلٹ پھیرا ایسے طور سے کریں کہ اگر پہلا قضیہ سچا ہے تو دوسرا جو اس کا اُلٹا ہے وہ بھی سچا ہی رہے اور پہلا اگر سالبہ ہو تو دوسرا بھی سالبہ ہی ہو اور اس دوسرے اُلٹے ہوئے قضیہ کو پہلے کا عکس مستوی کہتے ہیں۔ جیسے ہر انسان جاندار ہے اس کا عکس یہ نکلے گا کہ بعض جاندار انسان ہیں یہ نہ نکلے گا کہ ہر جاندار انسان ہے؛ کیونکہ یہ غلط ہو جائے گا اسی واسطے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے اور سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئے گا۔ جیسے: کوئی انسان پتھر نہیں، اس کا عکس کوئی پتھر انسان نہیں آئے گا اور سالبہ جزئیہ کا عکس ہر جگہ لازمی طور سے نہیں آتا۔ دیکھو! بعض جاندار انسان نہیں۔ سالبہ جزئیہ ہے اس کا عکس بعض انسان جاندار نہیں اگر نکالیں تو صادق نہ ہوگا۔

حجۃ: (جس کی تعریف تم پڑھ چکے ہو) کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قیاس (۲) استقرا (۳) تمثیل

قیاس: وہ قول مرکب ہے جو ایسے دو یا زیادہ قضیوں سے مل کر بنے کہ اگر ان قضیوں کو مان لیں تو ایک اور قضیہ بھی ماننا پڑا اور یہ قضیہ جس کو ماننا ضروری ہے نتیجہ قیاس، کہلاتا ہے۔ جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے یہ دو قضیے ہیں ان کو اگر تم مان لو تو ان کے ماننے سے تم کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر انسان جسم ہے اس میں یہ دو قضیے تو قیاس کہلائیں گے اور تیسرا قضیہ جس کا ماننا لازم ہے نتیجہ کہلاتا ہے۔ خوب سمجھ لو اور نتیجہ کے اندر جو موضوع ہے۔ جیسے انسان کا اصغر نام رکھا جاتا ہے اور محمول جیسے جسم ہے اکبر کہتے ہیں اور جو قضیہ قیاس کا جزو بنے اس کو مقدمہ کہتے ہیں۔ جیسے: مثال مذکور میں ہر انسان جاندار ہے یہ ایک مقدمہ ہے اور ہر جاندار جسم ہے یہ دوسرا مقدمہ ہے جس مقدمہ میں اصغر (نتیجہ کے موضوع) کا ذکر ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں اور جس میں اکبر (نتیجہ کے محمول) کا ذکر ہو اس کو کبریٰ کہتے ہیں۔ جیسے: مثالِ مذکور ہے ہر انسان جاندار ہے صغریٰ ہے؛ اس لیے کہ اصغر یعنی ہر انسان مذکور ہے اور ہر جاندار جسم ہے کبریٰ ہے؛ اس لیے کہ اس میں اکبر یعنی جسم کا ذکر ہے اور اصغر و اکبر کے سوا جو شئی قیاس میں مکرر مذکور ہو وہ حد اوسط کہلاتی ہے؛ اس لیے کہ یہ اصغر اور اکبر کے سوا ہے اور دو دفعہ اس کا ذکر آتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قیاس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قیاسِ استثنائی (۲) قیاسِ اقترانی

قیاس استثنائی: وہ قیاس ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور پہلا قضیہ شرطیہ ہو اور دونوں کے درمیان لفظ لیکن آئے اور خود نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض اس قیاس میں مذکور ہو۔ جیسے: جب سورج نکلے گا دن موجود ہوگا؛ لیکن سورج موجود ہے، پس دن موجود ہے۔ دیکھو! اس قیاس میں نتیجہ بعینہٖ مذکور ہے جیسے جب سورج نکلے گا تو دن موجود ہوگا؛ لیکن دن موجود نہیں ہے، پس سورج نہیں ہے۔ دیکھو! اس قیاس میں نتیجہ کی نقیض یعنی سورج نکلے گا مذکور ہے۔

قیاس اقترانی: وہ ہے جس میں حرفِ لیکن مذکور نہ ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہٖ مذکور نہ ہو جیسے: ہر انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم ہے پس ہر انسان جسم ہے۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر (۱)، سلم العلوم: ص (۲) (امتحان ششماہی ۱۴۲۱ھ)

لَایُحَدُّ وَلَایُتَصَوَّرُ وَلَایُنْتِج وَلَایَتَغَیَّرُ تَعَالٰی عَنِ الْجِنْسِ وَالْجِهَاتِ جَعَلَ الْكُلِّيَاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کرتے ہوئے حد اصطلاحی ولغوی اور تصور کے اقسام پر بھی روشنی ڈالیں۔ (ج): یہاں کون سے تصور کی نفی ہے؟ (د): یہ تینوں جملے ترکیب میں کیا واقع ہیں؟ (ہ): تعالی عن الجنس والجهات الخ سے مصنفؒ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ (و): جعل الكليات الخ سے مصنفؒ کا کیا ارادہ ہے؟

الجواب (الف): ترجمۃ العبارۃ: اللہ تعالیٰ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی، اور اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جنتے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ بدلتے نہیں ہیں، وہ پاک ہے ہم جنس سے اور جہتوں سے، اسی نے پیدا فرمایا اُمورِ کلیہ اور اُمورِ جزئیہ کو۔

(ب): عبارت کی تشریح: حد اصطلاحی ولغوی اور تصور کے اقسام: لَایُحَدُّ میں ترکیبی اعتبار سے عقلی احتمالات آٹھ ہیں:

دلیلِ حصر: کیونکہ "لایحد" دو حال سے خالی نہیں، یا تو ماقبل سے مربوط ہوگا یا نہیں اگر ماقبل سے مربوط نہیں ہے تو جملہ متانفہ ہوگا اور جملہ متانفہ سوال مقدر کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ سوال مقدر یہ ہے کہ خدا کی ذات پاک اور بزرگ برتر کیوں ہے؟ جواب: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حد وانتہاء بیان نہیں کی جاسکتی ہے۔ اور اگر ماقبل سے مربوط ہے تو حال واقع ہوگا اور حال کے لئے ذوالحال ضروری ہے اور اس کے ذوالحال میں دو احتمالات ہیں "لفظ شان، ضمیر شان" پھر معنی میں دو احتمالات ہیں کہ لغوی معنی مراد ہو یا اصطلاحی، لہٰذا دو کو دو میں ضرب دینے سے چار احتمالات ہوئے پھر اس کی قراءت میں دو احتمالات ہیں "معروف، مجہول" پھر ان دو کو چار میں ضرب دینے سے کل آٹھ احتمالات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نکل آئے جن میں سے چھ درست اور دو غلط ہیں۔

ہر ایک کی تفصیل: (۱) لَایَحد: معروف شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو یہ صورت غلط ہے۔

(۲) لَایُحد: معروف شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاح مراد ہو، یہ صورت غلط ہے۔

(۳) لَایُحد: مجہول شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ کے کارنامے کسی حد پر رو کے نہیں جاتے، یہ صورت صحیح ہے۔

(۴) لَایُحد: مجہول شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کی شان کو جنس وفصل سے معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ صورت صحیح ہے۔

(۵) لَایَحد: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کسی کو روکتا نہیں ہے یعنی مجبور محض نہیں بناتا ہے، یہ صورت صحیح ہے۔

(۶) لَایَحد: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ جنس وفصل سے کسی چیز کو معلوم نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ حصولی ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم حصولی نہیں بلکہ حضوری ہے، یہ صورت درست ہے۔

(۷) لَایُحد: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کو روکا نہیں جاسکتا ہے، یہ صورت درست ہے۔

(۸) لَایُحد: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو، ترجمہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کو جنس وفصل سے معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ صورت صحیح ہے۔

قولہٗ: لایتصور: اس میں ترکیبی اعتبار سے وہی آٹھ عقلی احتمالات ہیں، جو "لایحد" میں مذکور ہیں، لیکن اس میں صرف دو صحیح ہیں۔

(۱) لَایُتَصَوَّرُ: مجہول ضمیر شان س حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جس چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے اس کا علم بھی نہیں ہوگا اور جس چیز کا علم نہیں ہوگا اس پر ایمان لانا واجب نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا نہیں ہوگا، حالانکہ ایمان لانا واجب ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا تصور کیا جاسکتا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جواب: یہ ہے کہ تصور کی چار قسمیں ہیں: دلیل حصر یہ ہے، کسی چیز کا علم دو حال سے خالی نہیں ذاتیات کے ذریعہ ہوگا یا عرضیات کے ذریعہ، اگر ذاتیات کے ذریعے ہو تو دو حال سے خالی نہیں، ذاتیات کو آلہ بنایا گیا ہے یا نہیں اگر آلہ بنایا گیا ہے تو اسے تصور بالکنہ کہتے ہیں اور اگر ذاتیات کو آلہ نہیں بنایا گیا ہے تو اسے تصور بکنہہ کہتے ہیں۔ اور اگر شئی کا علم عرضیات کے ذریعے ہے تو دو حال سے خالی نہیں، عرضیات کو آلہ بنایا گیا ہے یا نہیں اگر آلہ بنایا گیا ہے تو اسے تصور بالوجہ کہتے ہیں اور اگر آلہ نہیں بنایا گیا ہے تو اسے تصور بوجہہ کہتے ہیں... اب سنیے لایتصور میں جس تصور کی نفی کی گئی ہے وہ پہلے دو ہیں نہ کہ اخیرین اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ذاتیات سے جاننا ممکن نہیں۔

(۲) لایُتَصَوَّر: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ تصور نہیں کرتے ہیں، اس لئے کہ تصور سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ حصولی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم حضوری ہے۔

قولہ: لاینتج: یہ صرف ضمیر شان سے حال واقع ہوگا اور اس کی صورتیں چار بنتی ہیں۔

(۱) لایَنتِج: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ جنتے نہیں ہیں۔

(۲) لایَنتِج: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ صغریٰ و کبریٰ کے ذریعے نتیجے کے طور پر کوئی چیز حاصل نہیں کرتے ہیں۔

(۳) لایُنتَج: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ جنے نہیں جاتے ہیں۔

(۴) لاینتج: مجہول ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ اصطلاحی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو صغریٰ و کبریٰ کے ذریعے جانا نہیں جا سکتا۔

قولہ: لایتغیر: اس میں آٹھ احتمالات نکلتے ہیں، لیکن صرف ایک صحیح ہے۔

(۱) لایَتَغَیَّر: معروف ضمیر شان سے حال واقع ہو، معنیٰ لغوی مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ بدلتے نہیں ہیں، نہ ذات کے اعتبار سے اور نہ صفات کے اعتبار سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تصور کے اقسام: تصور کی چار قسمیں ہیں:

(۱) تصور بالکنہ (۲) تصور بکنہہ (۳) تصور بالوجہ (۴) تصور بوجہہ

(۱) تصور بالکنہ: کسی چیز کو اس کی ذاتیات کے ذریعے جاننا جیسے انسان کو حیوانِ ناطق کے ذریعے جاننا۔

(۲) تصور بکنہہ: کسی چیز کو اس کی ذاتیات کے ساتھ جاننا یعنی حیوان ناطق کو ذریعہ بنائے بغیر انسان کو جاننا ار ساتھ ساتھ انسان کی ذاتیات (حیوانِ ناطق) کا ذہن میں آجانا۔

(۳) تصور بالوجہ: کسی چیز کو عرضیات کے ذریعہ جاننا جیسے ماشی، ضاحک، متعجب کو آئینہ معرفت بنا کر انسان کو جاننا۔

(۴) تصور بوجہہ: کسی چیز کو اس کی عرضیات کے ساتھ جاننا، یعنی عرضیات کو آئینہ معرفت بنائے بغیر جاننا۔ ''وجہ'' کے معنیٰ ہیں عوارض وصفات۔

(ج): یہاں کون سے تصور کی نفی ہے؟ مسئلہ: اللہ تعالیٰ کا تصور بالکنہ وبکنہہ جائز نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بسیط ہیں، ان کی ذاتیات نہیں اور ان دونوں قسموں کا تعلق ذاتیات سے ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کا تصور بالوجہ وبوجہہ ممکن ہے؛ کیونکہ وہ وجوہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو جانا جاتا ہے وہ اللہ رب العزت کی صفات ہیں اور صفات کے ذریعے تو اللہ رب العزت کا قرآن وحدیث میں بھی تعارف موجود ہے، معلوم ہوا کہ یہاں تصور بالکنہ وبکنہہ کی نفی ہے۔ (ملا مبین: ۷)

(د): یہ تینوں جملے ترکیب میں کیا واقع ہیں؟ مذکورہ تینوں جملے ترکیب میں فعل معروف ہوکر ضمیر شان سے حال واقع ہوئے ہیں۔

(ہ): تعالٰی عن الجنس والجہات الخ سے مصنفؒ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

قولہٗ تعالٰی: عن الجنس والجہات: یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے؛ کیونکہ جب ماقبل میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی اور اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں کیا جاسکتا تو اس پر سوال پیدا ہوا کہ، کیوں اللہ کی حد بیان نہیں کی جاسکتی اور اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مصنف نے جواب دیا کہ کسی چیز کی حد بیان کرنے کے لئے اور اس کا تصور کرنے کے لئے جسم ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔

(و): **جعل الکلیات الخ** سے مصنفؒ کا کیا ارادہ ہے؟ **قولہٗ: جعل الکلیات والجزئیات: جعل** کبھی خلق اور کبھی تصییر کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر خلق کے معنیٰ میں ہو تو اسے جعل بسیط کہتے ہیں، اس لئے کہ اس صورت میں متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور اگر تصییر کے معنیٰ میں ہو تو اسے جعل مرکب کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، یہاں جعل بسیط مراد ہے اس لئے کہ الکلیات والجزئیات ایک مفعول ہیں، اس عبارت سے چند مسائل مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) جعل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۲) کلیات کو جزئیات پر مقدم کیا ہے معلوم ہوا کہ کلیات کی تخلیق جزئیات سے پہلے ہے۔

(۳) جعل بسیط راجح ہے اس لئے کہ اگر جعل مرکب راجح ہوتا تو مصنف دو مفعول ذکر کرتے۔

سوال نمبر (۲)، سلم العلوم: ص (۳) (امتحان سالانہ ۱۴۲۷ھ)

اَلْعِلْمُ التَّصَوُّرُ وَهُوَ الْحَاضِرُ عِنْدَ الْمُدْرِكِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اس طرح تشریح کریں کی پوری عبارت کا ہر ہر جز واضح ہو جائے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: علم تصور ہے اور تصور وہ ہے جو مدرک کے پاس موجود ہے

(ب): تشریح: اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ بحث ہیں: ایک لفظ التصور، دوسرے الحاضر عندالمدرک. حصولِ علم کی یہی تقسیم اوّل ہے اور علم ان ہی قسموں میں منحصر ہے۔

علمِ حضوری: معلوم کا بذاتہٖ مدرک کے پاس موجود ہونا ہے جس طرح خارجی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مشاہدات ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ یا جس طرح آئینہ دیکھنے والا اپنے خارجی وجد کے ساتھ آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے علمِ حضوری میں علم اور معلوم دونوں ذاتاً واعتباراً ایک ہوتے ہیں حق تعالیٰ کو تمام عالم کا جو علم ہے وہ علمِ حضوری ہے اور انسانوں کو جو اپنے نفوس کا علم ہے وہ بھی حضوری ہے مگر پہلا حضوری قدیم ہے اور دوسرا حضوری حادث ہے۔

علمِ حصولی: شیٔ کی صورت میں اور اس کی حقیقتِ کلیہ کا مدرک کے پاس حاصل ہونا ہے علمِ حصولی کی دو قسمیں ہیں: (۱) تصور فقط (۲) تصدیق

اس مختصر تمہید کے بعد پہلی بحث شروع کی جاتی ہے۔ ماتن نے العلم کے بعد التصور کا لفظ رکھا ہے اور التصور کا العلم پر حمل کیا ہے، اس حمل سے اس بات پر تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ علم اور تصور مرادف ہیں دونوں ہم معنیٰ ہیں اور یہ طے شدہ ہے کہ تصور کی تعریف وہی ہے جو علمِ حصولی کی تعریف ہے پس ثابت ہوا کہ ''العلم التصور'' میں العلم سے مراد علم حصولی ہے، اور تصور فقط، اور تصدیق کا مقسم بھی علم حصولی ہی ہے۔

دوسری چیز ''ہوالحاضر عندالمدرک'' ہے۔ اس میں ہو کی ضمیر مطلق علم کی طرف راجع ہے جو اپنے مقید یعنی علمِ حصولی کے ضمن میں موجود ہے۔ گویا یہ تعمیم بعد التخصیص ہے۔ مُقسَم علم خاص کو بنایا گیا ہے اور تعری علم عام کی کی گئی۔ اور ہم نے مطلق علم کو مرجع اس لیے قرار دیا ہے کہ ''الحاضر عندالمدرک'' کی تعریف مطلق علم ہی کی تعریف ہے علم کی کسی قسم خاص کی تعریف نہیں ہے، اس تعریف میں علم حضوری اور علم حصولی بجمیع اقسامہ آجاتے ہیں؛ کیونکہ الحاضر کے معنیٰ موجود ہونے والا، پاس آنے والا، حاضر ہونے والا کے ہیں اب یہ وجود وحضور خواہ بلا واسطہ ہو جیسا کہ علم حضوری میں ہے خواہ بواسطۂ صورت ہو جیسا کہ علمِ حصولی میں ہے نیز یہ حضور ذاتیات کے ذریعہ ہو جیسا کہ علم بالکنہ اور علم بکنہہ میں ہے یا عرضیات کے ذریعہ ہو جیساہ علم بالوجہ اور علم بوجہہ میں ہے۔ غرضیکہ الحاضر تمام قسموں کو شامل ہے علمِ حضوری کو علم حصولی کو علم بالکنہ اور علم بکنہہ کو اور علم بالوجہ اور علم بوجہہ کو۔ اسی طرح ماتن نے ''فی'' ظرفیہ کے ساتھ فی المدرک نہیں کہا ہے؛ بلکہ عندالمدرک کہا ہے؛ کیونکہ فی المدرک میں صرف کلیات کا علم آتا ہے اس لیے کہ کلیات ہی ہیں جن کا ظرف قوتِ مدرکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے جزئیات تو قوتِ مدرکہ کے نزدیک ایک آلۂ باطنی میں رہتی ہیں، اسی طرح ماتن نے المدرک فرمایا ہے العقل نہیں کہا ہے؛ کیونکہ عقل کا ثبوت صرف ممکن کے لیے ہے؛ اس لیے کہ عقل اس جوہر مجرد عن المادہ کا نام ہے جو جزو بدن تو نہیں؛ لیکن قرین بدن اور مجاور بدن ہے برخلاف مدرک کے، کہ اس کا ذاتِ واجب اور ممکن دونوں پر اطلاق ہوسکتا ہے، پس فی العقل میں صرف علم ممکن آتا تھا اور عند المدرک میں علم ممکن اور علم واجب دونوں شامل ہیں مذکورہ بالا بیان سے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ ماتن کے ان تین تصرفات الحاصل کی بجائے الحاضر اور فی کے بجائے عند اور العقل کی بجائے المدرک نے تعریف میں کتنا عموم پیدا کر دیا اگر یہ تصرفات نہ ہوتے اور یہ انوکھی تعریف نہ کی جاتی تو یہ عموم ہرگز پیدا نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ ماتن کی دُوررَس نگاہوں نے نئی تعریف گھڑ لی اور پُرانی دو مشہور تعریفیں یعنی "الصورة الحاصلة في العقل" اور "حصول صورة الشيء في العقل" چھوڑ دیں۔

سوال نمبر (۳)، سلم العلوم: ص (۴) (امتحان ششماہی ۱۴۲۲ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ مَشْهُوْرٌ وَهُوَ أَنَّ الْعِلْمَ وَالْمَعْلُوْمَ مُتَّحِدَانِ بِالذَّاتِ فَإِذَا تَصَوَّرْنَا التَّصْدِيْقَ فَهُمَا وَاحِدٌ وَقَدْ قُلْتُمْ إِنَّهُمَا مُتَخَالِفَانِ حَقِيْقَةً.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): ھٰھُنَا کا مشارٌ الیہ متعین کریں اور مطلب بھی تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور یہاں ایک مشہور اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ علم اور معلوم بالذات متحد ہیں پس جب ہم نے تصدیق کا تصور کیا تو وہ دونوں ایک ہو گئے حالانکہ تم نے یہ کہا کہ دونوں اپنی ذات کے اعتبار سے متبائن ہیں۔

(ب): ھٰھُنَا کا مشارٌ الیہ: ھٰھنا کا مشارٌ الیہ "نوعان متبائنان" ہے۔

مطلب: شک کرنے والے فاضل استرآبادی ہیں یا تحریر کندیا۔ کے مطابق متاخرین کی ایک جماعت ہے۔ اس شک کا سمجھنا چار مقدموں پر موقوف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مقدمہ اوّل: یہ ہے کہ اشیاء کا تصور بانفسہا ہوتا ہے بامثالہا نہیں ہوتا یعنی ذہن میں حصول شئے کے مثل کا نہیں ہوتا؛ بلکہ شئے کی ماہیتِ کلیہ کا حصول ہوتا ہے مثلاً جب ہم کسی انسان کا تصور کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اس انسان کی شبیہ نہیں آتی؛ بلکہ اس انسان کی ماہیتِ کلیہ یعنی حیوانِ ناطق ذہن میں آتی ہے، پھر اس ماہیتِ کلیہ کو ذہن ایسا تشخص دے دیتا ہے جو اس کے خارجی تشخص کے مماثل ہوتا ہے۔

مقدمہ دوم: یہ ہے کہ علم اور معلوم ذاتاً متحد ہیں صرف اعتباری فرق ہے یہ مقدمہ اہلِ منطق کے یہاں مسلَّم ہے اس لیے اس کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے، تاہم بغرضِ تسہیل وتوضیح ہم اس کی تشریح کیے دیتے ہیں علم اور معلوم متحد اس طرح ہیں کہ جس شئے کا آپ نے تصور کیا ہے اور جو شئے ذہن میں پہونچی ہے اس کے دو درجے ہیں: پہلا درجۂ حصول ہے، دوسرا درجۂ تشخص ہے۔ درجۂ حصول یہ ہے کہ ذہن اس پر اپنا کام نہ شروع کرے بس امانت کے طور پر محفوظ رکھے اس کے بعد درجۂ تشخص یہ ہے کہ ذہن اس پر اپنا کام شروع کردے یعنی اس کو تشخص دیدے اس کو اپنالے اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ شئ جب تک درجۂ حصول میں ہے معلوم ہے اور جب اس کو تشخص مل جاتا ہے تو وہی شئے علم بن جاتی ہے، معلوم ہوا کہ علم اور معلوم ذات کے اعتبار سے متحد ہیں، فرق ان میں صرف اس اعتبار سے ہے کہ معلوم درجۂ حصول میں ہے اور علم درجۂ تشخص میں ہے۔

مقدمۂ سوم: یہ ہے کہ تصور ہر شئے سے متعلق ہوتا ہے۔

مقدمۂ چہارم: یہ ہے کہ تصور اور تصدیق میں تباین ہے۔ ان مقدمات کو ذہن نشین کرنے کے بعد سمجھئے کہ معترض کہتا ہے کہ تصور اور تصدیق کے درمیان تباین کا دعویٰ باطل ہے؛ اس لیے کہ اس سے اجتماعِ متنافیین لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ بھی باطل ہے اور اجتماعِ متنافیین اس طرح لازم آتا ہے کہ ہم مقدمۂ سوم کی بناء پر زَیْدٌ قَائِمٌ کے درمیان جو نسبت ہے اس کا تصور کرتے ہیں؛ کیونکہ تصور ہر شئے سے متعلق ہوسکتا ہے اور نسبت بھی ایک شے ہے لہٰذا اس سے بھی متعلق ہوسکتا ہے پس تصور علم ہوا اور نسبت معلوم ہوئی اور مقدمہ اوّل کی بناء پر یہ دونوں متحد ہوئے اور جب اسی نسبت کا یقین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہو گیا تو یہ یقین تصدیق بن گیا پس گویا تصدیق بھی نسبت سے متعلق ہوئی اور چونکہ تصدیق بھی ادراک اور علم کی قسم ہے؛ اس لیے جب تصدیق نسبت سے متعلق ہوئی تو تصدیق علم ہوئی اور نسبت معلوم ہوئی اور علم اور معلوم متحد ہیں تو صدیق سے اور متحد کا متحد، متحد ہوتا ہے لہٰذا تصور اور تصدیق متحد ہو گئے حالانکہ چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان تباین ہے پس تصور اور تصدیق میں سے ہر ایک میں اتحاد و تباین دو متضاد وصف جمع ہو گئے، یہی اجتماعِ متنافیین ہے۔

سوال نمبر (۴)، سلم العلوم: ص (۴-۵) (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ)

وَحَلُّهُ عَلٰى مَاتَفَرَّدْتُ بِهِ أَنَّ الْعِلْمَ فِيْ مَسْئَلَةِ الْاِتِّحَادِ بِمَعْنَى الصُّوْرَةِ الْعِلْمِيَّةِ فَإِنَّهَا مِنْ حَيْثُ الْحُصُوْلِ فِي الذِّهْنِ مَعْلُوْمٌ وَمِنْ حَيْثُ الْقِيَامِ بِهِ عِلْمٌ ثُمَّ بَعْدَ التَّفْتِيْشِ يُعْلَمُ أَنَّ تِلْكَ الصُّوْرَةَ إِنَّمَا صَارَتْ عِلْمًا لِأَنَّ الْحَالَةَ الْإِدْرَاكِيَّةَ قَدْ خَالَطَتْ بِوُجُوْدِهَا الْإِنْطِبَاعِيِّ خَلْطًا رَابِطِيًّا اِتِّحَادِيًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): وضاحت کے ساتھ مطلب تحریر کریں۔ (ج): صورتِ علمیہ، حالتِ ادراکیہ، خلطا رابطیاً اتحادیاً کی تشریح کریں۔ (د): شک کی تقریر اور اس کا حل پیش کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور اس اشکال کا حل اس تشریح کے مطابق جس میں میں متفرد ہوں یہ ہے کہ علم اتحاد کے مسئلہ میں صورتِ علمیہ کے معنیٰ میں ہے؛ کیونکہ صورتِ علمیہ حصول فی الذہن کے اعتبار سے معلوم ہے اور قیام بالذہن کے اعتبار سے علم ہے۔ پھر تفتیش کے بعد معلوم ہوا یعنی مزید غور کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ صورتِ علمیہ صرف اس وجہ سے علم ہے کہ حالتِ ادراکیہ اس کے ساتھ مل گئی ہے اپنے چھپنے والے وجود کے ساتھ (یعنی ذہن میں قائم ہونے والے وجود کے ساتھ) ایسا ملنا جو باہم جوڑ پیدا کرنے والا ہے، جو دو چیزوں کو ایک بنانے والا ہے۔

(ب): وضاحت کے ساتھ مطلب: قولہٗ وحلہ: اعتراض ہوتا ہے کہ شک کا حل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جس طرح مصنفؒ نے کیا ہے اسی طرح سید زاہد اور علاّمہ قوشجی وغیرہ نے بھی کیا ہے تو پھر تفردت به کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرز میں مصنفؒ منفرد ہیں نہ کہ نفس حل میں، یعنی اس طریقے پر جواب مصنفؒ ہی نے دیا ہے کسی اور نے نہیں دیا، یا مصنفؒ کے زمانہ میں ان حضرات کے اقوال مشہور نہ ہوئے ہوں اور مصنفؒ کو اس کا علم نہ ہوا ہو یا یہ کہ حالتِ ادراکیہ اور اس کے اختلاط کے قائل صرف حضرت مصنفؒ ہیں۔ حل کی تقریر سے قبل ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ علم کا اطلاع دو چیزوں پر ہوتا ہے، اوّل حالتِ ادراکیہ پر اور یہ اطلاق حقیقی ہے، دوسرے صورتِ علمیہ پر اور یہ اطلاق مجازی ہے؛ ان میں سے ہر ایک کی تقسیم تصور اور تصدیق کی طرف ہوتی ہے اس اعتبار سے چار قسمیں ہوئیں، حالتِ ادراکیہ کا تصور اور تصدیق اور صورتِ علمیہ کا تصور اور تصدیق۔

اب حل کی تقریر سنیے! شک کا خلاصہ یہ تھا کہ تم نے تصور اور تصدیق کو متباین کہا ہے حالانکہ العلم والمعلوم متحدان بالذات کے قاعدہ سے ان دونوں کا متحد ہونا لازم آتا ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات غلط ہوگی، یا تو ان کا متباین ہونا غلط ہے یا متحد ہونا، متحد ہونا تو غلط نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مبنی ہے ایک قاعدہ مسلمہ یعنی العلم والمعلوم متحدان بالذات پر، پس ماننا پڑے گا کہ ان کا متباین ہونا غلط ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ العلم والمعلوم متحدان بالذات میں علم سے مراد صورتِ علمیہ ہے جس کو مجازاً علم کہا جاتا ہے، پس صورتِ علمیہ چونکہ اپنے معلوم کے ساتھ متحد ہوا کرتی ہے، اس لئے صورتِ علمیہ کے تصور اور تصدیق آپس میں متحد ہوں گے۔ اور حالتِ ادراکیہ اپنے معلوم کے ساتھ متحد نہیں ہوا کرتی، لہٰذا اس کے تصور اور تصدیق آپس میں متحد نہ ہوں گے، پس تباین اور اتحاد دو مختلف اعتبار سے ہوئے، ان دونوں کا متباین ہونا حالتِ ادراکیہ کی قسم ہونے کے اعتبار سے ہے اور ان کا متحد ہونا صورتِ علمیہ کی قسم ہونے کے اعتبار سے۔

(ج): صورتِ علمیہ، حالتِ ادراکیہ، خلطاً رابطیاً اتحادیاً کی تشریح: **فتلک الحالة**: یعنی حالتِ ادراکیہ جو درحقیقت علم ہے: اس کی دو قسمیں ہیں: تصور و تصدیق۔ صورتِ علمیہ: یعنی گھوڑے کی جو صورت ذہن میں آئی ہے، جو بالعرض (مجازاً) علم ہے:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تصور وتصدیق اس کی قسمیں نہیں ہیں۔ اور علم ومعلوم جو متحد ہوتے ہیں: وہ اس صورت علمیہ میں ہوتے ہیں، حالتِ ادراکیہ میں اتحاد نہیں ہوتا۔ اس میں علم تو حالتِ ادراکیہ ہے، اور معلوم صورتِ حاصلہ (صورتِ علمیہ) ہے۔

قولہٗ: خلطًا رابطیاً: خلط رابطی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا خلط ہو جس سے حالتِ ادراکیہ اور صورت میں تعلق پیدا ہو جائے اور اتحادی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کا محل متحد ہو؛ چنانچہ ان دونوں کا محل ایک ہے۔

(د): شک کی تقریر اور اس کا حل پیش: اس شک کی تقریر کا حل سوال نمبر ۴ میں گزر چکا ہے۔

سوال نمبر (۵)، سلم العلوم: ص (۷) (امتحان سالانہ ۱۴۳۲ھ)

لِاَنَّ عَدَدَ التَّضْعِيفِ اَزْيَدُ مِنْ عَدَدِ الْاَصْلِ وَكُلُّ عَدَدَيْنِ اَحَدُهُمَا اَزْيَدُ مِنَ الْآخَرِ فَزِيَادَةُ الزَّائِدِ بَعْدَ إِنْصِرَامِ جَمِيْعِ آحَادِ الْمَزِيْدِ عَلَيْهِ فَإِنَّ الْمَبْدَأَ لَايُتَصَوَّرُ عَلَيْهِ الزِّيَادَةُ وَالْاَوْسَاطُ مُنْتَظِمَةٌ مُتَوَالِيَةٌ فَحِيْنَئِذٍ لَوْ كَانَ الْمَزِيْدُ عَلَيْهِ غَيْرَ مُتَنَاهٍ لَزِمَ الزِّيَادَةُ فِيْ جَانِبِ عَدَمِ التَّنَاهِيْ وَهُوَ بَاطِلٌ وَتَنَاهِي الْعَدَدِ يَسْتَلْزِمُ تَنَاهِيَ الْمَعْدُوْمِ فَتَدَبَّرْ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اس لیے کہ تضعیف سے حاصل ہونے والا عدد زائد ہے اصل عدد کے مقابلہ میں، اور وہ دو عدد جن میں سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہو تو زائد کی زیادتی مزید علیہ کے تمام افراد کے ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے؛ کیونکہ شروع عدد پر زیادتی متصور نہیں ہے اور درمیان کے عدد پیوستہ اور پے در پے ہیں پس اس صورت میں مزید علیہ اگر غیر متناہی ہے تو زیادتی عدمِ تناہی کی جانب میں لازم آئے گی اور یہ باطل ہے اور عدد کا متناہی ہونا معدوم کے متناہی ہونے کو مستلزم ہے لہٰذا غور کرلو۔

(ب): مطلب ملاحظہ ہو: یہ بطلانِ تسلسل کی دلیل ہے۔ اس دلیل کو برہانِ تضعیف کہتے ہیں برہان کا حاصل یہ ہے کہ اُمورِ غیر متنایہ کا جمع ہونا محال ہے؛ اس لیے کہ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اُمورِ غیر متناہیہ کا وجود مان لیا جائے تو اجتماعِ متنافیین لازم آئیگا یعنی ایک ہی شئے کا متناہی اور غیر متناہی ہونا لازم آئے گا اور وہ اس طرح کہ ہم اُن غیر متناہی چیزوں کو معروضِ عدد فرض کریں گے اور ہر عدد تضعیف کی صلاحیت رکھتا ہے اور تضعیف شدہ عدد اصل عدد سے زائد ہوتا ہے، مثلاً جب دو کے عدد پر دو کی تضعیف ہوئی تو عددِ تضعیف چار ہوا اور عدد اصل دو ہوا اور چار دو سے زیادہ ہے اور زائد کی زیادتی مزید علیہ کے شروع میں نہیں ہوسکتی ورنہ اس کا مبدأ ہونا باطل ہو جائے گا اور زیادتی درمیان میں بھی نہیں ہوسکتی ورنہ اعداد کی تنظیم و ترتیب ختم ہو جائے گی لہٰذا زیادتی مزید علیہ کے آخر میں مزید علیہ کے افراد ختم ہونے کے بعد ہوگی، اب اگر مزید علیہ غیر متناہی ہے اور اس پر زیادتی ہوئی تو گویا اس کے افراد کے ختم ہونے کے بعد زیادتی ہوئی اور افراد کا ختم ہو جانا ہی متناہی ہونا ہے پس ایک ہی چیز کا متناہی اور غیر متناہی ہونا لازم آیا اور یہ اجتماعِ متنافیان ہے اور ظاہر ہے کہ اجتماعِ متنافیین محال ہے؛ اس لیے تمام اعداد کا غیر متناہی ہونا بھی محال ہے اور جب ان کا غیر متناہی ہونا محال ہے تو یقیناً اعداد متناہی ہیں اور جب اعداد متناہی ہیں تو جن چیزوں کو یہ اعداد عارض ہوتے ہیں یعنی معدودات و معروضات وہ بھی متناہی ہیں؛ کیونکہ عدد کی تناہی معدود کی تناہی کو مستلزم ہے پس اُمورِ غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہے۔

سوال نمبر (۶)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

وَلَايُعْلَمُ التَّصَوُّرُ مِنَ التَّصْدِيقِ وَلَا بِالْعَكْسِ، لِأَنَّ الْمُعَرِّفَ مَقُوْلٌ وَالتَّصَوُّرُ مُتَسَاوِي النِّسْبَةِ فَبَعْضُ كُلٍّ مِنْهُمَا بَدِيْهِيٌّ وَبَعْضُهُ نَظَرِيٌّ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں اور بتائیں یہ کس سوال کا جواب ہے؟

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور تصور کو تصدیق سے نہیں جانا جاتا، اور نہ اس کے برعکس، اس لئے کہ معرِّف (بالکسر) محمول ہوتا ہے، اور تصور یکساں تعلق رکھنے والی چیز ہے پس تصور و تصدیق مین سے کچھ بدیہی ہوں گے اور کچھ نظری۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مطلب مع سوال و جواب ملاحظہ ہو: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ تسلسل اس وقت لازم آتا ہے جب دونوں قسموں کو نظری مانا جائے؛ لیکن ہم ایک قسم کو بدیہی اور دوسری قسم کو نظری مانتے ہیں مثلاً ہم تمام تصورات کو بدیہی اور تمام تصدیقات کو نظری مانتے ہیں اور نظری کو بدیہی سے حاصل کرتے ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک قسم کو بدیہی اور دوسری قسم کو نظری ماننا بھی غلط ہے؛ اس لیے کہ اگر تمام تصورات کو نظری مانتے ہیں اور تمام تصدیقات کو بدیہی مانتے ہیں تو تصور مُعرَّف ہوگا اور تصدیق معرِّف ہوگی اور تصدیق کا تصور کے لیے معرِّف ہونا باطل ہے؛ کیونکہ معرِّف معرَّف پر محمول ہوتا ہے اور تصدیق مبائن ہونے کی بناء پر تصور پر محمول نہیں ہوسکتی لہٰذا یہ صورت تو باطل ہے۔

رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ تمام تصورات بدیہی ہوں اور تمام تصدیقات نظری ہوں تو یہ بھی باطل ہے؛ اس لیے کہ اس صورت میں تصدیق معرَّف ہوگی اور تصور معرِّف بمعنی تعریف ہوگا اور تصور کا تصدیق کے لیے تعریف واقع ہونا باطل ہے؛ کیونکہ تعریف وہی شئے واقع ہوسکتی ہے جو معرَّف کے لیے علت مرجحہ ہو معرَّف کے وجود کو اس کے عدم پر ترجیح دینے والی ہو معرَّف کے وجود سے اس کا خصوصی تعلق ہو جب تعریف ذہن میں آئے تو معرَّف کا وجود ہی ذہن میں آئے اور تصور میں علتِ مجرحہ یعنی ترجیحی شان نہیں ہے؛ بلکہ تصور کا تعلق تصدیق کے وجود اور عدم دونوں سے یکساں ہے لہٰذا تصور معرِّف نہیں بن سکتا۔

لہٰذا یہ احتمال بھی ختم ہوگیا کہ ایک قسم کے تمام افراد بدیہی ہوں اور دوسری قسم کے تمام افراد نظری ہوں پس مسئلہ یہ طے ہوا کہ ہر ایک قسم کے بعض افراد بدیہی اور بعض افراد نظری ہیں جو نظری ہیں ان کو بدیہی کے ذریعہ معلوم کیا جائے ظاہر ہے کہ اس صورت میں غلطی پیش نہیں آسکتی ہے اس غلطی سے بچنے کے لیے منطق کی ضرورت ہوگی۔

سوال نمبر (۷)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)

وَلَا يُعْلَمُ التَّصَوُّرُ مِنَ التَّصْدِيقِ وَلَا بِالْعَكْسِ، لِأَنَّ الْمُعَرِّفَ مَقُولٌ وَالتَّصَوُّرُ مُتَسَاوِي النِّسْبَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتلائیے کہ ولا یعلم التصور والتصدیق سے مصنف نے کس چیز کی تردید کی ہے؟ اور والتصور متساوی الخ سے کیا بیان کیا ہے؟

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور تصور کو تصدیق سے نہیں جانا جاتا، اور نہ اس کے برعکس، اس لئے کہ معرّف (بالکسر) محمول ہوتا ہے، اور تصور یکساں تعلق رکھنے والی چیز ہے۔

(ب): عبارت کی تشریح: دراصل بات یہ ہے کہ تصور وتصدیق کے بدیہی یا نظری ہونے کی نوصورتیں نکلتی ہیں؛ ماقبل میں مصنفؒ نے تمام کو باطل کر کے صرف ایک صورت کو درست قرار دیا تھا، اس پر معترض کہتا ہے کہ آپ کا تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر صرف ایک صورت کو درست کہنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے علاوہ دوصورتیں درست ہیں۔

(۱) تمام تصورات نظری ہوں اور تمام تصدیقات بدیہی ہوں، چونکہ نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جاتا ہے، لہٰذا تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے۔

(۲) تمام تصدیقات نظری ہوں اور تمام تصورات بدیہی ہوں، چونکہ نظری کو بدیہی سے حاصل کیا جاتا ہے، لہٰذا تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گے۔

مصنفؒ نے "ولا یعلم التصور من التصدیق" سے پہلے دعویٰ کو رد کیا ہے اور اس کی دلیل "لان المعرف مقول" سے دی ہے۔ اور "ولا بالعکس" کہہ کر دوسرے دعویٰ کی تردید کی ہے اور اس کی دلیل "التصور متساوی النسبۃ" سے دی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

آپ کا یہ کہنا کہ تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ اگر تصور کو تصدیق سے حاصل کریں گے تو تصور معرَّف بنے گا اور تصدیق مُعرِف بنے گی اور معرِف معرَّف پر محمول ہوتا ہے، لہٰذا تصدیق تصور پر محمول ہوگا، حالانکہ تصدیق تصور پر محمول نہیں ہوتا ہے، اور جب تصدیق تصور پر محمول نہیں ہوگا تو تصدیق کا معرِف بننا صحیح نہیں ہوگا اور جب تصدیق کا معرِف بننا صحیح نہیں ہے، تو تصورات نظریہ کو تصدیقات بدیہیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ تصدیق تصور پر محمول کیوں نہیں ہوتی ہے، تو اس لئے کہ اگر تصدیق تصور پر محمول ہو تو "التصور تصدیق" کہا جائے گا، حالانکہ تصور تصور ہے نہ کہ تصدیق۔

دوسرا دعویٰ آپ کا یہ تھا کہ تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گے یہ بھی ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ اگر تصدیق کو تصور سے حاصل کریں گے تو تصدیق بنے گی معرِّف اور تصور معرَّف بنے گا اور معرِّف معرَّف کے لئے علت مرجحہ (عدم سے وجود میں لانے والا) ہوتا ہے، لہٰذا تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ ہوگا، حالانکہ تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ نہیں ہے اور جب تصور علتِ مرجحہ نہیں ہے تو معرِف بننا صحیح نہیں ہوا اور جب معرِّف بننا صحیح نہیں ہے تو تصدیقات نظریہ کو تصورات بدیہیہ سے حاصل بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ تصور تصدیق کے لئے علت مرجحہ کیوں نہیں ہے تو سمجھئے کہ علت مرجحہ صرف وجودی شئ میں ہوتی ہے حالانکہ تصور کا تعلق تصدیق کے ساتھ وجود وعدم دونوں میں برابر ہے یعنی تصدیق پائی جائے تو بھی تصور ہوگا اور تصدیق نہ پائی جائے تو بھی تصور ہوگا اسی کو مصنفؒ نے "التصور متساوی النسبة" سے بیان کیا ہے، اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تصور وتصدیق بعض بدیہی اور بعض نظری ہیں۔ هذا المدعیٰ.

سوال نمبر (۸)، سلم العلوم: ص (۸) (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ)

وَالْبَسِيطُ لَايَكُوْنُ كَاسِبًا فَلَابُدَّ مِنْ تَرْتِيبِ أُمُوْرٍ لِلْإِكْتِسَابِ وَهُوَ النَّظْرُ وَالْفِكْرُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): آپ صرف یہ بتلائیے کہ مصنف نے "والبسيط لايكون كاسبا" سے کس اعتراض کا جواب دیا ہے، اعتراض و جواب دنوں تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور بسیط کاسب نہیں ہوتی لہٰذا اکتساب کے لیے چند اُمور کا ترتیب دینا ضروری ہے اور وہ نظر وفکر ہے۔

(ب): "والبسيط لايكون كاسبا" سے اعتراض کا جواب:...

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اعتراض: معترض کہتا ہے کہ ہم منطق کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں؛ اس لیے کہ اگر ہم ایک تصور کو ایک تصور سے اور ایک تصدیق کو ایک صدیق سے حاصل کریں گے تو ترتیب دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور جب ترتیب دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو غلطی واقع نہیں ہوگی اور جب غلطی واقع نہیں ہوئی تو کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی اور جب قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی تو منطق کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جواب: گویا معترض کے اشکال کا خلاصہ یہ ہوا کہ بسیط معرِّف بن سکتا ہے، حالانکہ بسیط معرِّف نہیں بنتا ہے، اس لئے کہ اس کا معرَّف دو حال سے خالی نہیں، بسیط ہوگا یا مرکب اگر بسیط ہے تو دو حال سے خالی نہیں عین ہوگا یا غیر۔ عین ہے تو حمل درست نہیں ہوگا اس لئے کہ حمل کے لئے من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ تغایر ضروری ہے اور اگر غیر ہے تو تباین لازم آئے گا اور متبائنین میں سے ایک کا دوسرے پر حمل نہیں ہوتا ہے اور اگر بسیط معرِّف کا معرَّف مرکب ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یہ اس کا جز ہوگا یا نہیں اگر یہ اس کا جز ہے تو کل کا جز پر حمل لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اور اگر جز نہیں ہے تو تباین لازم آئے گا اور متبائنین میں سے ایک کا دوسرے پر حمل نہیں ہوتا ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ بسیط معرِّف نہیں بن سکتا ہے اور جب بسیط معرِّف نہیں بن سکتا ہے تو ترتیب دینے کی ضرورت پڑے گی فلابد من ترتیب اور جب ترتیب دینے کی ضرورت پڑے گی تو غلطی واقع ہوگی اور جب غلطی واقع ہوگی تو اس سے بچنے کے لئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی اور وہ قانون منطق ہے۔

سوال نمبر (۹)، سلم العلوم: ص (۹) (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ خُوطِبَ بِهٖ سُقْرَاطُ وَهُوَ أَنَّ الْمَطْلُوْبَ إِمَّا مَعْلُوْمٌ فَالطَّلَبُ تَحْصِيْلُ الْحَاصِلِ وَإِمَّا مَجْهُوْلٌ فَكَيْفَ الطَّلَبُ۔

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): شک کی مکمل وضاحت فرمائیں اور اس کا جواب تحریر کریں؛ نیز شک پیش کرنے والے کون ہیں نام کی وضاحت کریں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): **ترجمۃ العبارۃ:** اور اس موقع پر ایک اشکال ہے جس کا مخاطب سقراط کو بنایا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ مطلوب اگر معلوم ہے تو اس کی طلب تحصیل حاصل ہے اور اگر مجہول ہے تو اس کی طلب کیوں کر ہو سکتی ہے؟

(ب): شک کی وضاحت مع جواب اور شک پیش کرنے والے کا نام ملاحظہ ہو: شک کی تفصیل یہ ہے کہ سقراط، افلاطون کے استاذ تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، ان کے ایک شاگرد حکیم مائن نے سقراط کو مخاطب کر کے اعتراض کیا کہ ترتیب دے کر جس مطلوب کو آپ حاصل کر رہے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو معلوم ہوگا یا مجہول، اگر معلوم ہے تو تحصیلِ حاصل لازم آئے گا اور اگر مجہول ہے تو مجہول مطلق لازم آئے گا فکیف الطلب۔

جواب کا خلاصہ: معترض نے مطلوب کو دو ہی شقوں میں منحصر کر دیا، حالانکہ مطلوب کی تیری شق بھی ہے من وجہٍ معلوم من وجہٍ مجہول تو جب من وجہٍ معلوم ہے تو مجہول مطلق لازم نہیں آئے گا اور من وجہٍ مجہول ہے تو تحصیل حاصل لازم نہیں آئے گا۔

شک پیش کرنے والے حکیم ماتن ہیں۔

سوال نمبر (۱۰)، سلم العلوم: ص (۹) (خود ساختہ)

فَعَادَ قَائِلًا اَلْوَجْهُ الْمَعْلُوْمُ مَعْلُوْمٌ وَالْوَجْهُ الْمَجْهُوْلُ مَجْهُوْلٌ، وَحَلُّهُ أَنَّ الْوَجْهَ الْمَجْهُوْلَ لَيْسَ مَجْهُوْلًا مُطْلَقًا حَتّٰى يَمْتَنِعَ الطَّلَبُ فَإِنَّ الْوَجْهَ الْمَعْلُوْمَ وَجْهُهُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی ضاحت کریں۔ (ج): اعتراض و جواب کی وضاحت کیجیے؛ نیز یہ اعتراض کس چیز پر ہے یہ بھی تحریر کریں۔

الجواب: (الف): **ترجمۃ العبارۃ: ترجمہ:** پھر معترض نے پلٹ کر سوال کیا کہ وجہِ معلوم بہر حال معلوم ہے اور وجہِ مجہول بہر حال مجہول ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ وجہِ مجہول مطلق نہیں ہے کہ اس کی طلب ممتنع ہو؛ کیونکہ وجہِ معلوم، وجہِ مجہول ہی کی وجہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): پوری عبارت کی وضاحت ملاحظہ ہو: یہ ماقبل کے جواب پر اعتراض ہے معترض کہتا ہے کہ آپ کس مطلوب کو حاصل کررہے ہیں من وجہٍ معلوم کو یا من وجہٍ مجہول کو، اگر من وجہٍ معلوم کو تو تحصیل حاصل لازم آئیگا اور اگر من وجہٍ مجہول کو تو مجہول مطلق لازم آئے گا۔

مصنفؒ نے حلّہ سے جواب دیا کہ ہم من وجہٍ معلوم کو حاصل کررہے ہیں۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ طلبِ مجہول لازم آئے گا تو صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ مجہول کی دو قسمیں ہیں: (۱) مجہول مطلق، جو کسی بھی اعتبار سے معلوم نہ ہو (۲) من وجہٍ معلوم ہو، جو عوارض کے اعتبار سے معلوم ہو، جس مجہول کی طلب محال ہے وہ مجہول مطلق ہے اور ہم من وجہٍ مجہول کو حاصل کررہے ہیں لہٰذا طلب مجہول نہیں ہوا۔

(ج): اعتراض و جواب نیز یہ اعتراض کس چیز پر ہے؟ اعتراض و جواب اور اعتراض کس چیز پر ہے وضاحب کے تحت تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سوال نمبر (۱۱)، سلم العلوم: ص (۹) (امتحان ششماہی ۱۴۲۵ھ)

وَلَيْسَ كُلُّ تَرْتِيْبٍ مُفِيْدًا وَلَا طَبْعِيًّا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے اعتراض و جواب کو تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: ترجمہ: اور ہر ترتیب مفید نہیں ہے اور نہ طبعی ہے۔

(ب): عبارت کی توضیح مع اعتراض و جواب ملاحظہ ہو: یہ ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ تمہیدی طور پر یہ جان لینا چاہیے کہ ترتیب کی دو قسمیں ہیں: (۱) ترتیب مفید (۲) ترتیب طبعی

ترتیب مفید: کہتے ہیں ترتیب کے وجود میں آنے کے بعد نتیجہ خود بخود حاصل ہوجائے، نظر وفکر کی ضرورت نہ رہے۔ اور ترتیب طبعی کہتے ہیں کہ ترتیب انسانی کے موافق ہو کہ اگر انسان اس سے نتیجہ نکالنا چاہے تو بغیر نظر وفکر کے نکال لے۔

اعتراض کی تقریر: ترتیب کے وجود کو مان لینے کے باوجود ہم منطق کی ضرورت کو تسلیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہیں کرتے ہیں، اس لئے کہ جس ترتیب سے آپ حاصل کریں گے وہ دو حال سے خالی نہیں، مفید ہوگی یا طبعی، دونوں صورتوں میں نتیجہ خود بخود حاصل ہو جائے گا اور جب نتیجہ خود بخود حاصل ہو جائے گا تو غلطی واقع نہیں ہوگی اور جب غلطی واقع نہیں ہوگی تو کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی اور جب کسی قانون کی ضرورت نہیں پڑے گی تو منطق کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مصنفؒ نے اس اعتراض کا جواب مذکورہ عبارت سے دیا ہے۔

جواب کی تقریر: ہر ترتیب مفید اور ہر ترتیب طبعی نہیں ہے، بلکہ بعض مفید و طبعی ہیں اور بعض نہیں ہیں تو جہاں نہیں ہے وہاں غلطی واقع ہوگی اور جب غلطی واقع ہوگی تو وہاں منطق کی ضرورت پڑے گی اس لئے کہ اگر ہر ترتیب مفید و طبعی ہوتی تو حکماء کا آپس میں اختلاف نہیں ہوتا، حالانکہ ہوتا ہے، چنانچہ بعض نے ترتیب دیا کہ **العالم مستغن عن المؤثر وكل مستغن عن المؤثر فهو قديم فالعالم قديم** اور بعض نے ترتیب دی کہ **العالم متغير وكل متغير حادث فالعالم حادث** اور یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں صحیح نہیں ہیں اور نہ دونوں غلط ہیں بلکہ بعض صحیح اور بعض غلط ہیں تو ان میں تمیز دینے کے لئے کسی قانون کی ضرورت پڑے گی وہو المنطق۔

سوال نمبر (۱۲)، سلم العلوم: ص (۱۰) (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

وَمَوْضُوْعُهُ الْمَعْقُوْلَاتُ مِنْ حَيْثُ الْإِيْصَالِ اِلٰى تَصَوُّرٍ أَوْتَصْدِيْقٍ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): عام موضوع کی تعریف کریں۔ (د): منطق کا موضوع کیا ہے؟ یہ بھی تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: **ترجمہ:** اور منطق کا موضوع معقولات ہیں اس حیثیت سے کہ وہ کسی مجہول تصور یا کسی مجہول تصدیق تک پہنچانے والے ہوں۔

(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں: مقدمہ میں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے: تعریف، غرض وغایت، موضوع۔

تعریف اور غرض وغایت کو بیان کرنے کے بعد موضوع کو بیان کر رہے ہیں۔ جاننا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چاہئے کہ موضوع کی دو قسمیں ہیں: عام موضوع، خاص موضوع۔ منطق کا موضوع خاص ہے اور خاص کا سمجھنا عام پر موقوف ہوتا ہے؛ اس لیے پہلے عام موضوع کی تعریف سمجھئے۔

(ج): عام موضوع کی تعریف ملاحظہ فرمائیں: ہر فن کا موضوع وہ شئ ہوتی ہے جس کے عوارضِ ذاتیہ سے اس فن میں بحث کی جائے مثلاً: علمِ نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے؛ اس لیے کہ اس میں ان ہی دونوں سے بحث ہوتی ہے۔

اس تعریف میں ایک لفظ آیا ہے عوارض، اس کو سمجھنا چاہئے۔ عوارض عارض کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں پیش آنے والی چیز اور جس کو پیش آئے اسے معروض کہتے ہیں، پھر عارض کی دو قسمیں ہیں: (۱) عوارضِ ذاتیہ (۲) عوارضِ غریبہ۔ عوارضِ ذاتیہ تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

(۱) عارض معروض کو بلا واسطہ پیش آئے جیسے تعجب انسان کو پیش آتا ہے بلا واسطہ۔

(۲) عارض معروض کو جز کے واسطہ سے پیش آئے جیسے حرکت انسان کو پیش آتی ہے حیوان کے واسطے سے اور حیوان انسان کا جز ہے؛ اس لیے حیوان ناطق کے مجموعہ کا نام ہے۔

(۳) عارض معروض کو ایسے امر خارج کے واسطے سے پیش آئے جو اس کے مساوی ہے جیسے ضحک انسان کو پیش آتا ہے متعجب کے واسطے سے۔

عوارض غریبہ بھی تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(۱) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج عام کے واسطے سے جیسے حرکت ابیض کو پیش آئے جسم کے واسطے سے، اس میں جسم سفید سے عام ہے؛ اس لیے کہ سفید وغیر سفید دونوں جسم میں پایا جاتا ہے۔

(۲) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج کے واسطے سے جیسے ضحک حیوان کو پیش آئے انسان کے واسطے سے۔

(۳) عارض معروض کو پیش آئے امر خارج مبائن کے واسطے سے جیسے گرمی پانی کو پیش آئے آگ کے واسطے سے۔

(د): منطق کا موضوع ملاحظہ ہو: منطق کا موضوع: وہ معلوماتِ تصوریہ اور تصدیقیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہیں جو مجہولاتِ تصوریہ اور تصدیقیہ تک پہونچانے والے ہوں؛ اس لیے کہ منطق میں ان ہی کے عوارضِ ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور جس کے عوارضِ ذاتیہ سے بحث کی جائے وہ اس کا موضوع ہوتا ہے لہٰذا معلوماتِ تصوریہ و تصدیقیہ منطق کے موضوع ہیں۔

سوال نمبر (۱۳)، سلم العلوم: ص (۱۰) (امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ)

وَمَا يُطْلَبُ بِهِ التَّصَوُّرُ أَوِ التَّصْدِيقُ يُسَمَّى مِطْلَبًا وَأُمَّهَاتُ الْمَطَالِبِ أَرْبَعٌ مَا و أي و هل و لِمَ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کریں۔
(ج): دلیل کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف لکھئے۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور جس لفظ کے ذریعہ تصور یا تصدیق طلب کیا جائے اس کو مطلب کہتے ہیں، اور مطالب کے اُصول چار ہیں: ما، اَیّ ہَل اور لِمَ۔

(ب): عبارت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں: نطق کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں طالب، مطلوب، آلۂ طلب۔

طالب منطقی ہیں۔ مطلوب مجہولات ہیں۔ اب آلۂ طلب کو بیان کر رہے ہیں آلۂ طلب کو مطلب کہتے ہیں۔ مطالب کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: اُصول، فروع، پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: تصور، تصدیق تو کل چار قسمیں ہوگئیں۔ اُصول تصور، اُصول تصدیق، فروع تصور، فروع تصدیق۔

اصول تصور دو ہیں: ما، ای۔ اصول تصدیق بھی دو ہیں: ھل، لم؛ یہ چار الفاظ ہیں؛ لیکن چھ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، کیسے؟ اس کو ایک دلیل حصر سے سمجھئے۔

جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو سب سے پہلے سوال ہوگا اس کے نام کے بارے میں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ ماشارحہ ہے۔ دوسرے نمبر پر سوال ہوگا اس کے وجود کے بارے میں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ ہل بسیطہ ہے اور جب نام معلوم ہوگیا اور وجود معلوم ہوگیا اور حقیقت معلوم ہوگئی تو اب چوتھے نمبر پر سوال ہوگا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کہ کسی صفت زائدہ کے ساتھ متصف ہے یا نہیں؟ اب جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ ہل مرکبہ ہے اب جب نام معلوم ہو گیا، وجود معلوم ہو گیا، حقیقت معلوم ہو گئی اور صفت زائدہ معلوم ہو گئی تو اب صفتِ زائدہ ذاتی ہے یا عرضی ان کے درمیان تمیز دینے کی ضرورت پڑے گی اور جس لفظ کو آلہ تمیز بنایا جائے گا وہ ای ہے اب صفت زائدہ ذاتی ہے یا عرضی معلوم ہو گیا تو دلیل کی ضرورت پڑے گی اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ لم ہے۔

(ج): دلیل کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف ملاحظہ ہو: دلیل کی دو قسمیں ہیں: (۱) دلیل انی (۲) دلیل لمی

دلیل انی: دلیل انی کہتے ہیں معلول سے علت پر استدلال کیا جائے اس کو مصنفؒ نے لطلب الدلیل لمجرد التصدیق سے بیان کیا ہے، مثلاً دھواں ہے معلول اور آگ ہے علت اب کوئی دھواں دیکھ کر کہے وہاں دھواں ہے اور جہاں دھواں ہو وہاں آگ ہوتی ہے، لہٰذا وہاں آگ ہے یہ معلول سے علت پر استدلال ہے اس کا واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ اگر کوئی دھواں ہاتھ میں لے لے تو دھواں ہے، لیکن آگ نہیں ہے۔

دلیل لمی: دلیل لمی کہتے ہیں کہ علت سے معلول پر استدلال کرنا۔ اس کا واقع کے مطابق ہونا ضروری ہے، اسی کو مصنفؒ نے للامر بحسب نفسه سے بیان کیا ہے، جیسے کوئی کہے یہاں آگ ہے اور جہاں آگ ہو وہاں دھواں ہوتا ہے، لہٰذا یہاں دھواں ہے یہ واقع کے مطابق ہے۔

سوال نمبر (۱۴)، سلم العلوم: ص (۱۱) (امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ)

وَاَمَّا مَطْلَبُ مَنْ وَكَمْ، وَأَيْنَ وَمَتٰى فَهُوَ إِمَّا ذُنَابَاتٌ لِلْأَىِّ اَوْمُنْدَرِجَةٌ فِي الْهَلِ الْمُرَكَّبَةِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور بہر حال یہ مطالب یعنی من، کم، کیف، این اور متیٰ تو یہ یا تو اسی کے تابع ہیں یا هل مركبة میں داخل ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں: ماقبل میں بیان کیا گیا تھا کہ مطالب کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: اُصول وفروع۔

یہاں سے فروع کو بیان کر رہے ہیں، اگر ان تمام الفاظ کو ای کے تابع مانتے ہیں تو یہ تمام فروع تصوری ہوں گے؛ اس لیے کہ ای اُصولِ تصوری ہے اور اگر ان تمام کو ہل مرکبہ کے تابع مانتے ہیں تو فروع تصدیقی ہوں گے؛ اس لیے کہ ہل مرکبہ اُصولِ تصدیقی ہے۔

دلیلِ حصر: جب کوئی اجنبی سامنے آئے تو سب سے پہلے سوال ہوگا اس کے تعین کے بارے میں کہ یہ کون ہے؟ اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ مَنْ ہے اب دوسرے نمبر پر سوال ہوگا اس کی مقدار کے بارے میں وہ کتنے ہیں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ کـــم ہے۔ تیسرے نمبر پر سوال ہوگا مزاج کے بارے میں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ "کَیفَ" ہے، چوتھے نمبر پر سوال ہوگا مکان کے بارے میں کہ کہاں سے آئے ہیں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ "اَیــنَ" ہے، پانچویں نمبر پر سوال ہوگا زمان کے بارے میں کہ کب آئے ہیں اور جس لفظ کو آلۂ طلب بنایا جائے گا وہ "مَتٰی" ہے۔

سوال نمبر (۱۵)، سلم العلوم: ص (۱۱) (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

اَلتَّصَوُّرَاتُ قَدَّمْنَاهَا وَضْعًا لِتَقَدُّمِهَا طَبْعًا فَإِنَّ الْمَجْهُوْلَ الْمُطْلَقَ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْحُكْمُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اس عبارت سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں وضاحت فرمائیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: یہ تصورات ہیں ہم نے تصورات کو وضع کے اعتبار سے مقدم کیا اس لئے کہ یہ طبع کے اعتبار سے مقدم ہیں، اس لئے کہ مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے۔

(ب): اس عبارت سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں ملاحظہ ہو: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

تمہید: تقدم کی پانچ قسمیں ہیں: تقدم ذاتی، تقدم طبعی، تقدم وضعی، تقدم زمانی، تقدم شرفی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تقدم ذاتی: تقدم ذاتی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو اور علت تامہ بھی ہو علتِ تامہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں مقدم پایا جاتا ہو وہاں مؤخر کا پایا جانا ضروری ہو۔ جیسے: طلوعِ شمس وجودِ نہار کے لئے علت تامہ ہے، لہٰذا طلوعِ شمس کے بعد وجودِ نہار ضرور پایا جائے گا۔

تقدم طبعی: تقدم طبعی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو؛ لیکن علت تامہ نہ ہو جیسے کلمہ کلام کے لئے محتاج الیہ ہے، لیکن علت تامہ نہیں، اس لئے کہ اگر علت تامہ ہو تو جہاں کلمہ ہوگا وہاں کلام کا پایا جانا ضروری ہوگا، حالانکہ نہیں پایا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ علت تامہ نہیں ہے۔

تقدم وضعی: تقدم وضعی کہتے ہیں اس تقدم کو جس میں مقدم کو پہلے ذکر کیا جائے اور مؤخر کو بعد میں ذکر کیا جائے۔

تقدم زمانی: تقدم زمانی کہتے ہیں اُس تقدم کو جس میں مقدم پہلے زمانہ میں ہو اور مؤخر بعد کے زمانہ میں۔

تقدم شرفی: تقدم شرفی اس تقدم کو کہتے ہیں جس میں مقدم کو ایسا کمال ہو جو مؤخر کو حاصل نہ ہو۔

اعتراض: منطق کا موضوع معلوم تصوری وتصدیقی دونوں ہیں تو منطقیین تصور کو تصدیق پر کیوں مقدم کرتے ہیں یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب کی تقریر: تصور تصدیق پر طبعاً مقدم ہے اور جو چیز طبعاً مقدم ہوتی ہے اس کو وضعاً مقدم کر دیا جاتا ہے، تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

رہی یہ بات کہ تصور تصدیق پر طبعاً کیسے مقدم ہے تو اس طرح کہ تقدم طبعی کہتے ہیں کہ مقدم مؤخر کے لئے محتاج الیہ ہو، لیکن علت تامہ نہ ہو اور تصور تصدیق کے لئے محتاج الیہ تو ہے، لیکن علت تامہ نہیں ہے اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور علت تامہ نہ ہو وہ طبعاً مقدم ہوتی ہے، لہٰذا تصور تصدیق پر طبعاً مقدم ہے۔ رہی یہ بات کہ علت تامہ کیوں نہیں ہے تو اس لئے کہ اگر علت تامہ ہو تو علت تامہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہاں مقدم پایا جائے وہاں مؤخر کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پایا جانا ضروری ہو، حالانکہ جہاں تصور پایا جائے؛ ہاں تصدیق کا پایا جانا ضروری نہیں ہے معلوم ہوا کہ علت تامہ نہیں ہے۔ اور تصور محتاج الیہ اس لئے ہے کہ تصدیق میں حکم ہوتا ہے اور حکم کے لئے محکوم علیہ ومحکوم بہ اور نسبت حکمیہ کا متصور ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر متصور نہ ہو تو مجہول مطلق لازم آئے گا اور مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تصدیق اپنے وجود میں تصور کا محتاج ہے تو تصور محتاج الیہ ہوگا اب دلیل کے دونوں جز ثابت ہوگئے۔ مصنفؒ نے صرف اسی آخری جز کو ذکر کیا ہے۔ فإن المجهول المطلق يمتنع عليه الحكم.

سوال نمبر (۱۶)، سلم العلوم: ص (۱۱) (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)

قِيْلَ فِيْهِ حُكْمٌ فَهُوَ كِذْبٌ وَحَلُّهُ أَنَّهُ مَعْلُوْمٌ بِالذَّاتِ وَمَجْهُوْلٌ مُطْلَقٌ بِالْعَرَضِ فَالْحُكْمُ وَسَلْبُهُ بِاعْتِبَارَيْنِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کرتے ہوئے اعتراض وجواب دونوں تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اس میں حکم ہے لہٰذا یہ جملہ صحیح نہیں ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول مطلق بالذات معلوم ہے اور بالعرض مجہول ہے اور حکم لگانا اور اس کی نفی کرنا دو اعتبار سے ہے۔

(ب): عبارت کی تشریح مع اعتراض وجواب ملاحظہ فرمائیں: ماقبل کی عبارت فإن المجهول المطلق يمتنع عليه الحكم پر اعتراض ہے۔

اعتراض: المجهول المطلق محکوم علیہ ہے اور يمتنع عليه الحكم محکوم بہ ہے تو مجہول مطلق پر امتناع حکم کا حکم لگایا گیا ہے، حالانکہ آپ نے خود کہا کہ مجہول مطلق پر حکم لگانا ممتنع ہے، لہٰذا اس میں جھوٹ ہے فهو كذب.

جواب: مجہول مطلق میں دو اعتبار ہیں: (۱) ذات یعنی وصف مجہولیت (۲) عرض، تو ذات یعنی تلفظ کے اعتبار سے معلوم ہے اور عرض کے اعتبار سے مجہول ہے تو حکم لگانا ممتنع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے عرض کے اعتبار سے، اس لئے کہ مجہول ہے اور امتناع حکم کا حکم لگایا گیا ہے ذات کے اعتبار سے، اس لئے کہ معلوم ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

سوال نمبر (۱۷)، سلم العلوم: ص (۱۲) (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ)

وَإِذا كَانَ الْإِنسَانُ مَدَنِيُّ الطَّبعِ كَثِيرُ الْإِفْتِقَارِ إِلَى التَّعْلِيمِ وَالتَّعَلُّمِ وَكَانَتِ اللَّفْظِيَّةُ الْوَضْعِيَّةُ اَعَمُّهَا وَأَشْمَلُهَا فَلَهَا الْإِعْتِبَارُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور جب انسان مدنی الطبع ہے اور تعلیم و تعلم کی جانب بے حد محتاج ہے اور دلالتِ لفظیہ وضعیہ تمام دلالتوں میں سب سے زیادہ عام اور سب کو شامل ہے اسی لیے اسی کا اعتبار ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ ہو: یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: جب دلالت کی چھ قسمیں ہیں تو مناطقہ صرف دلالتِ لفظیہ وضعیہ سے ہی کیوں بحث کرتے ہیں؟

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی شہری زندگی گزارنے والا ہے، اس لیے بہت ساری چیزوں کا محتاج ہوتا ہے؛ لیکن زیادہ ضرورت جس چیز کی پڑتی ہے وہ تعلیم و تعلم ہے اور تعلیم و تعلم صرف دلالتِ لفظیہ وضعیہ سے ہی حاصل ہوتا ہے؛ اس لیے اسی سے بحث کرتے ہیں۔

ایک اہم بات: رہی یہ بات کہ دلالتِ لفظیہ وضعیہ کے علاوہ پانچ سے تعلیم و تعلم کیوں نہیں ہوتا ہے؟ تو اس لیے کہ دلالتِ غیر لفظیہ میں الفاظ ہی نہیں ہیں اور تعلیم و تعلم الفاظ ہی سے ہوتا ہے؛ اس لیے اس سے تعلیم و تعلم نہیں ہوتا ہے۔ باقی دلالتِ لفظیہ طبعیہ و عقلیہ تو طبعیہ میں افادہ خاص اوقات میں ہوتا ہے مثلاً کوئی بیمار پڑے یا درد ہو تو اُح اُح کرے گا۔ تو اس وقت عقلیہ میں افادہ ہوگا؛ لیکن اس میں علت و معلول کا علاقہ ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جس کا سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں ہے اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعلیم و تعلم زیادہ دلالت لفظیہ وضعیہ سے ہوتا ہے۔

سوال نمبر (۱۸)، سلم العلوم: ص (۱۲) (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ)

وَمِنْ هٰهُنَا تَبَيَّنَ أَنَّ الْأَلْفَاظَ مَوْضُوعَةٌ لِلْمَعَانِيْ مِنْ حَيْثُ هِيَ هِيَ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): یہ مسئلہ کس پر متفرع ہے اس کو ذکر کر کے مسئلہ کی وضاحت کریں۔ (ج): ھٰھنا کا مشارٌ الیہ کیا ہے؟

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور یہیں سے یہ بات ثابت واضح ہوگئی کہ الفاظ معانی کے لیے من حیث ہی ہی وضع کئے گئے ہیں۔

(ب): یہ مسئلہ کس اصل پر متفرع ہے مع مثال کے ملاحظہ فرمائیں: اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ الفاظ کو معانی کے لیے وضع کیا گیا ہے؛ لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ معانی میں سے صورتِ ذہنیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے یا صورتِ خارجیہ کے لیے۔ بعض نے کہا کہ صورتِ ذہنیہ کے لیے اور بعض نے کہا کہ صورتِ خارجیہ کے لیے؛ لیکن مصنفؒ ماقبل کی عبارت سے تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ الفاظ کو مطلق معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ ماقبل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ معانی کا مقصد تعلیم و تعلم ہے اور تعلیم و تعلم مطلق معانی سے ہوتا ہے؛ اس لیے الفاظ کو مطلق معانی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

(ج): ھٰھنا کا مشارٌ الیہ: ھٰھنا کا مشارٌ الیہ ہے کہ انسان تعلیم و تعلم دونوں میں معانی مطلقہ کا محتاج ہوتا ہے۔

سوال نمبر (۱۹)، سلم العلوم: ص (۱۲) (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ)

فَدَلَالَةُ اللَّفْظِ عَلٰى تَمَامِ مَا وُضِعَ لَهٗ مِنْ تِلْكَ الْحَيْثِيَّةِ مُطَابَقَةٌ وَعَلٰى جُزْئِهٖ تَضَمُّنٌ وَهُوَ لَازِمٌ لَهَا فِي الْمُرَكَّبَاتِ وَعَلَى الْخَارِجِ اِلْتِزَامٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): دلالتِ مطابقی، تضمنی اور التزامی کی تعریف کریں؛ نیز حیثیت کی قید کا فائدہ لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: تو لفظ کا اپنے موضع لہٗ پر تمام موضوع ہونے کی حیثیت سے دلالت کرنا مطابقی ہے اور جز موضوع لہٗ پر دلالت کرنا تضمنی ہے اور خارجِ موضوع لہٗ پر دلالت کرنا التزامی ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں: یہاں سے مصنفؒ دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تقسیم کر رہے ہیں۔ دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تین قسمیں ہیں: دلالتِ مطابقی، دلالتِ تضمنی، دلاتِ التزامی

دلالت مطابقی: لفظ پورے معنیٰ موضوع لہٗ پر دلالت کرے اس حیثیت سے کہ وہ معنیٰ موضوع لہٗ ہے۔

دلالتِ تضمنی: لفظ معنیٰ موضوع لہٗ کے جز پر دلالت کرے اس حیثیت سے کہ وہ معنیٰ موضوع لہٗ کا جز ہے۔

دلالتِ التزامی: لفظ معنیٰ موضوع لہٗ کے خارج لازم پر دلالت کرے، اس حیثیت سے کہ وہ لازم ہے۔

اور دلالتِ مطابقی کو مطابقی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مطابقت سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں موافق ہونا اور چونکہ لفظ پورے معنیٰ موضوع لہٗ پر دلالت کرتا ہے، گویا لفظ معنیٰ کے موافق ہوگیا۔

دلالتِ تضمنی کو تضمنی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ضمن سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں ضمن میں ہونا اور لفظ معنیٰ موضوع لہٗ کے جز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جز ہمیشہ ضمن میں ہوتا ہے تو گویا لفظ اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو ضمن میں ہے۔

دلالتِ التزامی کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ لفظ معنیٰ موضوع لہٗ کے خارج لازم پر دلالت کرتا ہے۔

(ج): دلالتِ مطابقی، تضمنی اور التزامی کی تعریف اور من حیثیت کی قید کا فائدہ ملاحظہ فرمائیں: اگر تعریف میں حیثیت کی قید نہ لگائی جاتی تو تعریف ایک دوسرے سے ٹوٹ جاتی، مطابقی کی تضمنی سے، تضمنی کی مطابقی سے، مطابقی کی التزامی سے اور التزامی کی مطابقی سے، کیسے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تمہید: (۱) ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو جز اور کل دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہو مثلاً لفظ امکان کو امکان خاص اور امکان عام دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے اور امکان عام امکان خاص کا جز ہے۔

(۲) ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو لازم وملزوم دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے: لفظ شمس کو وضع کیا گیا ہے سورج کے لئے اور سورج کی روشنی کے لئے اور روشنی سورج کے لئے لازم ہے۔

اب سنیے! (۱) دلالتِ مطابقی ٹوٹ جاتی ہے تضمنی سے۔

کوئی لفظِ امکان بولتا ہے اور امکانِ خاص مراد لیتا ہے تو یہ دلالت مطابقی ہوئی، لیکن امکان عام کا بھی احتمال ہے، اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے، اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ جز ہے تو جز پر دلالت ہوگی اور جز پر دلالتِ تضمنی ہوتی ہے، تو مطابقی ٹوٹ گئی تضمنی سے۔

(۲) تضمنی ٹوٹ جاتی ہے مطابقی سے: کوئی لفظ امکان بولتا ہے اور امکان عام مراد لیتا ہے تو یہ دلالتِ تضمنی ہوئی، لیکن امکان خاص کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ کل ہے تو کل پر دلالت ہوئی اور کل پر دلالت مطابقی ہوتی ہے تو تضمنی ٹوٹ گئی مطابقی سے۔

(۳) مطابقی ٹوٹ جاتی ہے التزامی سے: کوئی لفظ شمس بولتا ہے اور سورج مراد لیتا ہے تو یہ دلالتِ مطابقی ہوئی، لیکن روشنی کا بھی احتمال ہے، اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ لازم ہے تو لازم پر دلالت ہوئی اور لازم پر دلالت التزامی ہوتی ہے تو مطابقی ٹوٹ گئی التزامی سے۔

(۴) التزامی ٹوٹ جاتی ہے مطابقی سے: کوئی لفظِ شمس بولتا ہے اور روشنی مراد لیتا ہے تو دلالتِ التزامی ہوئی، لیکن سورج کا بھی احتمال ہے، اس لئے کہ اس کے لئے بھی وضع کیا گیا ہے اور جب احتمال ہے تو دلالت ہوگی اور یہ ملزوم ہے تو دلالت ملزوم پر ہوئی اور ملزوم پر دلالت مطابقی ہوتی ہے تو التزامی ٹوٹ گئی مطابقی سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حیثیت کی قید کا فائدہ: حیثیت کی قید سے تعریف نہیں ٹوٹتی اس لئے کہ، پہلی صورت میں جب لفظ امکان بول کر امکان خاص مراد لیں گے اس حیثیت سے کہ پورا معنیٰ موضوع لہٗ ہے اب امکان عام پر دلالت تو ہوگی، لیکن موضوع لہٗ کے جز ہونے کی حیثیت سے نہ کہ کل ہونے کی حیثیت سے، اسی طرح دوسری صورت میں جب لفظ امکان بول کر امکان عام مراد لیں گے اس حیثیت سے کہ جز ہے تو اب امکان خاص پر دلالت تو ہوگی، لیکن کل ہونے کی حیثیت سے نہ کہ جز، اسی طرح تیسری صورت میں لفظ شمس بول کر سورج مراد لیں گے اس حیثیت سے کہ ملزوم ہے اب روشنی پر دلالت تو ہوگی، لیکن لازم ہونے کی حیثیت سے نہ کہ ملزوم، اسی طرح چوتھی صورت میں لفظ شمس بول کر روشنی مراد لیں گے اس حیثیت سے کہ لازم ہے اب سورج پر دلالت تو ہوگی؛ لیکن ملزوم ہونے کی حیثیت سے نہ کہ لازم۔

دلالتِ مطابقی، تضمنی، اور التزامی کی تعریف مطلب کے تحت گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۰)، سلم العلوم: ص (۱۳) (امتحان ششماہی ۱۴۲۷ھ)

وَلَابُدَّ مِنْ عَلَاقَةٍ مُصَحِّحَةٍ عَقْلِيَّةٍ أَوْ عُرْفِيَّةٍ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): علاقہ عقلیہ وعرفیہ کی تعریف لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور ضروری ہے کہ کسی ایسے علاقہ کا ہونا جو خارج کی طرف انتقال کو صحیح کر رہا ہو چاہے عقلیہ ہو یا عرفیہ۔

(ب): عبارت کی تشریح: یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کر رہے ہیں کہ دلالتِ التزامی میں دلالت خارج لازم پر ہوتی ہے اور ظاہری بات ہے کہ ملزوم سے لازم کی طرف ذہن کے منتقل کرنے کے لیے کسی نہ کسی علاقہ کی ضرورت پڑے گی وہ علاقہ دو ہیں: عقلیہ اور عرفیہ

علاقہ عقلیہ: علاقہ عقلیہ کہتے ہیں کہ ملزوم سے ذہن لازم کی طرف منتقل ہو عقل کے تقاضہ کی وجہ سے۔ جیسے نابینا کے تصور سے بینا کا تصور ہوتا ہے، عقل کے تقاضہ کی وجہ سے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس لئے کہ عقل یہ بتاتی ہے کہ نابینا ایسے شخص کو کہیں گے جس کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہو، لیکن نہ دیکھتا ہو اس لئے کہ جس کے اندر دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اسے نابینا نہیں کہیں گے۔ جیسے: قلم، دیوار۔

علاقہ عرفیہ: علاقہ عرفیہ کہتے ہیں کہ ملزوم کے تصور سے ذہن لازم کی طرف منتقل ہو رہا ہو عرفِ عام کی وجہ سے۔ جیسے: لفظ حاتم بولا جاتا ہے تو عرفِ عام کی وجہ سے ذہن سخاوت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

(ج): علاقہ عقلیہ و عرفیہ کی تعریف: علاقہ عقلیہ اور عرفیہ کی تعریف تشریح کے تحت آچکی ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲۱)، سلم العلوم: ص (۱۳) (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ)

قِيْلَ الْإِلْتِزَامُ مَهْجُوْرٌ فِي الْعُلُوْمِ لِأَنَّهُ عَقْلِيٌّ وَنُقِضَ بِالتَّضَمُّنِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): تشریح کریں؛ نیز نقض اجمالی و تفصیلی کی تعریف کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: کہا گیا ہے کہ دلالتِ التزامی علوم وفنون میں متروک ہے اس لئے کہ وہ ایک عقلی چیز ہے اور اس دعوے پر نقض وارد کیا گیا ہے تضمن کے ذریعہ۔

(ب): تشریح کریں؛ نیز نقض اجمالی و تفصیلی کی تعریف ملاحظہ ہو: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ دلالتِ التزامی علوم میں متروک ہے دلیل یہ ہے کہ یہ عقلی ہے اور ہر عقلی متروک ہوتی ہے، لہٰذا یہ متروک ہے، مصنفؒ نے اس پر نقض وارد کیا ہے۔ نقض کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجمالی (۲) تفصیلی

نقض اجمالی: کہتے ہیں دلیل ہی کا انکار کر دینا۔

نقض تفصیلی: کہتے ہیں دلیل کے کسی جز کا انکار کر دینا۔ یہاں مراد نقض تفصیلی ہے۔

نقض تفصیلی کی تقریر: دلیل کا کبریٰ ہمیں تسلیم نہیں ہے کہ ہر عقلی متروک ہے اس لئے کہ اگر ہر عقلی متروک ہوتی تو دلالت تضمنی بھی متروک ہوتی اس لئے کہ اس میں بھی پورا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لفظ بولا جاتا ہے اور صرف جز مراد لیا جاتا ہے یہ بھی عقل سے ہوتا ہے، حالانکہ دلالتِ تضمنی متروک نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ دلالتِ التزامی بھی متروک نہیں ہے۔

سوال نمبر (۲۲)، سلم العلوم: ص (۱۴۳) (امتحان سالانہ ۱۴۲۷ھ)

وَيَلْزَمُهُمَا الْمُطَابَقَةُ وَلَاعَكْسَ، أَمَّا التَّضَمُّنِيَّةُ الْإِلْتِزَامِيَّةُ فَلَالُزُوْمَ بَيْنَهُمَا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی تشریح قلمبند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: وران دونوں کے لیے مطابقت لازم ہے اور اس کے برعکس نہیں ہے اور بہر حال تضمنی اور التزامی تو ان کے درمیان کوئی لزوم نہیں ہے۔

(ب): پوری عبارت کی تشریح: اس عبارت میں مصنفؒ نے چھ دعوے کیے ہیں:

(۱) جہاں مطابقی پائی جائے وہاں تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی معنیٰ بسیط کے لیے وضع کیا گیا ہو تو چوکہ بسیط معنیٰ موضوع لہٗ ہے؛ اس لیے مطابقی پائی جائے گی اور بسیط ہے اس میں جز نہیں ہے؛ اس لیے تضمنی نہیں پائے جائے گی۔

(۲) جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی ایسے معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہو، جس کے لیے کوئی لازم نہ ہو جب معنیٰ موضوع لہٗ ہے تو مطابقی پائی گئی اور لازم نہیں ہے؛ اس لیے التزامی نہیں پائی گئی۔

(۳) جہاں تضمنی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی ایسے معنیٰ مرکب کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کا کوئی لازم نہیں ہے، تو جب معنی مرکب ہے تو جز ہے اور جز ہے تو تضمنی پائی جائے گی اور چونکہ لازم نہیں ہے؛ اس لیے التزامی نہیں پائی جائے گی۔

(۴) جہاں التزامی پائی جائے وہاں تضمنی کا پایا جانا ضرور نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ کو کسی معنیٰ بسیط کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کے لیے لازم ہو اور جب بسیط ہے تو جز نہیں ہے اور جب جز نہیں ہے تو تضمنی نہیں پائی جائے گی اور لازم ہے تو التزامی پائے جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۵) جہاں تضمنی پائی جائے وہاں مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے؛ اس لیے کہ تضمنی میں جز پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں جز پایا جائے گا وہاں کل کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۶) جہاں التزامی پائی جائے وہاں مطابقی کا پایا جانا ضروری ہے؛ اس لیے کہ التزامی میں لازم پر دلالت ہوتی ہے اور جہاں لازم پایا جائے وہاں ملزوم کا پایا جانا ضروری ہے۔

سوال نمبر (۲۳)، سلم العلوم: ص (۱۳) (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ)

وَ كَوْنُهُ لَيْسَ غَيْرُهُ لَيْسَ مِمَّا يَسْبِقُ الذِّهْنُ إِلَيْهِ دَائِمًا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت میں ذکر کردہ مصنف کے بیان کے مطابق اعتراض و جواب نقل فرمائیں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور شئ کا لیس غیرہ ہونا ان میں سے نہیں ہے جن کی طرف ذہن ہمیشہ سبقت کرتا ہو۔

(ب): عبارت میں ذکر کردہ مصنف کے بیان کے مطابق اعتراض و جواب ملاحظہ ہو:

اعتراض: آپ کا یہ کہنا کہ جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہر شئ کے لیے کم سے کم اتنا لازم ہے کہ یہ اپنے علاوہ نہیں ہے اور جب ہر شئ کے لیے لازم پایا گیا، تو جہاں مطابقی وہاں التزامی ضرور پائی جائے گی۔

جواب: مصنفؒ نے اس کا جواب دیا کہ لازم کی دو قسمیں ہیں: لازم بین اور لازم غیر بین

لازم بین: کہتے ہیں کہ ذہن فوراً لازم کی طرف منتقل ہو جائے۔

لازم غیر بین: کہتے ہیں کہ ذہن لازم کی طرف منتقل نہ ہو۔

تو دلالتِ التزامی میں لازم بین مراد ہے اور لیس غیرہ لازم غیر بین ہے تو جو مراد ہے وہ پایا نہیں جا رہا ہے اور جو پایا جا رہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔

سوال نمبر (۲۴)، سلم العلوم: ص (۱۳) (خود ساختہ)

وَالْحَقُّ أَنَّ الْكَلِمَاتِ الْوُجُوْدِيَّةِ مِنْهَا فَإِنْ كَانَ مَثَلاً مَعْنَاهُ كَوْنُ الشَّيْءِ شَيْئًا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لَمْ يُذْكَرْ بَعْدُ وَتَسْمِيَتُهَا كَلِمَاتٌ لِتَصَرُّفِهَا وَدَلَالَتِهَا عَلَى الزَّمَانِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی ایسی وضاحت کریں کہ ہر ہر جزء واضح ہو جائے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور حق بات یہ ہے کہ کلمات وجودیہ ادات کے قبیل سے ہیں؛ اس لیے کہ مثلاً کان اس کے معنیٰ ہیں ایسی شی کا ہونا جو ابھی ذکر نہیں کی گئی ہے اور ان کا کلمات نام رکھنا اس لیے ہے کہ یہ ان کی گردانیں بھی ہوتی ہیں اور زمانہ پر دلالت بھی کرتے ہیں۔

(ب): پوری عبارت کی ایسی وضاحت کہ ہر ہر جزء واضح ہو جائے: اس عبارت میں مناطقہ ونحویین کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ مناطقہ کا کہنا ہے کہ افعالِ ناقصہ ادات ہیں، اس کے برخلاف نحویین کا کہنا ہے کہ افعالِ ناقصہ کلمہ ہیں۔ نحویین کی دلیل یہ ہے کہ افعالِ ناقصہ کو کلمات وجودیہ بھی کہتے ہیں کلمہ اور فعل مترادف ہیں معلوم ہوا کہ افعالِ ناقصہ کلمہ ہیں، مصنفؒ کہتے ہیں کہ حق بات مناطقہ کی ہے؛ اس لیے کہ افعالِ ناقصہ کے معنیٰ مستقل نہیں ہیں، جب تک اسم وخبر کو نہ ملایا جائے معنیٰ تام نہیں ہوتے ہیں اور جس کے معنیٰ مستقل نہ ہو وہ ادات ہوتا ہے، لہٰذا افعالِ ناقصہ ادات ہے مثلاً کَانَ کے معنیٰ جب تک اسم وخبر کو نہ ملایا جائے تام نہیں ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ ادات ہیں۔

رہا نحویین کا کہنا کہ اس کو کلمات وجودیہ بھی کہتے ہیں تو اس لیے کہ اس کی گردانیں بھی ہوتی ہیں اور زمانے پر دلالت بھی کرتا ہے۔

سوال نمبر (۲۵)، سلم العلوم: ص (۱۴) (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ)

وَلَيْسَ كُلُّ فِعْلٍ عِنْدَ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ عِنْدَ الْمَنْطِقِيِّيْنَ فَإِنَّ نَحْوَ أَمْشِيْ مَثَلًا فِعْلٌ وَلَيْسَ بِكَلِمَةٍ لِإِحْتِمَالِهِ الصِّدْقَ وَالْكِذْبَ بِخِلَافِ يَمْشِيْ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کرتے ہوئے بتلایئے کہ اس عبارت سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ لفظ جو فعل ہو عرب کے نزدیک، کلمہ ہو منطقیوں کے نزدیک، اس لیے کہ مثلاً: امشی فعل ہے اور کلمہ نہیں ہے صدق و کذب کے احتمال رکھنے کی وجہ سے بخلاف یمشی کے۔

(ب): مطلب بیان کرتے ہوئے بتلایئے کہ اس عبارت سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو: اس عبارت سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ نحویین کے نزدیک جو اسم ہے وہی مناطقہ کے نزدیک بھی اسم ہے اور جو نحویین کے نزدیک حرف ہے وہی مناطقہ کے نزدیک ادات ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ جو نحویین کے نزدیک فعل ہے وہی مناطقہ کے نزدیک کلمہ ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کلمہ خاص ہے فعل عام ہے ہر کلمہ فعل ہوگا، لیکن ہر فعل کلمہ نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کلمہ کہتے ہیں اس مفرد کو جس کے معنیٰ مستقل ہوں اور زمانہ پر دلالت کرے اور فعل کہتے ہیں جس کے معنیٰ مستقل ہوں اور زمانے پر دلالت کرے چاہے مفرد ہو یا مرکب گویا کلمہ کے لئے زمانے پر دلالت کرنے کے ساتھ مفرد ہونا ضروری ہے اور فعل کے لئے صرف زمانے پر دلالت کرنا ضروری ہے، مثلاً امشی فعل ہے، لیکن کلمہ نہیں ہے، فعل اس لئے کہ زمانہ پر دلالت کر رہا ہے اور کلمہ اس لئے نہیں ہے کہ مرکب ہے اور کلمہ کے لئے مفرد ہونا ضروری ہے، رہی یہ بات کہ امشی مرکب کیسے ہے تو اس طرح کہ ہمزہ دلالت کر رہا ہے تکلم پر اور لفظ مشی دلالت کر رہا ہے مصدری معنیٰ پر، تو لفظ کا جز معنیٰ کے جز پر دلالت کر رہا ہے، لہٰذا مرکب ہے، بخلاف یمشی دونوں ہے، اس لئے کہ زمانہ پر دلالت کر رہا ہے اور کلمہ اس لئے کہ مفرد ہے، اس لئے کہ "یہ" متعین فاعل پر دلالت نہیں کر رہی ہے، تو لفظ کا جز معنیٰ پر دلالت نہیں کر رہا ہے، لہٰذا یہ مفرد ہے۔

سوال نمبر (۲۶)، سلم العلوم: ص (۱۴) (امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ)

وَمِنْ خَوَاصِّهِ الْحُكْمُ عَلَيْهِ وَقَوْلُهُمْ مِنْ حَرْفُ جَرٍّ وَضَرَبَ فِعْلٌ مَاضٍ لَايَرِدُ فَإِنَّهُ حُكْمٌ عَلَى نَفْسِ الصَّوْتِ لَاعَلَى مَعْنَاهُ وَالْمُخْتَصُّ بِهِ هُوَ هٰذَا وَالْأَوَّلُ يَجْرِيْ فِي الْمُهْمَلَاتِ أَيْضًا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت میں ذکر کردہ اعتراض و جواب دونوں کو قلمبند کریں۔ (ج): والاوّل الــخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور اسم کے خواص میں سے محکوم علیہ ہونا ہے اور ان کا قول من حرفِ جر ہے اور ضــرب فعل مـاض ہے۔ سابقہ دعوے پر اعتراض وارد نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ حکم آواز پر ہے نہ کہ معنیٰ پر اور وہ چیز اسم کے ساتھ خاص ہے وہ یہی ہے (معنیٰ کے اعتبار سے محکوم علیہ ہونا) اور پہلی چیز تو محصلات میں بھی جاری ہوتی ہے۔

(ب): عبارت میں ذکر کردہ اعتراض و جواب دونوں ملاحظہ ہوں: اسم کے بہت خاصے ہیں ان میں سے مصنفؒ ایک کو بیان کر رہے ہیں مابعد کی عبارت کو مربوط کرنے کے لیے۔ خاصہ کہتے ہیں جو کسی شئ میں پائی جائے اور اس کے علاوہ میں نہ پائی جائے۔ اسم کا خاصہ محکوم علیہ ہونا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے جس کا جواب مصنفؒ نے وقولهم سے دیا ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ اسم کا خاصہ محکوم علیہ ہوتا ہے یہ درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ خاصہ کہتے ہیں جو کسی شئ میں پائی جائے اور اس کے علاوہ میں نہ پائی جائے، حالانکہ میں دو مثالیں دیتا ہوں جن میں ایک جگہ حرف محکوم علیہ ہے اور ایک جگہ فعل محکوم علیہ ہے۔

حرف کی مثال: من حرف جر، من حرفِ جر ہے تو من محکوم علیہ ہے۔

فعل کی مثال: ضرب فعل ماض، ضرب فعل ماضی ہے ضرب محکوم علیہ ہے اور فعل ماضی محکوم بہ ہے۔

جواب: محکوم علیہ کے دو اعتبار ہیں: (۱) محکوم علیہ لفظی یعنی صرف تلفظ کے اعتبار سے محکوم علیہ ہو (۲) محکوم علیہ معنوی، تو اسم کا خاصہ ہونا محکوم علیہ معنوی ہے اور فعل و حرف کا محکوم علیہ ہونا یہ لفظی ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آ رہا ہے اور جو لازم آ رہا ہے وہ مراد نہیں ہے اسی کو مصنفؒ نے والمختص به هو هذا سے بیان کیا ہے۔

(ج): والاوّل الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو: قولهٗ: الاوّل: سے مصنفؒ بطورِ ترقی یہ کہتے ہیں کہ لفظی اعتبار سے محکوم علیہ ہونا موضوع تو موضوع مہملات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں بھی جاری ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: جسق مھمل، جسق مھمل نے اس میں جسق محکوم علیہ ہے، جو کہ مہمل ہے۔

سوال نمبر (۲۷)، سلم العلوم: ص (۱۴) (امتحان ششماہی ۱۴۲۹ھ)

وَأَيْضًا إِنِ اتَّحَدَ مَعْنَاهُ فَمَعَ تَشَخُّصِهٖ جُزْئِيٌّ وَبِدُوْنِهٖ مُتَوَاطٍ إِنْ تَسَاوَتْ أَفْرَادُهٗ فِي الصِّدْقِ وَإِلَّا فَمُشَكِّكٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): دلیلِ حصر کی اس طرح وضاحت کریں کہ تمام تعریف واضح ہو جائے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور نیز اگر مفرد کے معنیٰ واحد ہیں تو اس معنیٰ کے تعین کے ساتھ جزئی ہے اور تعین کے بغیر متواطی ہے اگر اس کے افراد صادق آنے میں برابر ہوں، ورنہ مشکک ہے۔

(ب): دلیلِ حصر کی اس طرح وضاحت کہ تمام تعریف واضح ہو جائے ملاحظہ فرمائیں:
ماقبل میں مصنفؒ نے مفرد کی استقلالِ معنیٰ اور عدمِ استقلالِ معنیٰ کے اعتبار سے تقسیم کی تھی اب وحدتِ معنیٰ اور کثرتِ معنیٰ کے اعتبار سے تقسیم کر رہے ہیں۔

دلیلِ حصر کی تقریر: مفرد دو حال سے خالی نہیں معنیٰ ایک ہوں گے یا زیادہ اگر ایک ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک معنیٰ متشخص ہوگی یا نہیں اگر متشخص ہے تو جزئی اور اگر متشخص نہیں ہے؛ بلکہ بہت سارے افراد پر صادق آتا ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں، تمام افراد پر برابر برابر صادق آتا ہے یا نہیں؟ اگر برابر برابر صادق آتا ہے تو متواطی ورنہ مشکک۔

وجہ تسمیہ: کلی متواطی کو متواطی اس لیے کہتے ہیں کہ متواطی تواطو سے مشتق ہے اس کے معنیٰ ہیں برابری۔ یہ معنیٰ اپنے ارادپر برابر برابر صادق آتا ہے؛ اس لیے اس کا نام متواطی ہے۔

کلی مشکک کو مشکک اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہیں شک میں ڈالنے والا؛ چونکہ یہ دیکھنے والوں کو شک میں ڈال دیتا ہے کہ متواطی ہے یا مشترک؛ اس لیے کہ اس میں دو چیزیں ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وحدت معنیٰ، اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلی متواطی ہے۔ دوسرا اپنے افراد پر کمی زیادتی کے ساتھ صادق آنا ہے، اس اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہے؛ اس لیے مشترک ہے، تو اپنے دیکھنے والوں کو شک میں ڈال دیتا ہے؛ اس لیے مشکک کہتے ہیں۔

سوال نمبر (۲۸)، سلم العلوم: ص (۱۵) (خودساختہ)

وَيَدْخُلُ فِيْهِ الْمُضْمَرَاتُ وَأَسْمَاءُ الْإِشَارَاتِ فَإِنَّ الْوَضْعَ فِيْهَا إِنْ كَانَ عَامًّا لٰكِنَّ الْمَوْضُوْعَ لَهٗ خَاصٌّ لَهٗ عَلٰى مَاهُوَ التَّحْقِيْقُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی توضیح پیش کریں۔ (ج): وضع کی کتنی قسمیں ہیں؟ قلمبند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور جزئی کی تعریف میں ضمائر اور اسمائے اشارات داخل ہیں؛ اس لیے کہ ان میں وضع اگرچہ عام ہے؛ لیکن جس کے لیے وضع کیے ہیں وہ خاص ہے، یہی بات تحقیق کے مطابق ہے۔

(ب): عبارت کی توضیح ملاحظہ فرمائیں: ضمیریں اور اسماءِ اشارات جزئی میں داخل ہیں یا نہیں؟

حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جزئی میں داخل نہیں ہیں؛ اس لئے کہ ان تمام کو وضع کیا گیا ہے، ایک امر کلی کے لئے اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی استعمال ہوگا تو جزئی میں ہوگا مثلاً أنا ضمیر متکلم اس کو وضع کیا گیا ہے متکلم کے لئے اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی استعمال ہوگا تو متکلم میں اور ہر متکلم مشخص نہیں ہے اور جب مشخص نہیں ہے تو جزئی بھی نہیں ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ تمام جزئی میں داخل ہیں۔

دلیل سے پہلے بطورِ تمہید چند باتیں ملاحظہ فرمائیں:

(ج): وضع کی قسمیں ملاحظہ فرمائیں: وضع کی چار قسمیں ہیں: (۱) وضع خاص ہو، موضوع لہٗ بھی خاص ہو، جیسے: لفظ زید کو وضع کیا گیا ہے ذاتِ زید کے لئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۲) وضع عام ہو اور موضوع لہ بھی عام ہو جیسے اسم فاعل کو وضع کیا گیا ہے ہر اس ذات کے لئے جس کے ساتھ قائم ہو۔

(۳) وضع خاص ہو اور موضوع لہ عام ہو جیسے: لفظ انسان کو وضع کیا گیا ہے کلی کے لئے۔

(۴) وضع عام ہو اور موضع لہ خاص ہو یعنی وہ خاص ہے جیسے "أنا" لفظ کو جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا؛ لیکن جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا وہ خاص ہے یعنی متکلم جیسے "أنا" جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا، لیکن جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے وہ خاص ہے۔ اسی طرح ہٰذا جب وضع کیا گیا تو عموم کا لحاظ کیا گیا؛ لیکن جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا وہ خاص ہے یعنی قریب کے لئے۔

اب سنیے! مصنفؒ کہتے ہیں کہ ضمائر اور اسماءِ اشارات میں وضع اگر چہ عام ہے؛ لیکن موضوع لہ خاص ہے اور جب موضوع لہ خاص ہے تو معنیٰ متشخص ہو گئے اور جس کے معنیٰ متشخص ہوں وہ جزئی، لہٰذا یہ تمام کے تمام جزئی ہیں۔ علیٰ ما ہو التحقیق

سوال نمبر (۲۹)، سلم العلوم: ص (۱۵) (امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ)

وَحَصَرُ وَالتَّفَاوُتَ فِي الْأَوْلَوِيَّةِ وَالْأَوَّلِيَّةِ وَالشِّدَّةِ وَالزِّيَادَةِ وَلَاتَشْكِيكَ فِي الْمَاهِيَاتِ وَلَافِي الْعَوَارِضِ بَلْ فِي إِتِّصَافِ الْأَفْرَادِ بِهَا فَلَاتَشْكِيكَ فِي الْجِسْمِ وَلَافِي السَّوَادِ بَلْ فِيْ أَسْوَدَ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے بتایئے کہ تفاوت کی کتنی صورتیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف لکھیے۔

(ج): ولاتشكيك في الماهيات سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور مناطقہ نے تفاوت کو اولویت اور اولیت اور شدت اور زیادہ میں منحصر کیا ہے اور تشکیک ماہیت میں نہیں ہے اور نہ عوارض میں ہے؛ بلکہ افراد کے عوارض کے ساتھ متصف ہونے میں ہے، لہٰذا جسم میں تشکیک نہیں ہے اور سواد میں تشکیک نہیں ہے؛ بلکہ اسود میں تشکیک ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب):عبارت کا مطلب نیز تفاوت کی صورتیں مع تعریف ملاحظہ فرمائیں: مشکک میں تشکیک ہوتی ہے اور تشکیک کہتے ہیں تفاوت کو تو مشکک میں تفاوت ہوتا ہے اسی تفاوت کو مصنفؒ بیان کر رہے ہیں۔

اس کی چار صورتیں ہیں: (۱) تشکیک بالاولویۃ (۲) تشکیک بالاولیۃ (۳) تشکیک بالشدت (۴) تشکیک بالزیادۃ

تشکیک بالاولویت: تشکیک بالاولویۃ کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر بلاواسطہ صادق آئے اور بعض پر بالواسطہ صادق آئے جیسے روشنی ایک کلی ہے سورج کی روشنی پر بلاواسطہ صادق آتا ہے اور چاند کی روشنی پر بالواسطہ۔

تشکیک بالاولیت: تشکیک بالاولیت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر علت ہونے کے اعتبار سے اور بعض پر معلول ہونے کے اعتبار سے صادق آئے۔ جیسے وجود ایک کلی ہے اللہ کے وجود پر علت کے اعتبار سے اور مخلوق کے وجود پر معلول کے اعتبار سے صادق آتا ہے۔

تشکیک بالشدت: تشکیک بالشدت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر کیفیت کے اعتبار سے زیادتی کے ساتھ اور بعض پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ جیسے سفیدی ایک کلی ہے برف پر زیادتی کے ساتھ اور ہاتھی کے دانت پر کمی کے ساتھ صادق آتی ہے۔

تشکیک بالزیادت: تشکیک بالزیادت کہتے ہیں کلی اپنے بعض افراد پر کمیت کے اعتبار سے زیادتی کے ساتھ صادق آئے اور بعض پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ جیسے: میٹر ایک کلی ہے دس میٹر پر زیادتی کے ساتھ اور پانچ میٹر پر کمی کے ساتھ صادق آتا ہے۔

(ج):و لاتشکیک الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو: و لاتشکیک في الماهيات: اس عبارت سے مصنفؒ محل تشکیک کو بیان کر رہے ہیں۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ ماہیت میں تشکیک نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے کہ ماہیت من حیث ہی ہی اپنے افراد کی طرف نظر کرتے ہوئے برابر ہے۔ جیسے انسان اپنے افراد زید، عمرو وغیرہ کی طرف نظر کرتے ہوئے برابر ہے اور عوارض میں بھی تشکیک نہیں ہے؛ بلکہ بعض عوارض جب ماہیت کے ساتھ ملتے ہیں تو اس ملنے میں تشکیک ہوتی ہے مثلاً جسم میں تشکیک نہیں، سواد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں تشکیک نہیں ہے؛ بلکہ جب سواد جسم کے ساتھ ملے گا تو اب تشکیک ہوگی بعض زیادہ کالا ہوگا اور بعض کم کالا ہوگا۔ اسی کو مصنفؒ نے بل في اسود سے بیان کیا ہے۔

سوال نمبر (۳۰)، سلم العلوم: ص (۱۶) (امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ)

وَإِنْ كَثُرَ فَإِنْ وُضِعَ لِكُلٍّ إِبْتِدَاءً فَمُشْتَرَكٌ وَإِلَّا فَإِنِ اشْتُهِرَ فِي الثَّانِيْ فَمَنْقُوْلٌ وَإِلَّا فَحَقِيْقَةٌ وَمَجَازٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): دلیلِ حصر بیان کریں۔
(ج): مطلب بیان کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور اگر مفرد کے معنیٰ زیادہ ہوں تو اگر ہر معنیٰ کے لیے ابتداء الگ الگ وضع کیا گیا ہے تو وہ مشترک ہے ورنہ اگر دوسرے معنیٰ میں مشہور ہو گیا ہے تو منقول ہے ورنہ حقیقت اور مجاز ہے۔

وضاحت: ماقبل میں مفرد کے معنیٰ ایک ہوں اس کی دلیل حصر بیان کی گئی تھی۔ اب مفرد کے معنیٰ اگر زیادہ ہوں اس کو بیان کر رہے ہیں۔

(ب): دلیلِ حصر ملاحظہ فرمائیں: مفرد کے معنیٰ اگر ایک سے زیادہ ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہر معنیٰ کے لیے الگ الگ وضع کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر ہر معنیٰ کے لیے الگ الگ وضع کیا گیا ہے تو اسے مشترک کہتے ہیں اور اگر ہر معنیٰ کے لیے الگ الگ وضع نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ پہلے ایک معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا تھا پھر کسی مناسبت کی بنا پر دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا تو اب دو حال سے خالی نہیں، پہلے معنیٰ متروک ہوں گے اور دوسرے معنیٰ مشہور، اگر پہلا معنیٰ متروک اور دوسرا معنیٰ مشہور ہو گیا ہے تو اسے منقول کہتے ہیں اور اگر پہلا معنیٰ متروک نہیں ہوا ہے؛ بلکہ کبھی پہلے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی دوسرے معنیٰ میں بھی تو اگر پہلے معنیٰ میں استعمال ہو تو اس کو حقیقت کہتے ہیں اور اگر دوسرے معنیٰ میں استعمال ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں۔

(ج): مطلب ملاحظہ ہو: مطلب دلیلِ حصر کے تحت بیان ہو چکا ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۱)، سلم العلوم: ص (۱٦) (امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ)

وَالْحَقُّ أَنَّهُ وَاقِعٌ حَتّٰى بَيْنَ الضِّدَّيْنِ لٰكِنْ لَا عُمُوْمَ فِيْهِ حَقِيْقَةً.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں؛ نیز مصنف نے اس عبارت سے کس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور حق یہ ہے کہ مشترک واقع ہے حتیٰ کہ ضدین کے درمیان بھی لیکن معنیٰ حقیقی کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کا عموم نہیں ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیں: اس عبارت سے مصنفؒ مشترک کے بارے میں پانچ اختلاف کو بیان کر رہے ہیں۔ مشترک ممکن ہے یا نہیں، اگر ممکن ہے تو واقع ہے یا نہیں، اگر واقع ہے تو بین الضدین ہے یا نہیں، اگر بین الضدین ہے تو اس میں عموم ہے یا نہیں، اگر عموم ہے تو عموم حقیقۃ ہے یا مجازاً۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مشترک ممکن نہیں ہے؛ اس لیے کہ الفاظ کو وضع کیا گیا ہے متعین معنیٰ پر دلالت کرنے کے لیے اور جب اس کے بہت معانی ہیں تو متعین معنیٰ پر دلالت نہیں کرے گا اور جب متعین معنیٰ پر دلالت نہیں کرے گا تو وضع کا فائدہ بھی نہیں ہوگا؛ اس لیے مشترک ممکن نہیں؛ لیکن مصنفؒ کہتے ہیں کہ مشترک ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ وضع کا فائدہ نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک وقت میں قرینہ کی وجہ سے ایک ہی معنیٰ پر دلالت کرے گا، لہٰذا وضع کا فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ تیسرا اختلاف یہ تھا کہ بین الضدین واقع ہے یا نہیں، مصنفؒ کہتے ہیں کہ بین الضدین واقع ہے قرآن پاک میں لفظ قروء آیا ہے، جو حیض وطہر کے درمیان مشترک ہے۔ چوتھا اختلاف یہ تھا کہ عموم ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ مجازاً عموم ہے۔

مصنف نے اس عبارت سے کس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے؟ مصنف نے اس عبارت سے کس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے؟ مطلب کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۲)، سلم العلوم: ص (۱۶) (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

وَالْمُرْتَجَلُ قِيلَ مِنَ الْمُشْتَرَكِ وَقِيلَ مِنَ الْمَنْقُولِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): سوال و جواب کو وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور مرتجل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مشترک کے قبیل سے ہے اور بعض نے کہا کہ منقول کے قبیل سے ہے۔

(ب): سوال و جواب وضاحت کے ساتھ ملاحظہ ہو: سوال: آپ نے کثرت معنیٰ کے اعتبار سے مفرد کو چار قسموں میں منحصر کر دیا؛ حالانکہ اس کی پانچویں قسم اور ہے وہ مرتجل ہے۔ مرتجل کہتے ہیں کہ لفظ کو پہلے ایک معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہو پھر بغیر مناسبت کے دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً لفظ جعفر کو وضع کیا گیا تھا چھوٹی ندی کے لیے پھر آدمی کا نام رکھ دیا گیا اور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

جواب: مرتجل ان چار قسموں کے علاوہ پانچویں قسم نہیں ہے؛ بلکہ ان ہی چاروں میں سے کسی میں داخل ہے، بعض نے کہا کہ مشترک میں داخل ہے اور بعض نے کہا کہ منقول میں داخل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مشترک میں داخل ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک لفظ کو ایک معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا تھا پھر بغیر کسی مناسبت کے دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا تو گویا وہ دو معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور جو لفظ دو معنیٰ کے لیے وضع کیا جائے وہ مشترک ہوگا ہے لہٰذا یہ مشترک ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ منقول میں داخل ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب لفظ کو وضع کیا گیا ایک معنیٰ کے لیے پھر منتقل ہو کر دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا تو اس میں نقل پایا گیا اور جس میں نقل پایا جائے وہ منقول ہتا ہے، لہٰذا یہ منقول میں داخل ہے۔

سوال نمبر (۳۳)، سلم العلوم: ص (۱۷) (خودساختہ)

وَلَا يُشْتَرَطُ سَمَاعُ الْجُزْئِيَّاتِ نَعَمْ يَجِبُ سَمَاعُ أَنْوَاعِهَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: مجاز مرسل کے لیے جزئیات کا سننا ضروری نہیں ہے ہاں علاقہ کے اقسام کا سننا ضروری ہے۔

(ب): پوری عبارت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: یہ ایک اختلافی مسئلہ کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ لفظ کو معنیٰ مجازی میں استعمال کرنے کے لیے صرف علاقہ کا پایا جانا ضروری ہے یا یہ بھی ضروری ہے کہ عربوں نے پہلے اس لفظ کو اس معنیٰ میں استعمال کیا ہو۔ مثلاً طول ایک علاقہ ہے اسکی وجہ سے اہلِ عرب لمبے انسان کو نخلہ کہتے ہیں، تو کیا ہر لمبی چیز کو نخلہ کہہ سکتے ہیں یا یہ ضروری ہے کہ اہلِ عرب نے وہاں استعمال کیا ہو۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اہلِ عرب سے سننا ضروری ہے، لہٰذا ہر لمبی چیز کو نخلہ نہیں کہہ سکتے ہیں اس کے برخلاف مصنفؒ کہتے ہیں کہ اہلِ عرب سے سننا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ جہاں علاقہ پایا جائے وہاں مجازی معنیٰ مراد لے سکتے ہیں؛ البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ آپ جس علاقہ کی وجہ سے مجازی معنیٰ مراد لے رہے ہیں اہلِ عرب نے اس علاقہ کا اعتبار کیا ہو۔

سوال نمبر (۳۴)، سلم العلوم: ص (۱۷) (امتحان سالانہ ۱۴۳۷ھ)

وَالْـمَجَازُ بِالذَّاتِ اِنَّمَا هُوَ فِي الْاِسْمِ وَاَمَّا الْفِعْلُ وَسَائِرُ الْمُشْتَقَّاتِ وَالْاَدَاتِ فَاِنَّمَا يُوْجَدُ فِيْهَا بِالتَّبْعِيَّةِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ مجاز کے پائے جانے کی کل کتنی صورتیں ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور بلا واسطہ مجاز اسم میں ہے اور بہر حال فعل اور تمام مشتقات اور ادات تو ان میں بالواسطہ پایا جاتا ہے۔

(ب): مطلب نیز مجاز کے پائے جانے کی کل کتنی صورتیں ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: مجاز کے پانے کی دو صورتیں ہیں: بلا واسطہ، بالواسطہ، اسم میں بلا واسطہ پایا جاتا ہے۔ اور فعل و تمام مشتقات اور ادات میں بالواسطہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مجاز اصلاً مادہ میں ہوتا ہے اور اسم کے اندر صرف مادہ ہے؛ اس لیے اسم میں بلا واسطہ پایا جائے گا، فعل اور تمام مشتقات میں دو چیزیں ہیں، مادہ اور ہیئت، تو مجاز فعل میں پہلے مادہ میں مادہ ہوگا اور مادہ کے واسطہ سے ہیئت میں ہوگا؛ اس لیے فعل و تمام مشتقات میں بالواسطہ ہے۔ رہا ادات تو اس کے معنیٰ مستقل نہیں ہیں؛ اس لیے اس میں مجاز اسم کے واسطہ سے ہوگا؛ اس لیے ادات میں مجاز بالواسطہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر (۳۵)، سلم العلوم: ص (۱۷) (امتحان ششماہی ۱۴۲۰ھ)

وَتَكَثُّرُ اللَّفْظِ مَعَ اتِّحَادِ الْمَعْنٰى: مُرَادِفَةٌ. وَذٰلِكَ وَاقِعٌ لِتَكَثُّرِ الْوَسَائِلِ، وَالتَّوَسُّعِ فِي مَحَالِ الْبَدَائِعِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی ایسی تشریح کریں کہ لفظ کی نسبت معنیٰ کی طرف کرنے میں تمام صورتیں واضح ہوجائیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور معنیٰ کے متحد ہونے کے باوجود الفاظ کا کثیر ہونا مرادفت ہے اور یہ واقع ہے وسائل میں کثرت اور محل بدیع میں وسعت پیدا ہونے کی وجہ سے۔

(ب): عبارت کی ایسی تشریح کہ لفظ کی نسبت معنیٰ کی طرف کرنے میں تمام صورتیں واضح ہوجائیں ملاحظہ فرمائیں: جب لفظ کی نسبت معنیٰ کی طرف کی جائے تو چار صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) لفظ ایک ہو، معنیٰ ایک ہو (۲) لفظ بھی کثیر ہو، معنیٰ بھی کثیر ہو
(۳) لفظ ایک ہو، معنیٰ زیادہ ہو (۴) لفظ زیادہ ہو، معنیٰ ایک ہو۔

مصنفؒ نے اسی آخری صورت کو یہاں سے بیان کیا ہے اگر الفاظ زیادہ ہوں اور معنیٰ ایک ہوں تو اسے ترادف کہتے ہیں اور ان الفاظ کو آپس میں مترادف کہتے ہیں۔ جیسے: جلوس، قعود۔

وذلک واقع: سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ، بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ترادف ممکن نہیں ہے اور اگر ممکن ہے تو واقع نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ الفاظ کو وضع کیا گیا ہے معانی پر دلالت کرنے کے لیے اور ایک لفظ ایک معنیٰ پر دلالت کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے لیے کافی ہے تو دوسرے لفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ ترادف واقع ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ دوسرا لفظ بے کار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے لفظ کے بہت فائدے ہیں۔ مثلاً:

(۱) وسائل میں کثرت ہو جاتی ہے یعنی الفاظ تکلم کے لیے آلہ و وسیلہ ہوتے ہیں، اس آلہ وسیلہ میں کثرت ہو جاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ مخاطب کو ناگوار معلوم ہوتا ہے، اب اگر اس معنیٰ کو ادا کرنے کے لیے دوسرا لفظ نہ ہو تو فساد کا خوف ہے۔ مثال کے طور پر ماں کے بھائی کو اور باپ کا سالہ کہا جائے تو ناراض ہو جائے گا اور اگر ماموں کہا جائے تو خوش ہوگا۔ اسی طرح تقریر کرتے ہوئے کبھی مقرر بھول جاتا ہے اب اگر اس معنیٰ کو ادا کرنے کے لیے ایک ہی لفظ ہو تو شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔

(۲) محسناتِ بدیعیہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک صنعت ہے مجانست کا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دو لفظ ہوں اور دونوں ہم شکل ہوں؛ لیکن دونوں کے معنیٰ الگ الگ ہوں اس سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ جیسے: اشتریتُ البُر وانفقته فی البر میں نے گیہوں خریدا اور نیکی میں خرچ کیا۔ البُر اور البر دونوں ہم شکل ہیں؛ لیکن دونوں کے معنیٰ الگ الگ ہیں، اسے صنعت مجانست کہتے ہیں، اب اگر گیہوں کے معنیٰ کو ادا کرنے کے لیے ایک ہی لفظ حنطہ ہی ہوتا، تو صنعت مجانست نہیں پائی جاتی۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ترادف کے بہت فائدے ہیں۔

سوال نمبر (٣٦)، سلم العلوم: ص (١٨) (خودساختہ)

وَلَايَجِبُ فِيهِ قِيَامُ كُلِّ مَقَامٍ آخَرَ وَإِنْ كَانَا مِنْ لُغَةٍ فَإِنَّ صِحَّةَ الضَّمِّ مِنَ الْعَوَارِضِ يُقَالُ صَلَّى عَلَيْهِ وَلَادَعَاعَلَيْهِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کرتے ہوئے بتائیے کہ لایجب یہاں کس معنیٰ میں ہے؟

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور ترادف میں ہر مرادف کا دوسرے کے قائم مقام ہونا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ضروری نہیں ہے، اگرچہ دونوں ایک ہی زبان کے ہوں کیونکہ ترکیب کی صحت عوارض میں سے ہے کہا جاتا ہے صلی اللہ علیہ اور دعا علیہ نہیں کہا جا سکتا۔

(ب): عبارت کا مطلب نیز لایجب یہاں کس معنیٰ میں ہے؟ ملاحظہ ہو: لایجب، لایصح کے معنیٰ میں ہے۔ مثلاً قعود کی جگہ جلوس، تو اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ اگر مترادفین صلہ سے خالی ہیں تو ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا جائز ہے۔ مثلاً شمار کرتے وقت اسد کی جگہ غضنفر کا استعمال کرنا جائز ہے؛ لیکن اختلاف اس صورت میں ہے جب مترادفین صلہ سے مل کر مرکب ہوگئے ہوں۔ علامہ ابن حاجبؒ کہتے ہیں کہ جائز ہے؛ لیکن مصنفؒ کی رائے ہے کہ اگر صلہ سے مل کر مرکب ہوگیا ہے تو اگرچہ ایک زبان میں ہو، جائز نہیں ہے کیوں؟

اس لیے کہ صلہ عارض ہوتا ہے اور عارض کے بدلنے سے معروض کے معنیٰ بدل جاتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ معنیٰ میں تبدیلی ہوگئی ہو جب معنیٰ میں تبدیلی ہوگئی ہے، تو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً صلی اور دعاء دونوں مترادف ہیں؛ لیکن دعا کا صلہ اگر علیٰ آتا ہے تو بددعاء کے معنیٰ ہوتے ہیں اب ظاہر سی بات ہے کہ مقام دعا میں صلی علیہ کہہ سکتے ہیں؛ لیکن دعا علیہ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صلہ سے مرکب ہوجانے کے بعد مترادفین میں سے ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر (۳۷)، سلم العلوم: ص (۱۸) (امتحان سالانہ ۱۴۳۱ھ)

فَقَوْلُ الْقَائِلِ: كَلَامِي هٰذَا كَاذِبٌ: لَيْسَ بِخَبَرٍ، لِأَنَّ الْحِكَايَةَ عَنْ نَفْسِهٖ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ. وَالْحَقُّ: أَنَّهٗ بِجَمِيْعِ أَجْزَائِهٖ مَأْخُوْذٌ فِي جَانِبِ الْمَوْضُوْعِ، فَالنِّسْبَةُ مَلْحُوْظَةٌ مُجْمَلًا، فَهِيَ الْمَحْكِيُّ عَنْهَا، فَهِيَ الْمَحْكِيُّ عَنْهَا، مِنْ حَيْثُ تَعَلُّقُ الْإِيْقَاعِ بِهَا مَلْحُوْظَةٌ تَفْصِيْلًا، فَهِيَ الْحِكَايَةُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت میں ذکر کردہ اعتراض وجواب کی وضاحت فرمائیں۔ (ج): درجہ اجمال اور درجہ تفصیل کسے کہتے ہیں؟ سپرد قرطاس فرمائیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:(الف):ترجمۃ العبارۃ: تو قائل کا قول: کلامي هذا کاذب خبر نہیں ہے؛اس لیے کہ اپنی ہی ذات کی حکایت بیان کرنا غیر معقول ہے۔اور حق بات یہ ہے کہ اپنے تمام اجزاء کے ساتھ موضوع کی جانب ماخوذ ہے پس نسبت اجمالی کے طور پر ملحوظ ہے اور یہی محکی عنہ ہے اور ایقاع کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کی حیثیت سے تفصیل اعتبار سے ملحوظ ہے اور یہی حکایت ہے۔

(ب):عبارت میں ذکر کردہ اعتراض و جواب ملاحظہ فرمائیں: اعتراض: ماقبل میں آپ نے کہا کہ خبر کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں:

(۱) حکایت (۲) محکی عنہا

میں ایک مثال دیتا ہوں جس میں حکایت ہے تو محکی عنہا نہیں ہے اور محکی عنہا ہے تو حکایت نہیں ہے۔مثلاً: کوئی شخص بولتا ہے: کلامی هذا کاذب میری یہ بات جھوٹی ہے، ہٰذا سے اشارہ کرتے ہیں کہ یہی کلام مراد ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی دوسرا کلام نہیں ہے تو اگر حکایت ہے تو محکی عنہا کہاں ہے اور اگر محکی عنہا ہے تو حکایت کہاں ہے، لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ خبر کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں صحیح نہیں۔

اس کا ایک جواب محقق دوانی نے دیا کہ یہ خبر ہی نہیں؛ اس لیے کہ اپنی ہی ذات کی حکایت لازم آتی ہے اور یہ خلافِ عقل ہے۔مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے؛ اس لیے والحق سے جواب دے رہے ہیں۔

جواب: آپ کا خبر ہونے سے انکار کر دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ مبتدا و خبر موجود ہے حق بات یہ ہے کہ کلامی ہٰذا کاذب کے دو درجے ہیں: درجہ اجمال. درجہ تفصیل

(ج):درجہ اجمال اور درجہ تفصیل کسے کہتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں: درجہ اجمال: درجہ اجمال کہتے ہیں موضوع، محمول و نسبت حکمیہ کا ایک ساتھ اعتبار کیا جائے۔اور اسے قضیہ مجملہ بنا دیا جائے۔

درجہ تفصیل: درجہ تفصیل کہتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ اعتبار کیا جائے، تو درجہ اجمال میں محکی عنہا ہے اور درجہ تفصیل میں حکایت ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۸)، سلم العلوم: ص (۱۹) (امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ)

اَلْمَفْهُوْمُ إِنْ جَوَّزَ الْعَقْلُ تَكَثُّرَهٗ، مِنْ حَيْثُ تَصَوُّرِهٖ، فَكُلِّيٌّ وَإِلَّا فَجُزْئِيٌّ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کا مطلب، مفہوم، کلی، جزئی کی تعریف کریں؛ نیز عبارت کا مطلب لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: مفہوم کے تکثر کو اگر عقل بحیثیت تصور جائز قرار دے تو وہ کلی ہے ورنہ وہ جزئی ہے۔

(ب): عبارت کا مطلب نیز مفہوم، کلی، جزئی کی تعریف ملاحظہ ہوں: منطق کا موضوع معرِّف وقولِ شارح ہیں اور یہ دونوں کلیات پر موقوف ہیں؛ اس لیے یہاں سے کلیات وجزئیات کی بحث شروع کر رہے ہیں۔ انسان کے ذہن میں جو بات آتی ہے اسے مفہوم کہتے ہیں، مفہوم کی دو قسمیں ہیں: کلی اور جزئی۔

کلی: ایسے مفہوم کو کہتے ہیں، جس میں عقل محض تصور کے اعتبار سے تکثر کو جائز قرار دے۔

جزئی: ایسے مفہوم کو کہتے ہیں، جس میں عقل تکثر کو جائز قرار نہ دے۔

کلی کی افراد کی طرف نسبت کرتے ہوئے چند قسمیں ہیں۔

دلیلِ حصر: کلی کے افراد کا خارج میں پایا جانا ممکن ہوگا یا ممتنع، اگر ممتنع ہے تو پہلی قسم جیسے: شریک الباری اور اگر ممکن ہے تو دو حال سے خالی نہیں، پایا جاتا ہے یا نہیں، اگر نہیں پایا جاتا ہے تو دوسری قسم جیسے عنقاء، اور اگر پایا جاتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ایک یا ایک سے زیادہ، اگر ایک ہے تو دو حال سے خالی نہیں، زیادہ ممکن ہے یا نہیں، اگر زیادہ ممکن نہیں ہے تو تیسری قسم جیسے واجب الوجود، اور اگر زیادہ ممکن ہے تو چوتھی قسم جیسے سورج، اور اگر زیادہ پایا جا رہا ہے تو دو حال سے خالی نہیں، متناہی ہے غیر متناہی، اگر متناہی ہے تو پانچویں قسم جیسے ستارے، اور اگر غیر متناہی ہے تو چھٹی قسم۔ جیسے باری تعالیٰ کی معلومات۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۳۹)، سلم العلوم: ص (۱۹) (امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ)

فَمَحْسُوْسُ الطِّفْلِ فِيْ مَبْدَأِ الْوِلَادَةِ، وَشَيْخٍ ضَعِيْفِ الْبَصَرِ، وَالصُّوْرَةُ الْخَيَالِيَّةُ مِنَ الْبَيْضَةِ الْمُعَيَّنَةِ: كُلُّهَا جُزْئِيَّاتٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): یہ عبارت کس سوال کا جواب ہے؟ سوال و جواب دونوں کو قلمبند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: تو ابتداء ولادت کے زمانہ میں بچہ کا محسوس کرنا اور ضعیف البصر بوڑھے کا محسوس کرنا، وہ صورتِ خیالیہ جو متعینہ بیضہ سے حاصل ہوئی ہے تمام کی تمام جزئی ہیں۔

(ب): یہ عبارت کس سوال کا جواب ہے؟ سوال و جواب دونوں کو ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کلی کی تعریف مانع نہیں اور جزئی کی تعریف جامع نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ نے جزئی کی تعریف کی، جزئی وہ مفہوم ہے کہ عقل اس کے تکثر کو جائز قرار نہ دے یعنی کثیر پر صادق نہ آتا ہو؛ حالانکہ کئی مثالیں دیتا ہوں جس میں جزئی کثیرین پر صادق آ رہی ہے، تو جب جزئی کثیرین پر صادق آ رہی ہے تو جزئی ہونے سے نکل گئی، تو جزئی کی تعریف جامع نہیں رہی اور جب جزئی کلی میں داخل ہوگئی تو کلی کی تعریف مانع نہیں رہی۔

(۱) ایک بچہ ہے جب اس کی ماں اسے گود میں لیتی ہے تو اسے ماں سمجھتا ہے پھر اس کی خالہ لیتی ہے تو اسے بھی ماں سمجھتا ہے پھر اس کی بہن لیتی ہے اسے بھی ماں سمجھتا ہے، تو ماں جزئی ہے جو کثیرین پر صادق آ رہی ہے۔

(۲) ایک کمزور نگاہ شخص نے دُور سے آتے ہوئے کسی کو دیکھا اور گمان کیا کہ زید ہے پھر جب کچھ قریب آیا تو گمان کیا کہ عمرو ہے پھر قریب آ گیا تو یقین سے جانا کہ زید ہی ہے تو دیکھئے زید جزئی ہے، مگر کثیرین پر صادق آ رہا ہے۔

(۳) ایک آدمی کے پاس انڈا ہے دوسرے نے اس کی آنکھ بند کر کے پوچھا، یہ کیا ہے؟ وہ کہتا ہے یہ انڈا ہے پھر اس نے اس انڈے کو ہٹا کر دوسرا انڈا رکھ دیا پھر پوچھا، یہ کیا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وہ کہتا ہے وہی انڈا ہے پھر اس نے ایسا ہی کیا تو انڈا جزئی ہے جو کثیرین پر صادق آرہا ہے۔

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ تکثر کی دو قسمیں ہیں: (۱) تکثر علیٰ سبیل الاجتماع یعنی ایک ساتھ کثیرین پر صادق آئے۔ (۲) تکثر علیٰ سبیل البدلیت، الگ الگ کثیرین پر صادق آئے۔ کلی میں تکثر سے مراد تکثر علیٰ سبیل الاجتماع ہے اور یہاں لازم علیٰ سبیل البدلیت آرہا ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔

سوال نمبر (۴۰) سلم العلوم: ص (۲۰) (امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ مَشْهُوْرٌ: وَهُوَ أَنَّ الصُّوْرَةَ الْخَارِجِيَّةَ لِزَيْدٍ، وَالصُّوْرَةَ الْحَاصِلَةَ مِنْهُ فِي أَذْهَانِ طَائِفَةٍ، تَصَوَّرُوْهُ: كُلُّهَا مُتَصَادِقَةٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کا ایسا مطلب بیان کریں کہ شک مشہور اور اس کے تمام جوابوں کی وضاحت ہو جائے۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور یہاں ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ ہے کہ زید کی صورت خارجیہ اور اس کی صورت جو ان لوگوں کے ذہنوں میں ہے جنہوں نے اس کا تصور کیا ہے تمام کے تمام ایک دوسرے پر صادق آتی ہیں۔

(ب): عبارت کا ایسا مطلب بیان کریں کہ شک مشہور اور اس کے تمام جوابوں کی وضاحت ہو جائے ملاحظہ فرمائیں: شک مشہور: آپ نے ماقبل میں یہ جواب دے کر دامن بچا لیا کہ کلی میں تکثر سے مراد علیٰ سبیل الاجتماع ہے اور یہاں لازم نہیں آرہا ہے۔ میں ایک مثال دیتا ہوں جس میں جزئی ہونے کے باوجود علیٰ سبیل الاجتماع تکثر پر صادق آرہا ہے۔ مثال: زید بیٹھا ہوا تھا دس شخص اس کے پاس آئے تو زید تمام کے ذہنوں میں چلا گیا اور تمام لوگ زید کے ذہن میں آگئے تو زید جزئی ہے؛ لیکن ایک ساتھ کثیرین پر صادق آرہا ہے، لہٰذا جزئی کی تعریف جامع نہیں ہے اور کلی کی تعریف مانع نہیں ہے۔

جواب: اس کا ایک جواب محقق دوانیؒ نے دیا ہے۔ محقق دوانی کا جواب۔ تمہید: دو چیزیں ہیں: (۱) ظل متعدد (مرکب اضافی) بہت ساری چیزوں کا ایک سایہ ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۲) ظلّ متعددٌ (مرکب توصیفی) ایک چیز کے بہت سائے ہوں۔

جواب: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کلی میں تکثر سے مراد ظِلُّ متعددٍ مرکب اضافی ہے یعنی بہت ساری چیزوں کا ایک سایہ ہو اور یہاں ظلٌّ متعددٌ (مرکب توصیفی) لازم آرہا ہے یعنی (زید) ایک چیز کا بہت سایہ ہے تو جو مراد ہے وہ لازم نہیں آرہا ہے اور جو لازم آرہا ہے وہ مراد نہیں ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے؛ اس لیے لان التصادق سے رد کررہے ہیں۔

رد: یہ جواب پسند نہیں ہے؛ اس لیے کہ جس طرح زید تمام کے ذہنوں میں ہے اسی طرح تمام لوگ زید کے ذہن میں ہیں، تو جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ زید کے بہت سائے ہیں اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ تمام لوگوں کا ایک سایہ ہے تو ظلّ متعددٍ (مرکب اضافی) پایا گیا تو اشکال اب بھی باقی ہے۔

مصنفؒ کا جواب: کلی میں تکثر سے مراد تکثر خارجی ہے یعنی خارج میں بہت سارے افراد ہوں اور یہاں ذہن کے اعتبار سے کثرت ہے تو کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۴۱)، سلم العلوم: ص (۲۱) (امتحان سالانہ ۱۴۳۰ھ)

وَأَمَّا الْكُلِّيَّاتُ الْفَرْضِيَّةُ وَالْمَعْقُولَاتُ الثَّانِيَةُ، فَلِعَدَمِ اشْتِمَالِهَا عَلَى الْهٰذِيَّةِ، لَايَنْقَبِضُ الْعَقْلُ بِمُجَرَّدِ تَصَوُّرِهَا عَنْ تَجْوِيْزِ تَكَثُّرِهَا فِي الْخَارِجِ. حَتّٰى قِيْلَ: إِنَّ الْكُلِّيَّاتِ الْفَرْضِيَّةَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْحَقَائِقِ الْمَوْجُوْدَةِ كُلِّيَّاتٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی وضاحت کیجیے۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور بہر حال کلیات فرضیہ اور معقولات ثانیہ تو ان کے تشخص پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے عقل صرف ان کے تصور سے خارج میں تکثر کو جائز قرار دینے سے نہیں رُکتی ہے حتیٰ کہ کہہ دیا گیا ہے کہ کلیاتِ فرضیہ حقائق موجودہ کے اعتبار سے کلی ہیں۔

(ب): پوری عبارت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال: آپ کا یہ کہنا کہ کلی میں تکثر خارجی مراد ہے، ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ بعض کلیات ایسی ہیں جس کا ایک بھی فرد خارج میں موجود نہیں۔ مثلاً کلیات فرضیہ اور معقولات ثانیہ، لاشئ، لاممکن، اس کا کوئی بھی فرد موجود نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہر موجود شئ ہے اور اللہ کے علاوہ ہر موجود ممکن ہے۔

جواب: تکثر کی دو قسمیں ہیں: تکثر بالفعل تکثر بالقوۃ

تکثر بالفعل: کہتے ہیں کہ خارج میں افراد پایا جارہا ہے۔

تکثر بالقوہ: کہتے ہیں کہ خارج میں افراد نہیں پایا جارہا ہے۔

لیکن کلی ایسی ہے کہ اگر اس کے افراد ہوتے تو کثیرین پر صادق آتی، اور یہاں تکثر بالقوہ مراد ہے اور کلیات فرضیہ و معقولاتِ ثانیہ اسی قبیل سے ہیں۔

حتــی قیل: اسی بات کی تائید محقق دوّانیؒ کے قول سے کر رہے ہیں۔ محقق دوانیؒ نے کہا کہ کلیات فرضیہ میں حمل النقیض علی النقیض ہے یعنی کلیات فرضیہ اپنے حقائق موجودہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کلی ہیں۔ مثلاً لاشئ کی نقیض شئ ہے تو لاشئ کے افراد کو شئ کے افراد مان کر یہ کہا جائے گا کہ شئ کے افراد کلی ہیں، لہٰذا لاشئ کے افراد بھی کلی ہیں۔

سوال نمبر (۴۲)، سلم العلوم: ص (۲۲) (امتحان ششماہی ۱۴۲۱ھ)

اَلْكُلِّيَانِ إِنْ تَصَادَقَا كُلِّيًّا فَمُتَسَاوِيَانِ، وَإِلَّا فَتَفَارَقَا: فَإِنْ كَانَ كُلِّيًّا فَمُتَبَائِنَانِ، وَإِنْ كَانَ جُزْئِيًّا: فَإِمَّا مِنَ الْجَانِبَيْنِ: فَأَعَمُّ وَأَخَصُّ مِنْ وَجْهٍ، أَوْمِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ فَأَعَمُّ وَاَخَصُّ مُطْلَقًا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): نسبتوں کے پہچاننے کا معیار کیا ہے؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: دو کلیاں اگر آپس میں ایک دوسرے پر پورے طور سے صادق آئیں تو یہ دونوں تساوی ہیں ورنہ اگر دونوں میں تفارق ہو تو اگر کلی طور سے تفارق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے تو یہ متبائنان ہیں اور اگر جزئی طور پر ہو تو یا تو دونوں جانبوں سے ہوگا تو یہ عام خاص من وجہ ہے یا صرف ایک جانب سے ہوگا تو یہ عام خاص مطلق ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ فرمائیے: نسبت کہتے ہیں دو چیزوں کے درمیان تعلق کو، کلی کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے چار نسبتیں بنتی ہیں، تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ۔

دلیلِ حصر: جب ایک کلی کی دوسری کلی کی طرف نسبت کی جائے تو دو حال سے خالی نہیں تصادق کلی ہوگا یا تفارق (تصادق کلی کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کلی دوسرے کلی کے ہر ہر فرد پر برابر صادق آئے) اگر تصادق کلی ہے تو اسے تساوی کہتے ہیں اور اگر تفارق ہے تو تفارق دو حال سے خالی نہیں تفارق کلی ہوگا یا جزئی، اگر تفارق کلی ہے تو اسے تباین کہتے ہیں اور اگر تفارق جزئی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، جانبین سے ہے یا ایک جانب سے اگر جانبین سے ہے تو اسے عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں اور اگر ایک جانب سے ہے تو اسے عموم وخصوص مطلق کہتے ہیں۔

(ج): نسبتوں کے پہچاننے کا معیار کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں: (۱) جن دو کلیوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہوگی ان میں دونوں جانب سے موجبہ کلیہ ہوں گے۔ جیسے انسان اور ناطق میں تساوی ہے؛ اس لیے کہ دونوں جانب سے موجبہ کلیہ ہے۔ كُلُّ اِنْسَانٍ نَاطِقٌ وَكُلُّ نَاطِقٍ اِنْسَانٌ.

(۲) جن دو کلیوں کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی ان میں دونوں جانب سے سالبہ کلیہ ہوں گے۔ جیسے انسان اور فرس میں تباین ہے؛ اس لیے کہ دونوں جانب سے سالبہ کلیہ ہے۔ لاشيء من الإنسان بفرسٍ ولاشيء من الفرس بانسان.

(۳) جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی ان میں خاص کی جانب سے موجبہ اور عام کی جانب سے سالبہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے حیوان اور انسان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے؛ اس لیے کہ خاص کی جانب سے موجبہ کلیہ ہے اور عام کی جانب سے سالبہ جزئیہ۔ کل انسان حیوانٌ. لیس بعض الحیوان بانسان.

(۴) جن دو کلیوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ان میں دو سالبہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جزئیہ اور ایک موجبہ جزئیہ ہوگا۔ جیسے حیوان اور ابیض میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے۔ موجبہ جزئیہ بعض الحیوان ابیض. سالبہ جزئیہ بعض الحیوان لیس بابیض وبعض الأبیض لیس بحیوان، اس کو اس طرح سمجھئے عموم وخصوص من وجہٍ میں تین مادہ ہوتا ہے ایک اجتماعی اور دو افتراقی۔ مثلاً:

حیوان		اسود
انگریز		کالا پتھر
(مادہ افتراقی)	حبشی	(مادہ افتراقی)
	(مادہ اجتماعی)	

حبشی میں حیوان اور اسود دونوں ہے، اور انگریز میں صرف حیوان ہے، اور کالا پتھر میں صرف اسود ہے۔

سوال نمبر (۴۳)، سلم العلوم: ص (۲۳) (امتحان سالانہ ۱۴۲۶ھ)

وَاعْلَمْ أَنَّ نَقِيضَ كُلِّ شَيْءٍ رَفْعُهُ فَنَقِيضَا الْمُتَسَاوِيَيْنِ مُتَسَاوِيَانِ وَإِلَّا فَتَفَارَقَا فِي الصِّدْقِ فَيَلْزَمُ صِدْقُ أَحَدِ الْمُتَسَاوِيَيْنِ بِدُوْنِ الْآخَرِ، هٰذَا خُلْفٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی ایسی تشریح کریں کہ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہو جائے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور جان لو کہ ہر شئ کی نقیض اس کا سلب ہے، لہٰذا متساوین کی نقیضین متساویان ہیں ورنہ ان میں تفارق فی الصدق ہوگا پس لازم آئے گا کہ احد المتساوین بغیر دوسرے کے صادق آئے، یہ خلافِ مفروض ہے۔

(ب): عبارت کی ایسی تشریح کی مصنف کا مقصد واضح ہوائے ملاحظہ ہو: جب مصنفؒ دو کلیوں کے عینین کے درمیان نسبت، کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب نقیضین کے درمیان نسبت کو بیان کر رہے ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت ہوگی اس کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوگی ما نتے ہو یا نہیں؟ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مانتے ہوتو مدعیٰ ثابت اور اگر نہیں مانتے ہوتو تفارق فی الصدق لازم آئے گا اور جب ایک کا عین دوسرے کے عین کے بغیر صادق آئے گا اور جب ایک کا عین دوسرے کے عین کے بغیر صادق آئے گا تو عینین میں تساوی کی نسبت باقی نہیں رہے گی؛ حالانکہ مان چکے ہیں یہ خلاف مفروض ہے اور خلافِ مفروض باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہے، لہٰذا عینین میں تساوین کا نہ ہونا باطل، تو ہونا ثابت، یہ ایک مثال سے واضح ہوجائے گا۔

دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح انسان اور ناطق کے درمیان تساوی کی نسبت ہے اسی طرح اس کی نقیض لاانسان و لاناطق کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوگی مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعیٰ ثابت، اور اگر نہیں مانتے ہو تو جب لاانسان لاناطق پر صادق نہیں آرہا ہے تو اس کی ضد ناطق پر صادق آئے گی یا نہیں اگر لاانسان لاناطق کی ضد ناطق پر صادق نہیں آئے گا اور ارتفاعِ ضدین لازم آئے گا؛ اس لیے ماننا پڑے گا کہ لاانسان ناطق پر صادق آئے گا اور جب لاانسان ناطق پر صادق آئے گا تو ناطق لاانسان کی ضد انسان پر صادق نہیں آئے گا؛ اس لیے کہ اگر ناطق لاانسان اور انسان دونوں پر صادق آئے گا تو اجتماعِ ضدین لازم آئے گا؛ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ناطق لاانسان کی ضد پر صادق نہیں آئے گا، تو جب ناطق لاانسان پر صادق آئے گا تو ایک عین دوسرے عین کے بغیر صادق آئے گا اور جب ایک عین دوسرے عین کے بغیر صادق آئے گا تو عینین میں تساوی کی نسبت باقی نہیں رہے گی؛ حالانکہ مان چکے ہیں یہ خلاف مفروض ہے اور خلاف مفروض باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہٰذا لاانسان اور لاناطق میں تساوی کا نہ ہونا باطل، تو ہونا ثابت۔

سوال نمبر (۴۴)، سلم العلوم: ص (۲۳-۲۴)

(امتحان داخلہ ۱۴۱۷ھ، امتحان سالانہ ۱۴۳۶ھ)

وَههُنَا شَكٌّ قَوِيٌّ وَهُوَ أَنَّ نَقِيضَ التَّصَادُقِ رَفْعُهُ لَا صِدْقُ التَّفَارُقِ وَرُبَّمَا يَكُونُ نَقِيضُ الْمُتَسَاوِيَيْنِ مِمَّا لَا فَرْدَ لَهُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ كَنَقَائِضِ الْمَفْهُومَاتِ الشَّامِلَةِ: فَيَصْدُقُ الْأَوَّلُ دُونَ الثَّانِي.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی توضیح کریں۔
(ج): اعتراض وجواب دونوں کی وضاحت کریں اور ھٰھنا کا مشارٌ الیہ متعین کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہاں ایک مضبوط اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ تصادق کی نقیض اس کا رفع کرنا ہے نہ کہ صدق تفارق اور بسا اوقات متساوبین کی نقیض ان میں سے ہوتی ہیں جن کا کوئی بھی فرد موجود نہیں ہوتا ہے جیسے مفہومات شاملہ کے نقائض تو اس وقت اوّل (سلب تصادق) صادق آئے گا نہ ثانی (صدق تفارق)۔

(ب): عبارت کی توضیح ملاحظہ ہو: ھٰھنا کا مشارٌ الیہ تفارق فی الصدق ہے۔ ماقبل میں مصنفؒ نے متساوبین کی نقیضوں میں تساوی کی نسبت کا دعویٰ کرتے وقت کہا تھا کہ اگر متساوبین کی نقیضوں میں تساوی کی نسبت نہیں تسلیم کرتے ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا۔ اس پر ایک مضبوط اشکال وارد ہو رہا ہے جس کو آسانی سے ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اشکال کی تقریر سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کیجیے: (۱) ہر شی میں اصل یہ ہے کہ اصل صادق آئے، اور جب اصل صادق نہ آئے تو اس کی نقیض یا لازم نقیض صادق آئے گی (۲) تصادقِ کلی کی نقیض رفع تصادق ہے اور رفع تصادق سے سالبہ جزئیہ بنتا ہے اور تفارق فی الصدق سے موجبہ جزئیہ بنتا ہے اور سالبہ جزئیہ موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور موجبہ جزئیہ موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔

(ج): اعتراض وجواب دونوں کو ملاحظہ فرمائیں: اعتراض: معترض کہتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اگر متساوبین کی نقیضوں میں تصادق کلی (تساوی) نہیں مانتے ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ جب کوئی شی صادق نہ آئے تو اس کی نقیض یا لازم نقیض صادق آتی ہے اور تصادق کلی کی نقیض رفع تصادق ہے نہ کہ تفارق فی الصدق، لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ تفارق فی الصدق لازم آئے گا درست نہیں ہے نیز رفع تصادق اور تفارق فی الصدق میں زمین وآسمان کا فرق ہے؛ اس لیے کہ رفع تصادق سے قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے، جو موضوع کے وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔ مثلاً دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح انسان اور ناطق میں تصادق کلی (تساوی) ہے اسی طرح ان کی نقیض لا انسان،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لا ناطق میں بھی تصادق کلی ہے مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعیٰ ثابت، اگر نہیں مانتے ہو تو اس کی نقیض رفع تصادق صادق آئے گی جس سے قضیہ سالبہ جزئیہ بنے گا یعنی بعض لاانسان لیس بلاناطق، یا بعض الناطق لیس بلاانسان؛ نہ کہ تفارق فی الصدق جس سے قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے یعنی بعض الانسان ناطق، یا بعض اللاناطق انسان؛ کیونکہ یہ نہ تو نقیض ہے اور نہ لازم نقیض۔

وربما یکون سے معترض اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک مثال پیش کر رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات متساویین کی نقیض ایسی ہوتی ہے جس کا نفس الامر میں کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً شیئ ممکن ان میں تساوی کی نسبت ہے اور ان کی نقیض لاشیئ اور لاممکن ہے جس کا خارج میں کوئی فرد موجود نہیں ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ جس طرح شیٔ اور ممکن میں تصادق کلی ہے اسی طرح لاشیٔ اور لاممکن میں تصادق کلی ہے، مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہو تو مدعیٰ ثابت اور اگر نہیں مانتے ہو تو اگر یہ کہا جائے کہ رفع تصادق لازم آئے گا تو قضیہ سچا ہوگا۔ اس لیے کہ رفع تصادق سے سالبہ جزئیہ بنتا ہے یعنی بعض اللاشیئ لیس بلاممکن اور سالبہ وجود موضوع کا تقاضہ نہیں کرتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تفارق فی الصدق لازم آئے گا تو قضیہ کاذب ہوگا؛ اس لیے کہ تفارق فی الصدق سے موجبہ جزیہ بنتا ہے اور موجبہ وجود موضوع کا تقاضہ کرتا ہے، حالانکہ شیٔ اور لاممکن کا کوئی فرد خارج میں موجود نہیں ہے، لہٰذا اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ متساویین کی نقیضوں میں تصادق کلی کے نہ ماننے سے رفع تصادق لازم آئے گا نہ کہ تفارق فی الصدق۔

جواب: بعض مناطقہ نے دیا ہے جس کو مصنفؒ نے وما قیل سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفارق فی الصداق اگر چہ تصادق کلی کی نقیض نہیں ہے؛ لیکن لازم نقیض ہے اور جب لازم نقیض ہے تو یہ کہنا درست ہوگیا کہ اگر متساویین کی نقیضوں میں تصادق کلی نہ ہو تو تفارق فی الصدق لازم آئے گا۔ اس لیے کہ تفارق فی الصدق سے قضیہ موجبہ سالبہ المحمول بنتا ہے اور موجبہ سالبہ المحمول موجبہ ہونے کے باوجود، موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کرتا ہے، اور جب موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے تو تفارق فی الصدق رفع تصادق کے لیے لازم ہوا؛ اس لیے رفع تصادق کی جگہ تفارق فی الصدق کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے؛ اس لیے بعد تسلیمۃ سے رد کر رہے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّلاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ موجبہ سالبہ المحمول موضوع کے وجود کا تقاضہ نہیں کرتا ہے؛ لیکن اگر تسلیم بھی کرلیں تو بھی آپ کا یہ جواب صرف ان ہی جگہوں پر فٹ ہوسکتا ہے جہاں مفہومات شاملہ وجودی ہوں؛ لیکن اگر مفہومات شاملہ سلبی ہیں، تو وہاں یہ جواب نہیں چلے گا اس لیے کہ ان کی نقیض میں موجبہ سالبہ المحمول نہیں ہیں، تو وہاں یہ جواب نہیں چلے گا اس لیے کہ ان کی نقیض میں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بن سکتا ہے۔ مثلاً لاشریک الباری و لااجتماع النقیضین... اب ان کی نقیض شریک الباری اور اجتماع النقیضین ہیں اور ظاہری بات ہے کہ یہاں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بن سکتا ہے اور جب یہاں موجبہ سالبہ المحمول نہیں بنے گا تو تفارق فی الصدق اور رفع تصادق میں تلازم نہیں ہوگا اور جب تلازم نہیں ہوگا تو رفع تصادق کی جگہ تفارق فی الصدق کو استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔ فلا جواب سے مصنفؒ نے اپنا جواب پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متساوبین کی نقیض میں تساوی کا دعویٰ مفہومات شاملہ کے علاوہ میں ہے؛ اس لیے کہ مفہوماتِ شاملہ کے علاوہ میں متساوبین کی نقیض کسی نہ کسی شئ پر صادق آئے گی اور جب صادق آئے گی تو موضوع موجود ہوگا اور وجود موضوع کے وقت رفع تصادق اور تفارق فی الصدق میں تلازم ہے لہٰذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۴۵)، سلم العلوم: ص (۲۵) (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ)

وَنَقِيْضُ الْأَعَمِّ وَالْأَخَصِّ مُطْلَقًا بِالْعَكْسِ فَإِنَّ إِنْتِفَاءَ الْعَامِّ مَلْزُوْمُ إِنْتِفَاءِ الْخَاصِّ وَلَاعَكْسَ تَحْقِيْقًا لِمَعْنَى الْعُمُوْمِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اس عبارت میں کسی کلی کے نقیضوں کے درمیان نسبت بیان کی گئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور اعم و اخص مطلق کی نقیض برعکس ہے؛ اس لیے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے اور اس کا عکس نہیں ہے عموم کے معنیٰ کو ثابت کرنے کے لیے۔

(ب): اس عبارت میں کس کلی کے نقیضوں کے درمیان نسبت بیان کی گئی ملاحظہ فرمائیں:

اس عبارت میں عموم وخصوص مطلق کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کر رہے ہیں کہ؛ جن دو کلیوں کے عینین میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی اس کی نقیضوں کے درمیان بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی، عینین کے عکس کے ساتھ یعنی جو خاص تھا وہ عام ہو جائے گا اور جو عام تھا وہ خاص ہو جائے گا۔ جیسے حیوان اور انسان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے تو اس کی نقیض لاحیوان لاانسان میں بھی عموم وخصوص مطلق ہے؛ لیکن حیوان عام تھا تو لاحیوان خاص ہے اور انسان خاص تھا تو لاانسان عام ہے۔ **فإن انتفاء العام** یہ پہلے جز کی دلیل ہے یعنی عام کی نقیض خاص ہوگی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عام کی نفی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے یعنی عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے، تو عام کی نقیض اگر عام ہی ہوتی تو اس کی نفی سے خاص کی نقیض کی نفی ہو جانی چاہیے، حالانکہ نفی نہیں ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اب عام نہیں رہا؛ بلکہ خاص ہو گیا۔ مثلاً حیوان عام ہے، حیوان کی نفی سے انسان کی نفی ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر حیوان بھی عام ہوتا تو اس کی نفی سے لاانسان کی نفی ہو جانی چاہیے، حالانکہ لاانسان کی نفی نہیں ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ لاحیوان عام نہیں ہے، بلکہ خاص ہے۔

ولا عکس: یہ دوسرے جز کی دلیل ہے یعنی خاص کی نقیض عام ہوتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی ہے، اب اگر خاص کی نقیض خاص ہی ہوتی تو اس کی نفی سے عام کے نقیض کی نفی نہیں ہونی چاہیے، حالانکہ نفی ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ اب خاص نہیں رہا؛ بلکہ عام ہو گیا۔ مثلاً انسان خاص ہے اس کی نفی سے حیوان کی نفی نہیں ہوتی ہے، اب اگر لاانسان بھی خاص ہوتا تو اس کی نفی سے لاحیوان کی نفی نہیں ہونی چاہیے؛ حالانکہ نفی ہو جاتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اب لاانسان عام بن گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۴۶)، سلم العلوم: ص (۲۶) (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

وَبَيْنَ نَقِيضَيِ الْأَعَمِّ وَالْأَخَصِّ مِنْ وَجْهٍ تَبَايُنٌ جُزْئِيٌّ كَالْمُتَبَايِنَيْنِ وَهُوَ قَدْ يَتَحَقَّقُ فِي ضِمْنِ التَّبَايُنِ الْكُلِّي كَاللَّاحَجَرِ وَاللَّاحَيَوَانِ وَالْإِنْسَانِ وَاللَّانَاطِقِ وَقَدْ يَتَحَقَّقُ فِي ضِمْنِ الْعُمُومِ مِنْ وَجْهٍ كَالْأَبْيَضِ وَالْإِنْسَانِ وَالْحَجَرِ وَالْحَيَوَانِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اور بتائیں کہ عموم وخصوص من وجہٍ اور تبائن کی نقیضوں کے درمیان کونسی نسبت ہے بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور اعم واخص من وجہٍ کی نقیضوں کے درمیان تباین جزئی ہوتا ہے، متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تباین جزئی ہے اور تباین جزئی کبھی تباین کلی کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے جیسے لاحجر اور لاحیوان، اور انسان اور لاناطق اور کبھی عموم وخصوص من وجہٍ کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے جیسے ابیض اور انسان، اور حجر اور حیوان.

(ب): عموم وخصوص من وجہٍ اور تبائن کی نقیضوں کے درمیان کونسی نسبت ہے

بوضاحت ملاحظہ ہو: یہاں سے مصنفؒ عموم وخصوص من وجہٍ اور تباین کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کررہے ہیں۔ عموم وخصوص من وجہٍ کی تفصیل۔ جن دوکلیوں کے عینین میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہوگی ان کی نقیض کبھی عموم وخصوص من وجہٍ اور کبھی تباین آئے گی۔ جیسے ابیض اور انسان عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے؛ اس لیے کہ تین مادہ پایا جارہا ہے۔

الإنسان		الأبيض
حبشی	انگریز	سفید قلم
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

اسی طرح ان کی نقیض لاانسان لاابیض میں بھی عموم وخصوص من وجہٍ ہے؛ اس لیے کہ تین مادہ پایا جارہا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی
الأبیض		الإنسان
حبشی	کالا قلم	سفید پتھر
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

دوسری مثال: لا حجر لا حیوان میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے؛ اس لیے کہ تین مادہ پایا جارہا ہے۔

لا حجر		لا حیوان
انسان	قلم	پتھر
مادہ افتراقی	مادہ اجتماعی	مادہ افتراقی

اس کی نقیض حجر اور حیوان میں تباین کی نسبت ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ عموم و خصوص من وجہٍ کی نقیض دو آتی ہیں عموم وخصوص من وجہٍ اور تباین۔

تباین کی تفصیل: جن دو کلیوں کے عینین میں تباین کی نسبت ہوگی اس کی کبھی تباین اور کبھی عموم وخصوص من وجہٍ آئے گی۔ مثلاً انسان اور لا ناطق پر تباین ہے اس کی نقیض لا انسان اور ناطق میں بھی تباین ہے۔

دوسری مثال: لا حجر اور حیوان میں تباین ہے؛ لیکن اس کی نقیض حجر اور لا حیوان میں عموم وخصوص من وجہٍ ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔

سوال نمبر (۴۷)، سلم العلوم: ص (۲۷) (امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ)

ثُمَّ الْكُلِّيُّ: إِمَّا عَيْنُ حَقِيقَةِ الْأَفْرَادِ، أَوْ دَاخِلٌ فِيهَا: تَمَامُ الْمُشْتَرَكِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ نَوْعٍ آخَرَ، أَوْ لَا، وَيُقَالُ لَهَا ذَاتِيَّاتٌ، وَرُبَّمَا يُطْلَقُ الذَّاتِيُّ بِمَعْنَى الدَّاخِلِ: أَوْ خَارِجٌ يُخْتَصُّ بِحَقِيقَةٍ، أَوْ لَا، وَيُقَالُ لَهَا عَرَضِيَّاتٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اور بتائیں کہ کلی کی کل کتنی قسمیں ہیں اور کون کون ہیں؛ نیز دلیل حصر بھی بیان کریں اور ان میں سے کونسی ذاتیات کے قبیل سے ہیں اور کونسی عرضیات کے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: پھر کلی یا تو افراد کی ماہیت کا عین ہوگی یا ماہیت میں داخل ہوگی (پھر یا تو) اس ماہیت کے درمیان اور دوسری نوع کے درمیان تمام مشترک ہوگی یا (تمام مشترک) نہیں ہوگی، اور ان تینوں کو ذاتیات کہا جاتا ہے، اور کبھی ذاتی کا اطلاق کیا جاتا ہے داخل کے معنیٰ میں (پس اس صورت میں نوع ذاتیات میں داخل نہیں ہوگی) یا (وہ کلی ماہیت سے) خارج ہوگی: کسی ایک حقیقت کے ساتھ خاص ہوگی یا نہیں؟ اور دونوں کو عرضیات کہا جاتا ہے۔

(ب): کلی کی کل کتنی قسمیں ہیں اور کون کون ہیں؛ نیز دلیل حصر بھی بیان کریں اور ان میں سے کونسی ذاتیات کے قبیل سے ہیں اور کونسی عرضیات کے؟ ملاحظہ ہوں: کلی کی کل پانچ قسمیں ہیں: (۱) جنس (۲) نوع (۳) فصل (۴) خاصہ (۵) عرضِ عام

دلیلِ حصر: کلی تین حال سے خالی نہیں اپنے افراد کی عین حقیقت ہوگی یا اس میں داخل ہوگی یا خارج ہوگی اگر اپنے افراد کی عین حقیقت ہے تو اسے نوع کہتے ہیں اور اگر اس میں داخل ہے تو دو حال سے خالی نہیں، تمام مشترک ہے یا نہیں اگر تمام مشترک ہے تو اسے جنس کہتے ہیں اور اگر تمام مشترک نہیں ہے تو اسے فصل کہتے ہیں اور اگر خارج ہے تو دو حال سے خالی نہیں، ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہوگا یا نہیں، اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے تو اسے خاصہ کہتے ہیں اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص نہیں ہے تو اسے عرض عام کہتے ہیں۔

یقال لها ذاتیات: یعنی جنس، نوع، فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے کبھی ذاتی کا اطلاق صرف اس کلی پر ہوتا ہے جو افراد کی حقیقت میں داخل ہے، اس صورت میں صرف جنس، فصل کلی ذاتی ہوں گے، کلی عرض عام اور خاصہ کو عرضی کہتے ہیں۔

سوال نمبر (۴۸)، سلم العلوم: ص (۲۷-۲۸) (خودساختہ)

وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰى أَنَّ الْعَرَضَ غَيْرُ الْعَرَضِيِّ وَغَيْرُ الْمَحَلِّ حَقِيْقَةً، قَالَ بَعْضُ الْأَفَاضِلِ: طَبِيْعَةُ الْعَرَضِ لَابِشَرْطِ شَيْءٍ عَرَضِيٌّ وَبِشَرْطِ شَيْءٍ الْمَحَلُّ وَبِشَرْطِ لَاشَيْءٍ الْعَرَضُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عرض، عرضی اور محل کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تعریف کر کے ان کے اندر اختلاف کی وضاحت کیجیے؛ نیز لابشرط شیء، بشرط لاشیء، بشرط شیء کسے کہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور جمہور اس تحقیق پر ہیں کہ عرض حقیقۃً عرضی اور محل کا غیر ہے، بعض افاضل نے کہا ہے کہ عرض کی طبیعت لابشرط شئ کے درجے میں عرضی ہے اور بشرط شئ کے درجے میں محل ہے اور بشرط لاشئ کے درجے میں وہ عرض ہے۔

(ب): عرض، عرضی اور محل کی تعریف: عرض: وہ ہے جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج ہو۔

عرضی: وہ ہے جو عرض سے مشتق ہو۔

محل: وہ ہے جس کے ساتھ عرض قائم ہو۔

مثال: کتابت، کاتب اور انسان، کتابت عرض ہے کاتب عرضی ہے اور انسان محل ہے۔

اب اختلاف سمجھئے، جمہور کہتے ہیں کہ ان تینوں میں حقیقۃً تغایر ہے، عرض اور عرضی میں تغایر؛ اس لیے کہ عرض محمول نہیں ہوتا ہے اور عرضی محمول ہوتا ہے۔ مثلاً الجسم اسود کہنا صحیح ہے؛ لیکن الجسم سواد کہنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح عرض اور محل میں حقیقۃً تغایر اس لیے ہے کہ عرض محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور قائم ما قام بہ کے مغائر ہوتا ہے۔ مصنفؒ نے عرضی اور محل کے درمیان تغایر کو نہیں بیان کیا ہے؛ اس لیے کہ ان دونوں کا تغایر خود بخود معلوم ہو جاتا ہے، اس طرح کہ جب عرض جو مشتق منہ ہے وہ محل کے مغائر ہے تو مشتق بھی محل کے مغائر ہوگا؛ لیکن محقق دوانیؒ کہتے ہیں کہ ان تینوں میں صرف اعتباری فرق ہے۔

لابشرط شیء، بشرط لاشیء، بشرط شیء کسے کہتے ہیں؟ لابشرط شیء: کہتے ہیں کہ موضوع کے ساتھ عوارض کے اتصاف وعدمِ اتصاف کسی کا اعتبار نہ کیا جائے۔

بشرط لاشیء: کہتے ہیں، موضوع کے ساتھ عوارض کے عدمِ اتصاف کا لحاظ کیا جائے۔

بشرط شیء: کہتے ہیں کہ موضوع کے ساتھ عوارض کے اتصاف کا لحاظ کیا جائے۔

اب ملاحظہ کیجیے! محقق دوانیؒ کہتے ہیں کہ عرض کی حقیقت کو جب لابشرط شئ کے درجہ میں لیں گے تو عرضی ہے اور جب بشرط لاشئ کے درجہ میں لیں گے تو عرض ہے اور جب بشرط شئ کے درجہ میں لیں گے، تو محل ہے، تو شئ ایک ہے صرف اعتباری کا فرق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۴۹)، سلم العلوم: ص (۲۹) (امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ)

اَلْجِنْسُ وَهُوَ كُلِّيٌّ مَقُولٌ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مُخْتَلِفِيْنَ بِالْحَقَائِقِ فِي جَوَابِ مَاهُوَ، فَإِنْ كَانَ جَوَابًا عَنِ الْمَاهِيَةِ وَجَمِيْعِ الْمُشَارِكَاتِ فَقَرِيْبٌ، وَإِلَّا فَبَعِيْدٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): جنس کی تعریف کر کے بتائیں کہ یہ کلی کی کونسی قسم ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ جنسِ قریب اور جنس بعید کسے کہتے ہیں ہر ایک کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: جنس وہ کلی ہے جو ایسے بہت سارے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں ماھو کے جواب میں، تو اگر ماہیت اور تمامِ مشارکات کے بارے میں ایک ہی جواب ہو تو جنس قریب ہے ورنہ جنس بعید ہے۔

(ب): جنس کی تعریف اور یہ کلی کی کونسی قسم ہے؟ جنسِ قریب اور جنس بعید کسے کہتے ہیں ہر ایک کی وضاحت: کلی کی پانچ قسمیں ہیں، پہلی قسم جنس ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔

جنس: وہ کلی ہے جو ماھو کے جواب میں بہت سی ایسی چیزوں پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں۔ جیسے حیوان انسان، فرس، غنم وغیرہ پر بولا جاتا ہے اور ان سب کی حقیقت مختلف ہے۔

جنس کی دو قسمیں ہیں، جنسِ قریب اور جنس بعید، اگر جنس کے افراد میں سے چند کے بارے میں ماھو کے ذریعے سوال کیا جائے اور جو جواب آئے، اگر وہی جواب اس وقت بھی آئے جب اس جنس کے تمام افراد کے بارے میں سوال کیا جائے تو یہ جنس قریب ہے۔ جیسے حیوان کے افراد، انسان، فرس، غنم وغیرہ ہیں۔ اب اگر پوچھیں گے: الإنسان والفرس ماھو؟ تو جواب آئے گا حیوان، پھر اگر الإنسان والفرس والغنم والبقر ماھم کے ذریعے سوال کریں گے تو بھی جواب آئے گا حیوان، لہٰذا حیوان جنس قریب ہے۔ اور اگر جنس کے چند افراد کے بارے میں ماھو کے ذریعے سوال کیا جائے تو جو جواب آئے وہی جواب تمام کو لے کر سوال کرنے میں نہ آئے تو اسے جنس بعید کہتے ہیں۔ جیسے جسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نامی کے افراد انسان، فرس، غنم، بقر، نبات ہیں۔ اب اگر الإنسان والبقر والنبات ماھم کے ذریعے سوال کریں گے تو جواب جسم نامی آئے گا؛ لیکن اگر صرف الإنسان والبقر ماھما کے ذریعے سوال کریں گے تو جسم نامی نہیں، بلکہ حیوان آئے گا۔

سوال نمبر (۵۰)، سلم العلوم: ص (۲۹) (خودساختہ)

وَهٰهُنَا مَبَاحِثُ اَلْأَوَّلُ أَنَّ مَاهُوَ سُوَالٌ عَنْ تَمَامِ الْمَاهِيَّةِ الْمُخْتَصَّةِ فَإِنْ اقْتُصِرَ فِيهِ عَلٰى أَمْرٍ وَاحِدٍ فَيُجَابُ بِالنَّوْعِ أَوِالْحَدِّ التَّامِ وَعَنْ تَمَامِ الْمَاهِيَّةِ الْمُشْتَرَكَةِ اِنْ جُمِعَ بَيْنَ أُمُوْرٍ فَيُجَابُ بِالنَّوْعِ إِنْ كَانَتْ مُتَّفِقَةَ الْحَقِيْقَةِ وَبِالْجِنْسِ إِنْ كَانَتْ مُخْتَلِفَتَهَا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): نیز مذکورہ بالا عبارت کی ایسی توضیح پیش کریں کہ مسئلہ کھل کر سامنے آجائے۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور یہاں (مقامِ جنس) چند بحثیں ہیں، پہلی بحث یہ ہے کہ ماھو سے سوال ماہیت مختصہ کے بارے میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر سوال میں ایک ہی امر کا ذکر کیا جائے تو جواب میں نوع یا حدتام آئے گی اور اگر سوال میں چند اُمور کو جمع کیا تو سوال کا مقصد تمام ماہیت مشترکہ ہوگی، تو اگر وہ چند اُمور متفقة الحقیقت ہیں تو جواب نوع کے ذریعے دیا جائے گا اور اگر وہ اُمور مختلفة الحقیقت ہیں تو جواب جنس کے ذریعے دیا جائے گا۔

(ب): مذکورہ بالا عبارت کی توضیح: مقامِ جنس میں چند بحثیں ہیں، بعض میں کسی نئی بات کی تحقیق اور بعض میں سوالِ مقدر کا جواب ہے، یہ پہلی بحث ہے جس میں نئی بات کی تحقیق ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماھو کے ذریعے سوال دو حال سے خالی نہیں، ایک چیز کے بارے میں ہوگا، یا چند چیزوں کے بارے میں، اگر ایک چیز کے بارے میں ہے تو سوال کا منشاء ماہیت مختصہ ہوتا ہے یعنی ایسی ماہیت کے ذریعہ جواب دو جو اسی کے ساتھ خاص ہو، تو اگر ایک چیز جزئی ہے تو جواب میں نوع آئے گا، جیسے: زید ماھو؟ تو جواب میں آئے گا انسان اور اگر ایک چیز کلی ہے تو جواب میں حدتام آئے گا، جیسے: الانسان ماھو؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تو جواب میں آئے گا حیوان ناطق اور اگر چند چیزوں کے بارے میں ہے تو سوال کا منشاء ماہیت مشترکہ ہوتا ہے یعنی ایسی ماہیت کے ذریعہ جواب دو جو تمام میں مشترک ہو، تو اگر چند چیز مختلف الحقیقۃ ہیں تو جواب میں جنس آئے گا، جیسے: الإنسان والفرس والغنم ماھم؟ جواب حیوان اور اگر چند چیزیں متفق الحقیقت ہیں تو جواب میں نوع آئے گا، جیسے: زید وخالد ماھما، جواب انسان۔

سوال نمبر (۵۱)، سلم العلوم: ص (۳۰) (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ)

وَمِنْ هٰهُنَا يُقْتَرَح عَدَمُ اِمْكَانِ جِنْسَيْنِ فِيْ مَرْتَبَةٍ وَاحِدَةٍ لِمَاهِيَّةٍ وَاحِدَةٍ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): تمامِ مشترک کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکورہ بالا عبارت کس مسئلہ پر متفرع ہے؟ بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب: (الف): **ترجمۃ العبارۃ:** اور یہیں سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ ایک ماہیت کے لئے دو جنسیں ایک ہی درجہ کی ناممکن ہیں۔

(ب): تمامِ مشترک کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکورہ بالا عبارت کس مسئلہ پر متفرع ہے؟ ملاحظہ ہو: یہ عبارت جنس کے تمام مشترک ہونے پر متفرع ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنس تمام مشترک ہوتی ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک ماہیت کے لیے ایک درجہ میں دو جنس نہیں ہوسکتیں، اس میں چند قیدیں ہیں: (۱) ایک ماہیت کے لیے اس سے معلوم ہوا کہ چند ماہیت کے لیے الگ الگ جنس ہوسکتی ہے۔ مثلاً انسان ایک ماہیت ہے اس کے لیے جنس ہے حیوان، درخت ایک ماہیت ہے اس کے لیے جنس ہے، جسم نامی۔ (۲) ایک درجہ میں معلوم ہوا کہ ایک ماہیت کے لیے دو درجہ میں دو جنس ہوسکتے ہیں۔ مثلاً انسان ایک ماہیت ہے اس کے لیے درجہ قریب میں حیوان جنس ہے، درجہ بعید میں جسم نامی ہے۔

دلیل: اگر ماہیت کے لیے ایک درجہ میں دو جنس ہوں تو دو حال سے خالی نہیں ایک جنس ماہیت کو موجود کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں، اگر کافی نہیں ہے تو یہ جنس ہی نہیں ہے اور اگر کافی ہے تو دوسری جنس کی ضرورت نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۵۲)، سلم العلوم: ص (۳۰) (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ)

اَلثَّانِي وُجُوْدُ الْجِنْسِ هُوَ وُجُوْدُ النَّوْعِ ذِهْنًا وَخَارِجًا فَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلَيْهِ فِيْهِمَا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اور بتائیں کہ مقامِ جنس کی کونسی بحث ہے اور جنس نوع پر مقدم ہے یا نہیں؟ تفصیل سے لکھتے ہوئے بتائیں کہ جنس کے کتنے درجے ہیں؟

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: دوسری بحث یہ ہے کہ جنس کا وجود بعینہ نوع کا وجود ہے، ذہن کے اعتبار سے بھی اور خارج کے اعتبار سے بھی، لہٰذا جنس نوع کے اوپر ذہن اور خارج دونوں میں محمول ہوگا۔

(ب): اور بتائیں کہ مقامِ جنس کی کونسی بحث ہے اور جنس نوع پر مقدم ہے یا نہیں؟ تفصیل سے لکھتے ہوئے بتائیں کہ جنس کے کتنے درجے ہیں؟ مقامِ جنس میں چند بحثیں ہیں، یہ دوسری بحث ہے جس میں ایک نئی بات کی تحقیق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہے یا نہیں، یہ بحث کیوں پیدا ہوئی؟ یہ بحث اس لیے پیدا ہوئی کہ نوع جنس وفصل سے مرکب ہوتا ہے تو جنس اس کا جز ہوا اور جز کل پر مقدم ہوتا ہے اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہوتا ہے مصنفؒ اسی بات کی تحقیق کے لیے یہ بحث لائے ہیں۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے کہ جنس نوع پر مقدم ہے؛ لیکن حقیقت میں نوع پر مقدم نہیں ہے؛ بلکہ نوع اور جنس کا وجود ایک ساتھ ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جنس کے دو درجے ہیں: (۱) درجہ ابہام (۲) درجہ تفصیل

درجہ ابہام: درجہ ابہام کہتے ہیں جنس فصل سے مرکب نہ ہو؛ بلکہ ذہن میں متردد ہو۔ جیسے: حیوان یہ متردد ہے، معلوم نہیں ہے کون حیوان مراد ہے۔

درجہ تفصیل: درجہ تفصیل کہتے ہیں جنس فصل سے مل کر متعین ہوگئی ہو تو جنس درجہ ابہام کے اعتبار سے مقدم ہے؛ لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں؛ لیکن درجہ تفصیل میں مقدم نہیں ہے، اس لئے کہ جنس فصل سے مل جانے کے بعد نوع بن گئی۔ مثلاً ''حیوان ناطق'' اسی کا نام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

انسان ہے، تو حیوان، ناطق فصل سے مل جانے کے بعد نوع میں بدل گیا۔ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنس نوع پر مقدم نہیں ہے۔

سوال نمبر (۵۳)، سلم العلوم: ص (۳۱) (خودساختہ)

وَاَمَّا طَبِیْعَۃُ النَّوْعِ فَلَیْسَ یُطْلَبُ فِیْھَا تَحَصُّلُ مَعْنَاھَا بَلْ تُحَصَّلُ الْاِشَارَۃُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): نیز بتائیں کہ یہ عبارت کس سوالِ مقدر کا جواب ہے؟ آپ سوال اور جواب دونوں کی تقریر پیش کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور بہرحال نوع کی حقیقت تو اس میں اس کے معنیٰ کے تعین کو طلب نہیں کیا جاتا ہے؛ بلکہ اشارہ کے تعین کو طلب کیا جاتا ہے۔

(ب): یہ عبارت کس سوالِ مقدر کا جواب ہے؟ ملاحظہ ہو: یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جس طرح جنس میں ابہام ہوتا ہے اسی طرح نوع میں بھی ابہام ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیا ہو۔ مثلاً انسان نوع ہے؛ لیکن معلوم نہیں کہ کون انسان مراد ہیں۔

جواب: ہمیں یہ تسلیم ہے کہ دونوں میں ابہام ہوتا ہے؛ لیکن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ اس لیے کہ جنس میں گہرا ابہام ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں اس کی حقیقت کو فصل کے ذریعے متعین کیا جاتا ہے، بخلاف نوع میں ابہام کم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں صرف مشارٌ الیہ کو طلب کیا جاتا ہے۔ مثلاً انسان تو اتنا معلوم ہوگیا کہ یہ انسان ہے فرس، غنم نہیں ہے اب اگر اشارہ کردیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ کیا مراد ہے۔

سوال نمبر (۵۴)، سلم العلوم: ص (۳۱) (خودساختہ)

مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْجِنْسِ وَالْمَادَّۃِ فَاِنَّہٗ یُقَالُ لِلْجِسْمِ مَثَلًا اِنَّہٗ جِنْسٌ لِلْاِنْسَانِ فَھُوَ مَحْمُوْلٌ وَاِنَّہٗ مَادَّۃٌ لَہٗ، فَھُوَ مُسْتَحِیْلُ الْحَمْلِ عَلَیْہِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مذکورہ بالا عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، آپ سوال اور جواب کو اس انداز سے تحریر کریں کہ مسئلہ واضح ہوجائے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:(الف): ترجمۃ العبارۃ: تیسری بحث یہ ہے کہ جنس اور مادہ میں کیا فرق ہے؛ اس لیے کہ جسم کے لیے مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ یہ انسان کے لیے جنس ہے تو وہ اس پر محمول ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ انسان کے مادہ ہے تو اس پر حمل محال ہوگا۔

(ب):مذکورہ بالا عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، آپ سوال اور جواب کو اس انداز سے تحریر کریں کہ مسئلہ واضح ہو جائے؟ ملاحظہ ہو: یہ ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جنس اور مادہ میں کیا فرق ہے؟ یہ بحث اس لئے پیدا ہوئی کہ اگر ایک ہی چیز کو ایک شئی کے لئے جنس مانا جائے تو اس پر حمل کرنا صحیح ہے اور اگر اسی کو مادہ مانا جائے تو حمل صحیح نہیں ہے، تو جب دونوں ایک ہی شئی ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور حمل صحیح نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔

جواب: ان میں صرف اعتباری فرق ہے اگر ایک ہی چیز کو بشرط لاشئی کے درجہ میں مانا جائے تو مادہ ہے اور اگر بشرط شئی کے درجہ میں مانا جائے تو نوع ہے اور اگر لابشرط شئی کے درجہ میں مانا جائے تو جنس ہے۔ مثلاً جسم اگر اس میں نمو (بڑھوتری) کا اعتبار کیا جائے تو نوع ہے اور اگر عدمِ نمو کا اعتبار کیا جائے تو مادہ ہے اور اگر نمو و عدمِ نمو میں سے کسی کا اعتبار نہ کیا جائے تو جنس ہے۔

سوال نمبر (۵۵)، سلم العلوم: ص (۳۲) (امتحان سالانہ ۱۴۲۶ھ)

وَهٰذَا عَامٌّ فِيْمَا ذَاتُهُ مُرَكَّبٌ، وَمَا ذَاتُهُ بَسِيْطٌ، لٰكِنْ فِي الْمُرَكَّبِ تَحْصِيْلُ مَعْنَى الْجِنْسِ عَسِيْرٌ وَدَقِيْقٌ، وَفِي الْبَسِيْطِ تَنْقِيْحُ الْمَادَّةِ مُتَعَسِّرٌ وَمُشْكِلٌ، فَإِنَّ إِبْهَامَ الْمُتَعَيِّنِ وَتَعْيِيْنَ الْمُبْهَمِ أَمْرٌ عَظِيْمٌ. هٰذَا هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَ الْفَصْلِ وَالصُّوْرَةِ. وَمِنْ هٰهُنَا تَسْمَعُهُمْ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ الْجِنْسَ مَاخُوْذٌ مِنَ الْمَادَّةِ، وَالْفَصْلَ مَاخُوْذٌ مِنَ الصُّوْرَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): "هٰذا" اور "ههنا" کا مشارٌ الیہ متعین کرتے ہوئے مطلب لکھئے۔ (ج): اس ضمن میں جنس اور مادہ کے درمیان نیز فصل اور صورت کے درمیان فرق کو واضح کریں۔

الجواب:(الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہ بات (یعنی ایک چیز کا ایک اعتبار سے مادہ ہونا اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ایک اعتبار سے جنس ہونا) عام ہے، ان چیزوں میں جن کی ذات مرکب ہے (جیسے جسم) اوران چیزوں میں جن کی ذات بسیط ہے (جیسے سیاہی اور سفیدی) لیکن مرکب میں جنس کے معنیٰ کی تحصیل دشوار اور دقیق ہے، اور بسیط میں مادہ کی تنقیح دشوار اور مشکل ہے، اس لئے کہ متعین کو مبہم کرنا اور مبہم کو متعین کرنا بہت مشکل کام ہے..... (فائدہ) اور یہی فرق ہے فصل اور صورت کے درمیان..... (فائدہ) اور یہیں سے آپ حکماء کو کہتا ہوا سنیں گے کہ جنس مادّہ سے ماخوذ ہے اور فصل صورت سے ماخوذ ہے۔

(ب): "هٰذا" اور "هٰهنا" کا مشارٌ الیہ: "هٰذا" کا مشارٌ الیہ هٰذا الحكم من كون شيء جنسًا باعتبارٍ ومادةً باعتبارٍ یعنی ایک شی کا بعض اعتبار سے جنس ہونا اور بعض اعتبار سے مادہ ہونا۔

"هٰهنا" کا مشارٌ الیہ من ههنا أي من أنّ الفرق بين الجنس والمادّة وبين الفصل والصورة بالاعتبار یعنی جنس اور مادہ کے درمیان اور فصل اور صورت کے درمیان اتحاد حقیقی اور فرق اعتباری ہے۔

مطلب العبارة: اور ایک ہی چیز کا ایک اعتبار سے "مادہ" ہونا اور ایک اعتبار سے "جنس" ہونا: مرکب اور بسیط دونوں میں جاری ہوسکتا ہے، مرکب کی مثال جسم ہے؛ کیونکہ وہ ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہے، اور بسیط کی مثالیں سواد اور بیاض ہیں، دونوں میں دو دو اعتبار نکل سکتے ہیں، کیونکہ جس طرح عقل: صورت سے فصل کا، اور مادّہ سے جنس کا انتزاع کرتی ہے، اسی طرح عقل: سیاہی اور سفیدی میں سے بھی ایک ایسی چیز کا انتزاع کرتی ہے جو جنس کے قائم مقام ہوتی ہے، اور دوسری ایسی چیز کا انتزاع کرتی ہے جو فصل کے قائم مقام ہوتی ہے، البتہ ماہیاتِ مرکبہ میں جنس کو نکالنا دشوار ہے، اور مادہ کا علم آسانی سے ہوجاتا ہے، اور ماہیاتِ بسیطہ میں مادہ کی تنقیح مشکل ہے، اور جنس کا علم آسانی سے ہوجاتا ہے، کیونکہ جنس کا مدار ابہام پر ہوتا ہے اور مرکب کے اجزاء متعین ہوتے ہیں، اس لئے مرکب میں جنس کو حاصل کرنے کے لئے متعین کو مبہم کرنا پڑتا ہے اور چونکہ یہ محسوس کے خلاف ہے، اس لئے اس میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور مادہ ایک محصّل اور ممتاز چیز ہوتی ہے، اور ماہیتِ بسیطہ میں ابہام ہوتا ہے، یعنی اس کے اجزائے فرضیہ کے درمیان امتیاز نہیں ہوتا، اس لئے بسیط میں مادہ حاصل کرنے کے لئے مبہم کو متعین کرنا ضروری ہوتا ہے، اور چونکہ یہ بھی خلافِ واقعہ ہے اس لئے اس میں بھی بہت دشواری پیش آتی ہے۔

فائدہ (۱): جس طرح جنس اور مادہ میں اتحادِ حقیقی اور فرق اعتباری ہے، اسی طرح فصل اور صورتِ جسمیہ میں بھی اتحاد حقیقی اور فرق اعتباری ہے، اگر فصل کو لابشرطِ شئ کے درجہ میں لیا جائے یعنی نہ تو اس میں محصل ہونے کا اعتبار کیا جائے اور نہ غیر محصل ہونے کا، بلکہ درجۂ اطلاق میں لیا جائے تو وہ فصل ہے اور اس مرتبہ میں اس کا حمل نوع اور جنس دونوں پر ہوسکتا ہے۔ اور اگر فصل کو بشرطِ شئ کے درجہ میں لیا جائے یعنی اس میں محصل ہونے کا لحاظ کیا جائے تو وہ صورتِ جسمیہ ہے، اور اس وقت اس کا حمل نوع اور جنس پر نہیں ہوگا؛ کیونکہ صورتِ جسمیہ: نوع اور جنس دونوں کے لئے علت ہے، اور علت کا حمل معلول پر نہیں ہوتا۔

فائدہ (۲): جنس اور مادہ کے درمیان، اسی طرح فصل اور صورت کے درمیان اتحادِ حقیقی اور فرقِ اعتباری کی وجہ یہ ہے کہ جنس مادہ سے ماخوذ ہے، اور فصل صورت سے، اس لئے جنس اور فصل اجزائے ذہنیہ میں سے ہیں، اور مادہ اور صورت اجزائے خارجیہ میں سے، اور اجزائے ذہنیہ اور اجزائے خارجیہ میں اتحاد حقیقی اور فرق اعتباری ہوتا ہے۔

(ج): جنس اور مادہ کے درمیان نیز فصل اور صورت کے درمیان فرق: یہ جزء، جزء نمبر ۲ (ب) کے تحت بیان ہو چکا ہے۔

سوال نمبر (۵۶)، سلم العلوم: ص (۳۴۳) (امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ)

وَالرَّابِعُ قَالُوْا إِنَّ الْكُلِّيَّ جِنْسُ الْخَمْسَةِ فَهُوَ أَعَمُّ وَأَخَصُّ مِنَ الْجِنْسِ مَعًا وَحَلُّهُ أَنَّ كُلِّيَّةَ الْجِنْسِ بِاعْتِبَارِ الذَّاتِ وَجِنْسِيَّةَ الْكُلِّيِّ بِاعْتِبَارِ الْعَرْضِ وَاِعْتِبَارِ الذَّاتِ غَيْرُ اِعْتِبَارِ الْعَرْضِ وَبِتَفَاوُتِ الْاِعْتِبَارِ يَتَفَاوُتِ الْأَحْكَامُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، آپ سوال کا جواب سپردِ قرطاس کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور چوتھی بحث یہ ہے کہ اہلِ منطق کہتے ہیں کہ کلی کلیاتِ خمسہ کی جنس ہے، لہٰذا کلی بیک وقت جنس کے مقابلہ میں عام بھی ہے اور خاص بھی اور اس کا حل یہ ہے کہ جنس کا کلی ہونا جنس کی ذات کے اعتبار سے ہے اور کلی کا جنس ہونا عرض کے اعتبار سے ہے اور ذات کا اعتبار عرض کے اعتبار کا غیر ہے اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

(ب): سوال و جواب ملاحظہ ہوں: چوتھی بحث سوال کے جواب میں ہے۔

تمہید، سوال: (۱) کلی اپنے پانچوں قسموں کے لیے جنس ہے؛ اس لیے کہ پانچوں قسموں کی تعریف کلی سے شروع ہوتی ہے اور جس سے تعریف شروع ہوتی ہے وہ شئ اس کے لیے جنس ہوتی ہے، لہٰذا کلی اپنے پانچوں کے لیے جنس ہے۔

(۲) جنس عام ہوتی ہے اور ذی جنس خاص۔ جیسے حیوان عام ہے، انسان خاص ہے۔

(۳) فرد خاص ہوتا ہے اور ذی فرد عام ہوتا ہے۔ جیسے زید خاص، انسان عام۔

اشکال یہ ہے کہ کلی میں اجتماعِ ضدین لازم آتا ہے اس لیے کہ کلی اپنے پانچوں قسموں کی جنس ہے اور پانچوں قسموں میں ایک قسم جنس ہے تو کلی کی جنس کی بھی جنس ہے اور جنس عام ہوتی ہے اور ذی جنس خاص، لہٰذا کلی عام اور جنس خاص اور جنس کی تعریف کلی پر صادق آتی ہے اور جس پر تعریف صادق آئے وہ اس کا فرد ہوتا ہے، لہٰذا کلی جنس کا فرد اور فرد خاص ہوتا ہے اور ذی فرد عام تو کلی خاص اور جنس عام تو ایک ہی چیز کا عام و خاص ہونا لازم آیا یہ اجتماعِ ضدین ہے۔

جواب: اجتماعِ ضدین لازم نہیں آتا ہے؛ اس لیے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی اعتبار سے ہو اور یہاں دو اعتبار سے ہے وہ اس طرح کہ کلی کا عام ہونا ذات کے اعتبار سے ہے اور خاص ہونا فردیت وعرض کے اعتبار سے ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۵۷)، سلم العلوم: ص (۳۴) (خود ساختہ)

وَمِنْ هٰهُنَا تَبَيَّنَ جَوَابُ مَا قِيلَ اِنَّ الْكُلِّيَّ فَرْدٌ مِّنْ نَفْسِهٖ فَهُوَ غَيْرُهٗ وَسَلْبُ الشَّيْءِ عَنْ نَفْسِهٖ مَحَالٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کرتے ہوئے سوال و جواب دونوں کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہیں سے اس اشکال کا جواب واضح ہو گیا جو کہا گیا ہے کہ کلی خود اپنی ذات کا ایک فرد ہے تو وہ اپنی ذات کا غیر ہے اور سلب الشیٔ عن نفسہ محال ہے۔

(ب): مطلب مع اعتراض و جواب ملاحظہ ہو: اعتراض: کلی میں سلب الشی عن نفسہ لازم آتا ہے اور سلب الشی عن نفسہ محال ہے اور جو کسی محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہے لہٰذا کلی محال ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ کلی کے پانچ افراد ہیں اور یہ پانچوں کلی ہیں لہٰذا کلی کلی کا فرد ہے اور فرد ذی فرد کا غیر ہوتا ہے تو کلی کلی کا غیر ہوا اور غیر سے نفی کرنا صحیح ہے، لہٰذا الکلی لیس بکلی کہنا صحیح ہونا چاہیے، حالانکہ یہ محال ہے۔

جواب: کلی کا کلی کے لیے عین ہونا ذات کے اعتبار سے ہے اور فرد ہونا عرض کے اعتبار سے ہے اور سلب الشی عن نفسہ محال ذات کے اعتبار سے ہے، نہ کہ عرض کے اعتبار سے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

سوال نمبر (۵۸)، سلم العلوم: ص (۳۴) (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

اَلْخَامِسُ قِيلَ اِنْ كَانَ مَوْجُودًا فَهُوَ مُشَخَّصٌ فَكَيْفَ مَقُولِيَّتُهٗ عَلٰى كَثِيرِينَ وَاِلَّا فَكَيْفَ يَكُونُ مُقَوِّمًا لِلْجُزْئِيَّاتِ الْمَوْجُودَةِ وَحَلُّهٗ أَنَّ كُلَّ مَوْجُودٍ مَعْرُوضُ التَّشَخُّصِ مُسَلَّمٌ وَذٰلِكَ دَلِيلُ التَّقْسِيمِ وَالْاِشْتِرَاكِ وَدُخُولُ الشَّخْصِ فِي كُلِّ مَوْجُودٍ مَمْنُوعٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کرتے ہوئے سوال وجواب کو قلمبند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: پانچویں بحث: کہا گیا کہ اگر جنس موجود ہوگی تو وہ متشخص (متعین) ہوگی، پس وہ کثیرین پر کیوں کر محمول ہوگی؟ ورنہ (یعنی اگر موجود نہیں ہوگی، بلکہ معدوم ہوگی) تو وہ جزئیات موجودہ کے لئے کیوں کر مقوم بن سکے گی؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہر موجود کو تشخص عارض ہوتا ہے: یہ بات مسلم ہے، اور یہ بات تو تقسیم واشتراک کی دلیل ہے اور تشخص کا ہر موجود میں داخل ہونا: تسلیم نہیں ہے۔

(ب): مطلب مع سوال وجواب ملاحظہ ہو: سوال: کلی میں وجود وعدم وجود کے درمیان واسطہ لازم آتا ہے اور واسطہ باطل ہے اور جو کسی باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہٰذا کلی باطل ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ ہم پوچھتے ہیں کہ کلی موجود ہے یا معدوم؟ اگر موجود ہے تو ہر موجود متشخص ہوتا ہے تو کلی متشخص اور ہر متشخص جزئی ہوتا ہے، لہٰذا کلی جزئی اور کوئی جزئی کثیرین پر صادق نہیں آتی ہے لہٰذا کلی بھی کثیرین پر صادق نہیں آئے گی، حالانکہ صادق آتی ہے، معلوم ہوا کہ موجود نہیں ہے اور اگر معدوم ہے تو معدوم کسی شئ کو وجود میں نہیں لاتا ہے لہٰذا کلی بھی اپنے جزئیات کو وجود میں نہیں لائے گی، حالانکہ وجود میں لاتی ہے معلوم ہوا کہ معدوم بھی نہیں تو نہ موجود نہ معدوم یہ وجود وعدم وجود میں واسطہ ہے۔

جواب: ہم شق اوّل کو اختیار کرتے ہیں یعنی موجود ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ ہر موجود متشخص ہوتا ہے تو تشخص اس کی ذات میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ عارض ہوتا ہے اور جب ذات میں داخل نہیں ہے تو ذاتی اعتبار سے متشخص نہیں ہے اور جب متشخص نہیں ہے تو جزئی نہیں ہے اور جب جزئی نہیں ہے تو کثیرین پر صادق آئے گی وذلک دلیل التقسیم والاشتراک تشخص کا عارض ہونا دلیل ہے تقسیم واشتراک کی، یعنی تشخص کے عارض ہونے کی وجہ سے کلی منقسم ہوتی ہے۔ مثلاً حیوان ایک کلی ہے، خارج سے ایک تشخص ناطق آیا تو حیوانِ ناطق ہوگیا، پھر ناہق آیا تو حیوانِ ناہق ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۵۹)، سلم العلوم: ص (۳۵) (خود ساختہ)

اَلثَّانِيْ النَّوْعُ وَهُوَ الْمَقُوْلُ عَلَى الْمُتَّفِقَةِ الْحَقِيْقَةِ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ كُلُّ حَقِيْقَةٍ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى حِصَصِهَا نَوْعٌ وَقَدْيُقَالُ عَلَى الْمَاهِيَّةِ الْمَقُوْلِ عَلَيْهَا وَعَلٰى غَيْرِهَا الْجِنْسُ فِيْ جَوَابِ مَاهُوَ قَوْلًا اَوَّلِيًّا وَالْاَوَّلُ الْحَقِيْقِيُّ وَالثَّانِي الْإِضَافِيُّ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں۔ (ج): اور قولًا اولیا کی قید کا فائدہ بھی تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: کلی کی دوسری قسم نوع ہے۔ وہ کلی ہے جو ماہو کے جواب میں متفق الحقائق چیزوں پر محمول ہو، ہر ماہیت اپنے حصص کی طرف نسبت کرتے ہوئے نوع ہے اور کبھی نوع اس ماہیت پر بولا جاتا ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر ماہو کے جواب میں بلا واسطہ محمول ہو اور پہلی قسم نوعِ حقیقی ہے اور دوسری قسم نوعِ اضافی ہے۔

(ب): مذکورہ عبارت کی وضاحت ملاحظہ ہو: دوسری کلی نوع ہے، نوع کی دو قسمیں ہیں: حقیقی　اضافی

نوعِ حقیقی: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسے بہت سے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں، ماہو کے جواب میں۔ مثلاً انسان بہت افراد پر بولا جاتا ہے اور سب کی حقیقت حیوانِ ناطق ہے۔

نوعِ اضافی: اُس نوع کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت اور دوسری ماہیت کو لے کر ماہو کے ذریعے سوال کیا جائے، تو بلا واسطہ جواب میں جنس واقع ہو۔ مثلاً انسان ایک ماہیت ہے، فرس ایک ماہیت ہے۔ اب انسان اور فرس کو لے کر سوال کیا جائے تو جواب میں بلا واسطہ جنس یعنی حیوان آئے گا، تو یہ نوعِ اضافی ہیں۔

(ج): قولًا اولیا کی قید کا فائدہ ملاحظہ ہو: تمہید: کلیات کا سلسلہ اشخاص پر منتہی ہوجاتا ہے، اس کے اوپر اصناف ہیں۔ صنف کہتے ہیں وہ نوع جو صفاتِ عرضیہ سے مقید ہو،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کے اوپر انواع ہیں اور ان کے اوپر اجناس ہیں تو اجناس کا حمل اصناف اشخاص پر انواع کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً ترتیب اس طرح ہے:

جوہر

جسم مطلق

جسم نامی

حیوان

انسان

ہندوستانی

زید

زید شخص ہے، اس کے اوپر ہندوستانی صنف ہے، اس کے اوپر انسان نوع ہے، اس کے اوپر حیوان جنس ہے تو حیوان کا حمل ہندوستانی پر انسان کے واسطے سے ہوگا۔

اب سنیے! اگر نوعِ اضافی میں قولاً اولیاً کی قید نہ لگائی جاتی تو صنف بھی داخل ہو جاتی، اس لئے کہ صنف کے جواب میں بھی جنس آتا ہے۔ مثلاً الفرس والهندي ماهما تو جواب میں آئے گا حیوان، تو ہندوستانی ایک صنف ہے، اس کے جواب میں حیوان آیا، لیکن انسان کے واسطہ سے، یہی وجہ ہے کہ اگر ہم صرف الہندی ماہو کہتے ہیں تو جواب میں انسان آتا ہے، نہ کہ حیوان، معلوم ہوا کہ صنف کے جواب میں جنس آتا ہے؛ لیکن بالواسطہ اس لئے مصنفؒ نے بلا واسطہ کی قید لگائی۔

قولہٗ: كل حقيقة بالنسبة إلى حصصها نوع: اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہید ذہن نشین کیجیے۔

حقیقت کے تحت افراد ہوتے ہیں؛ لیکن افراد دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ افراد ہیں جن میں کثرت ہے یعنی ان کے بھی افراد ہیں جیسے: حیوان ایک حقیقت ہے، انسان، بقر، غنم وغیرہ اس کے افراد ہیں اور ان افراد کے بھی افراد ہیں۔ مثلاً انسان کے افراد: زید، عمرو وغیرہ۔ اور ایک وہ افراد ہیں جن میں کثرت نہیں ہے یعنی ان کے افراد کے افراد نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہیں، تو جن کے افراد میں کثرت ہے اسے حصص کہتے ہیں، للہٰذا انسان، غنم، وغیرہ حصص ہیں۔ اور جن میں کثرت نہیں ہے، اسے جزئی کہتے ہیں اب عبارت سمجھئے۔

مصنفؒ کہتے ہیں کہ ہر حقیقت اپنے حصص کی طرف نسبت کرتے ہوئے نوع ہے۔

مثلاً حیوان ایک حقیقت ہے انسان، غنم وغیرہ اس کے حصص ہیں تو جب حیوان کی نسبت انسان کی طرف کی جائے تو یہ حیوان انسان کے لئے نوع ہوگا۔

سوال نمبر (٦٠)، سلم العلوم: ص (٣٦) (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

وَهُوَ كَالْجِنْسِ إِمَّا مُفْرَدٌ أَوْ مُرَتَّبٌ اَخَصُّ الْكُلِّ السَّافِلِ، وَأَعَمُّ الْكُلِّ الْعَالِيْ، وَالْأَخَصُّ الْأَعَمُّ الْمُتَوَسِّطُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے جنسِ عالی، متوسط، سافل ونوعِ عالی، متوسط سافل کی تعریف قلمبند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور وہ (نوع) جنس کی طرح ہے یا تو مفرد ہوگا یا مرتب، تمام اجناس وانواع میں اخص سافل ہے اور سب سے عام عالی ہے اور جو اخص بھی ہو اور عام بھی وہ متوسط ہے۔

(ب): مطلب مع جنسِ عالی متوسط، سافل ونوعِ عالی، متوسط سافل کی تعریف ملاحظہ ہوں:

یہاں سے نوع وجنس دونوں کی تقسیم کررہے ہیں۔

جنس ونوع کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: مفرد اور مرتب

مفرد: کہتے ہیں جو سلسلہ ترتیب میں واقع نہ ہو جیسے: عقل یہ سلسلہ ترتیب میں واقع نہیں ہے۔

مرتب: کہتے ہیں جو سلسلہ ترتیب میں واقع ہو جیسے: جسم نامی۔

مرتب کی تین قسمیں ہیں، چاہے نوع ہو یا جنس عالی، متوسط سافل۔

ہر ایک کی مختصراً تفصیل:

(۱) جنس عالی: کہتے ہیں، جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو؛ البتہ اس کے نیچے جنس ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جیسے: جوہر اس کے اوپر کوئی جنس نہیں ہے؛ لیکن اس کے نیچے جسم مطلق، جسم نامی جنس ہے۔

(۲) جنس متوسط: کہتے ہیں جس کے اوپر اور نیچے دونوں جگہ جنس ہوں۔ جیسے جسم نامی اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور نیچے حیوان۔

(۳) جنس سافل: کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی جنس نہ ہو؛ البتہ اس کے اوپر جنس ہو، جیسے: حیوان اس کے نیچے کوئی جنس نہیں ہے؛ اس لئے کہ انسان نوع ہے اور اس کے اوپر جنس ہے جسم نامی۔

(۱) نوعِ عالی: کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی نوع نہ ہو، البتہ اس کے نیچے نوع ہو، جیسے: جسم مطلق اس کے اوپر کوئی نوع نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے اوپر جوہر ہے جو کہ جنس ہے، نہ کہ نوع۔

(۲) نوعِ متوسط: کہتے ہیں جس کے اوپر اور نیچے دونوں جگہ نوع ہوں۔ جیسے: جسم نامی، اس کے اوپر جسم مطلق ہے اور اس کے نیچے حیوان ہے۔

(۳) نوعِ سافل: کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو، جیسے: انسان، اس کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کے نیچے افراد ہیں۔

سوال نمبر (۶۱)، سلم العلوم: ص (۳۶) (امتحان سالانہ ۱۴۳۸ھ)

لِاَنَّ الْجِنْسِيَّةَ بِاِعْتِبَارِ الْعُمُوْمِ وَالنَّوْعِيَّةِ بِاِعْتِبَارِ الْخُصُوْصِ يُسَمَّى النَّوْعُ السَّافِلِ نَوْعُ الْاَنْوَاعِ وَالْجِنْسُ الْعَالِيْ جِنْسُ الْاَجْنَاسِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): سوال و جواب دونوں کو وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور اس لیے کہ جنسیت عموم کے اعتبار سے ہے اور نوعیت خصوص کے اعتبار سے ہے اس لیے نوع سافل کو نوع الانوار اور جنس عالی کو جنس الاجناس کہا جاتا ہے۔

(ب): سوال و جواب دونوں کی وضاحت ملاحظہ ہو: سوال: جنس و نوع دونوں کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تین قسم ہیں تو جس طرح جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں، اسی طرح نوع عالی کو بھی نوع الانواع کہنا چاہیے؛ حالانکہ نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں۔

جواب: دونوں کی ترتیب میں فرق ہے۔ جنس میں ترتیب ہوتی ہے، صعودی یعنی نیچے سے اوپر کی جانب اور نیچے خاص ہے تو گویا خاص سے عام کی طرف ترتیب ہوتی ہے، تو جو سب سے زیادہ عام ہوگا اسے جنس الاجناس کہیں گے اور سب سے زیادہ عام جنس عالی ہے؛ اس لیے اسے جنس الاجناس کہتے ہیں۔

اور نوع میں ترتیب نزولی یعنی اوپر سے نیچے کی جانب اور اوپر عام ہے تو گویا عام سے خاص کی جانب، تو جو سب سے زیادہ خاص ہوگا اسے نوع الانواع کہیں گے اور سب سے زیادہ خاص، نوع سافل ہے؛ اس لیے اسے نوع الانواع کہتے ہیں۔

سوال نمبر (۶۲)، سلم العلوم: ص (۳۶) (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

اَلثَّالِثُ الْفَصْلُ وَهُوَ الْمَقُوْلُ فِيْ جَوَابِ اَیُّ شَیْءٍ هُوَ فِيْ جَوْهَرِهٖ وَمَالَاجِنْسَ لَهٗ لَافَصْلَ لَهٗ، فَاِنْ مَیَّزَ الْفَصْلُ الشَّیْءَ عَنْ مُشَارِكٍ لَهٗ فِي الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ كَالْحَيَوَانِ مَثَلاً فَهُوَ قَرِيْبٌ اَوِالْبَعِيْدِ فَهُوَ بَعِيْدٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **(ب):** فصل کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کی تعریف لکھیں نیز مطلب بھی لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: تیسری کلی فصل۔ اور وہ کلی ہے جو أيُّ شيء هو في جوهره کے جواب میں محمول ہو اور جس شئ کے لئے کوئی جنس نہیں ہے اس کے لئے کوئی فصل بھی نہیں ہے، پس اگر فصل شئ کو ایسی چیز سے ممتاز کرے جو اس کے ساتھ جنس قریب میں شریک ہے تو فصل قریب ہے ورنہ بعید ہے۔

(ب): فصل کی قسموں کی تعریف ملاحظہ ہو: تیسری کلی فصل ہے، فصل: وہ کلی ذاتی ہے، جو أي شيء هو في ذاته کے جواب میں بولا جائے۔ جیسے: زید أي شيء هو في ذاته، زید اپنی ذات کے اعتبار سے کیا ہے؟ جواب آئے گا ناطق، تو یہ ناطق فصل ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور فصل کا کام ہے، جنس کے افراد میں امتیاز پیدا کرنا؛ لہٰذا جس کے لئے جنس نہیں ہوگا اس کے لئے فصل بھی نہیں ہوگا۔

قولہ: فان میزہ: یہاں سے مصنفؒ فصل کی تقسیم کررہے ہیں۔ فصل کی دو قسمیں ہیں: فصل قریب، فصل بعید

فصل قریب: کہتے ہیں کہ ماہیت کو جنس قریب کے افراد سے جدا کرنا، جیسے انسان کے لئے جنس قریب حیوان ہے، اس حیوان میں انسان کے ساتھ فرس، غنم وغیرہ سارے افراد شریک ہیں، ناطق نے انسان کو فرس وغنم وغیرہ سے ممتاز کردیا، لہٰذا ناطق فصل قریب ہے۔

فصل بعید: کہتے ہیں کہ ماہیت کو جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کرنا۔ جیسے: جسم نامی انسان کے لئے جنس بعید ہے، جسم نامی میں انسان کے ساتھ تمام حیوانات وشجر شریک ہیں۔ اب جسم نامی کے ساتھ حساس یا متحرک بالارادہ کو جوڑا گیا، تو شجر نکل گیا، تو حساس نے انسان کو جنس بعید میں شریک افراد سے جدا کیا، اس لئے حساس فصل بعید ہے۔

سوال نمبر (٦٣)، سلم العلوم: ص (٣٧) (خودساختہ)

وَلَهُ نِسْبَةٌ إِلَى النَّوْعِ بِالتَّقْوِيمِ فَيُسَمّٰى مُقَوِّمًا وَكُلُّ مُقَوِّمٍ لِلْعَالِيْ مُقَوِّمٌ لِلسَّافِلِ وَلَاعَكْسَ وَلَهُ نِسْبَةٌ إِلَى الْجِنْسِ بِالتَّقْسِيمِ فَيُسَمّٰى مُقَسِّمًا وَكُلُّ مُقَسِّمٍ لِلسَّافِلِ فَهُوَ مُقَسِّمٌ لِلْعَالِيْ وَلَاعَكْسَ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): وضاحت کرتے ہوئے بتلایئے کہ کلی مقوم الخ اور کل مقسم الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور فصل کے لئے ایک نسبت نوع کی جانب تقویم کے سبب سے ہے اس صورت میں فصل کا نام مقوم ہوگا اور ہر وہ چیز جو عالی کے لئے مقوم ہو وہ سافل کے لئے بھی مقوم ہے؛ لیکن اس کے برعکس نہیں ہے اور فصل کے لئے ایک نسبت جنس کی جانب ہے تقسیم کے سبب سے اس صورت میں فصل کا نام مقسم ہوگا اور ہر وہ فصل جو مقسم ہے سافل کے لئے وہ عالی کے لئے بھی مقسم ہے؛ لیکن اس کا برعکس نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مطلب؛ نیز کلی مقوم الخ اور وکل مقسم الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو: یہاں سے مصنفؒ فصل کو جنس ونوع کی طرف نسبت کے اعتبار سے تقسیم کررہے ہیں۔ فصل کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقوم (۲) مقسم

جب فصل کی نسبت نوع کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقوم کہتے ہیں۔ مثلاً ناطق ایک فصل ہے انسان کے لیے اور انسان نوع ہے تو جب ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے: "الإنسان الناطق" تو ناطق فصل مقوم ہوگا۔ مقوم کے معنیٰ ہیں حقیقت میں داخل ہونے والا فصل؛ چونکہ نوع کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے؛ اس لیے اس کا نام فصل مقوم ہے۔ اور جب فصل کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقسم کہتے ہیں۔ مثلاً ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کی جائے تو اسے فصل مقسم کہتے ہیں۔ مثلاً ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کی جائے اور یوں کہا جائے: "الحیوان الناطق" تو ناطق فصل مقسم ہوگا۔ مقسم کے معنیٰ ہیں تقسم کرنے والا فصل؛ چونکہ جنس کو تقسیم کردیتی ہے؛ اس لیے اسے فصلِ مقسم کہتے ہیں۔

قولهٗ: کلي مقوم للعالی مقوم للسافل ولا عکس: جب فصل کی نسبت نوع کی طرف کی جائے تو اُسے فصلِ مقوم کہتے ہیں۔ اس پر مصنفؒ تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ، ہر وہ فصل جو عالی کے لیے مقوم ہوگا سافل کے لیے بھی مقوم ہوگا۔ جیسے جسم مطلق کے لیے طول، عرض، عمق فصل مقوم ہے؛ اسی طرح جسم نامی کے لیے بھی فصلِ مقوم ہے؛ اس لیے وہ جس طرح ہر جسم مطلق میں طول، عرض، عمق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر جسم نامی میں بھی طول، عرض، عمق ہوتا ہے، لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو عالی کے لیے مقوم ہوگا وہ سافل کے لیے بھی مقوم ہوگا؛ لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو سافل کے لیے مقوم ہو وہ عالی کے لیے بھی مقو ہو ایسا نہیں ہے۔ جیسے ناطق انسان کے لیے مقوم ہے؛ لیکن حیوان کے لیے مقسم ہے۔

قولهٗ: وکل مقسم للسافل مقسم للعالی ولا عکس: جب فصل کی نسبت جنس کی طرف کی جائے تو اسے فصلِ مقسم کہتے ہیں۔ اس پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ جو سافل کے لیے مقسم ہوگا عالی کے لیے بھی مقسم ہوگا۔ مثلاً ناطق، حیوان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیے مقسم ہے تو جسم نامی کے لیے بھی مقسم ہے جسم مطلق کے لیے بھی مقسم ہے؛ لیکن اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو فصل عالی کے لیے مقسم ہو وہ سافل کے لیے بھی مقسم ہو ایسا نہیں ہے۔ مثلاً متحرک بالارادہ جسم نامی کے لیے مقسم ہے؛ لیکن حیوان کے لیے مقسم نہیں ہے؛ اس لیے کہ ہر حیوان متحرک بالارادہ ہے۔

سوال نمبر (۶۴)، سلم العلوم: ص (۳۷) (امتحان سالانہ ۱۴۳۷ھ)

قَالَ الْحُكَمَاءُ: الْجِنْسُ اَمْرٌ مُبْهَمٌ لَايَتَحَصَّلُ اِلَّا بِالْفَصْلِ فَهُوَ عِلَّةٌ لَهٗ فَلَايَكُوْنُ فَصْلُ الْجِنْسِ جِنْسًا لِلْفَصْلِ وَلَايَكُوْنُ لَشَيْءٍ وَاحِدٍ فَصْلَانِ قَرِيْبَانِ وَلَايُقَوِّمُ اِلَّانَوْعًا وَاحِدًا وَلَايُقَارِنُ اِلَّاجِنْسًا وَاحِدًا فِيْ مَرْتَبَةٍ وَاحِدَةٍ وَفَصْلُ الْجَوْهَرِ جَوْهَرٌ خِلَافًا لِلْاِشْرَاقِيَّةِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کے ہر ہر جزء کی تشریح کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: حکماء نے کہا کہ جنس ایک امر مبہم ہے اس کا تحصیل (تعین) نہیں ہوتا مگر فصل کے ذریعہ پس فصل اس کے لئے علت ہے اس بناء پر جنس کی فصل جنس نہیں ہوسکتی، فصل کے لئے اور ایک ہی شئے کے لئے دو فصل قریب نہیں ہوسکتیں اور فصل ایک ہی نوع کی تقویم کرے گی اور فصل ایک درجہ میں ایک ہی جنس سے مقارن ہوگی اور جوہر کی فصل جوہر ہوگی اس میں اشراقیہ کا اختلاف ہے۔

(ب): عبارت کے ہر ہر جزء کی تشریح ملاحظہ ہو: جنس، فصل، نوع کے خاتمہ پر ایک ضابطہ اور اس پر متفرع ہونے والے پانچ مسائل کو بیان کررہے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے:

جنس ایک امر مبہم ہے، ذہن میں کئی نوعوں کے درمیان متردد رہتا ہے، اس کا تعین فصل سے ہوتا ہے، اور جس کے ذریعہ تعین ہو وہ اس کے لئے علت ہوتا ہے، لہٰذا فصل جنس کے لئے علت ہے، فصل کے جنس کے لئے علت ہونے پر پانچ مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

(۱) فلایکون فصل الجنس جنسًا للفصل، یعنی جب ایک چیز کو فصل مان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیا گیا تو اب وہ کبھی بھی دوسرے فصل کے لئے جنس نہیں بن سکتی؛ بلکہ وہ ہمیشہ فصل ہی رہے گی۔ مثلاً ناطق، حیوان کے لئے فصل ہے تو اب کسی شی کے لئے جنس نہیں بن سکتی۔

دلیل: اس لئے کہ ایک چیز کو جب فصل مان لیا گیا تو فصل علت ہوتی ہے تو وہ شیٔ علت ہوگئی اور جنس معلول ہوتی ہے اب اگر اسی کو جنس مان لیا جائے تو ایک ہی شیٔ کا علت اور معلول ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

(۲) ولایکون لشیء واحد فصلان قریبان: ایک شیٔ کے لئے دو فصلِ قریب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ فصل ہوتی ہے علت، تو اگر ایک شیٔ کے لئے دو فصلِ قریب ہوں تو ایک شیٔ کے لئے دو علت ہونا لازم آئے گا؛ حالانکہ ایک شیٔ کے لئے ایک ہی علت ہوتی ہے۔

(۳) ولایقوم الانوعًا واحدًا، ایک فصل ایک حال میں ایک ہی نوع کے لئے مقوم ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اگر ایک فصل دو نوعوں کے لئے مقوم ہو تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان دونوں کی جنس ایک ہے یا زیادہ؟ اگر دونوں نوعوں کی جنس ایک ہے تو جب جنس و فصل ایک ہے تو اس کی حقیقت بھی ایک ہوگی اور حقیقت کا نام نوع ہے تو دو نہیں رہے؛ بلکہ ایک ہی نوع رہا تو ایک فصل ایک نوع کے لئے مقوم ہوا اور اگر جنس زیادہ ہے تو معلول کا علت سے تخلف لازم آئے گا؛ اس لئے کہ جس وقت فصل ایک نوع کے لئے مقوم ہوگی اس وقت صرف اسی نوع کی جنس پائی جائے گی، دوسری جنس نہیں پائی جائے گی، تو معلول کا علت کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے؛ لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایک فصل ایک وقت میں ایک ہی نوع کے لئے مقوم ہوسکتی ہے۔

(۴) ولایقارن الاجنسًا واحدًا في مرتبة واحدة، ایک فصل ایک وقت میں ایک ہی جنس کے ساتھ متصل ہوگی، اس لئے کہ فصل علت ہوتی ہے اور جنس معلول اور ایک علت سے ایک حال میں ایک ہی معلول پیدا ہوتا ہے، لہٰذا ایک فصل ایک حال میں ایک ہی جنس کے ساتھ متصل ہوگی۔

(۵) وفصل الجوهر جوهر، جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی۔ اشراقیین کا کہنا ہے کہ جوہر کی فصل عرض ہوسکتی ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی عرض نہیں ہوسکتی؛ اس لئے کہ اگر جوہر کی فصل عرض ہو تو علت کا ضعیف اور معلول کا قوی ہونا لازم

آئے گا؛ حالانکہ علت قوی ہوتی ہے اور معلول ضعیف، کیسے؟
وہ اس طرح کہ فصل علت ہوتی ہے اور علت قوی ہوتی ہے؛ لہٰذا فصل قوی ہوگی اور جنس معلول ہوتی ہے اور معلول ضعیف ہوتا ہے، لہٰذا جنس ضعیف ہوگی۔ اب اگر جوہر کی فصل عرض ہو تو عرض ہوتا ہے کمزور، تو فصل ہوگی کمزور اور فصل علت ہوتی ہے تو علت کمزور ہوگی۔ اس کے برخلاف جوہر قوی ہوتا ہے اور جوہر ہے معلول تو معلول قوی ہوگیا، حالانکہ معلول ضعیف ہوتا ہے۔ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جوہر کی فصل جوہر ہی ہوگی۔

سوال نمبر (۶۵)، سلم العلوم: ص (۳۸) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ)

وَهٰهُنَا شَکٌّ مَشْهُوْرٌ مِنْ وَجْهَيْنِ، اَلْأَوَّلُ: مَاأَوْرَدَهُ فِي الشِّفَاءِ، وَهُوَ: أَنَّ كُلَّ فَصْلٍ مَعْنًى مِنَ الْمَعَانِيْ، فَإِمَّا أَعَمُّ الْمَحْمُوْلَاتِ أَوْتَحْتَهُ؟ وَالْأَوَّلُ بَاطِلٌ فَهُوَ مُنْفَصِلٌ عَنِ الْمُشَارِكَاتِ بِفَصْلٍ، فَإِذَنْ لِكُلِّ فَصْلٍ فَصْلٌ، وَيَتَسَلْسَلُ وَحَلُّهُ لَانُسَلِّمُ اِنْفِصَالَ كُلِّ مَفْهُوْمٍ بِالْفَصْلِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): ھھنــــا کا مشارٌ الیہ متعین کرکے اشکال وجواب کو بھی وضاحت سے لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہاں (مقامِ فصل میں) دو طرح سے شک ہے، پہلا طریقہ وہ ہے جس کو شیخ نے شفا میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر فصل معانی میں سے ایک معنیٰ ہے، لہٰذا فصل یا تو تمام محمولات میں اعم ہوگی یا اعم کے تحت ہوگی، پہلی صورت محال ہے، لہٰذا وہ دیگر مشارکات سے ممتاز ہوگی دوسری فصل کے ذریعے تو اس وقت لازم آئے گا کہ ہر فصل کے لیے فصل ہو اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہوگا۔

(ب): ھھنـا کا مشارٌ الیہ مع اشکال وجواب ملاحظہ ہو: ھٰھنـا کا مشارٌ الیہ مقامِ فصل ہے، مقامِ فصل میں دو اشکال وارد ہوئے ہیں۔ ایک شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب شفاء میں ذکر کیا ہے اور دوسرا خود مصنفؒ کے ذہن میں آیا ہے۔ اس عبارت میں شیخ بوعلی سینا کے اشکال کا ذکر ہے، جس کا حاصل یہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اشکال: فصل میں تسلسل لازم آتا ہے اور تسلسل باطل ہے اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل، لہٰذا فصل باطل، کیسے؟ وہ اس طرح کہ فصل ایک کلی ہے اور ہر کلی مفہوم ہوتی ہے، تو فصل مفہوم ہوگی اور ہر مفہوم دو حال سے خالی نہیں، مقولاتِ عشرہ میں سے ہوگی یا تحت ہوگا، مقولاتِ عشرہ میں ہونا باطل؛ اس لیے کہ اس وقت مقولاتِ عشرہ عشر نہیں رہے گا؛ بلکہ احد عشر بن جائے گا تو مقولاتِ عشر کے تحت ہونا ثابت، تو جس مقولے کے تحت ہوگا وہ مقولہ اس کے لیے جنس ہوگا۔ اب اس فصل کو جنس کے دیگر افراد سے ممتاز کرنے کے لیے دوسرے فصل کی ضرورت پڑے گی وہ دوسر فصل بھی، دو حال سے خالی نہیں، مقولاتِ عشرہ میں سے ہوگا یا تحت ہوگا، مقواتِ عشر میں سے ہونا باطل، تو تحت ہونا ثابت تو جس مقولے کے تحت ہوگا وہ مقولہ اس کے لیے جنس ہوگا۔ اب دوسری فصل کو جنس کے افراد سے ممتاز کرنے کے لیے تیسری فصل کی ضرورت پڑے گی اس طرح غیر متناہی طریقے پر ہر فصل کے لیے فصل ہوگی، یہ تسلسل ہے اور تسلسل باطل ہے۔

جواب: ہم شقِ ثانی کو اختیار کرتے ہیں یعنی تحت ہونا، رہا آپ کا یہ کہنا کہ اس جنس سے ممتاز کرنے کے لیے فصل کی ضرورت پڑے گی، ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ امتیاز صرف فصل ہی سے نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ عرض سے بھی ہوتا ہے، تو ہر فصل کے لیے فصل سے ہونا لازم نہیں آیا۔

سوال نمبر (٦٦)، سلم العلوم: ص (۳۹) (خودساختہ)

وَالثَّانِيْ مَاسَنَحَ لِيْ وَهُوَ اَنَّ الْكُلِّيَّ كَمَايَصْدُقُ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْ اَفْرَادِهٖ يَصْدُقُ عَلٰى كَثِيْرِيْنَ مِنْ اَفْرَادِهٖ بِصِدْقٍ وَاحِدٍ فَمَجْمُوْعُ الْاِنْسَانِ وَالْفَرَس حَيْوَانٌ فَلَهٗ فَصْلَانِ قَرِيْبَانِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): حلهٗ الخ سے جو مصنف نے حل پیش کیا ہے اس کو لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور دوسر طریقہ جو میرے دل میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ کلی جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طرح اپنے افراد میں ایک فرد پر صادق آتی ہے اسی طرح اپنے بہت سے افراد پر یکبارگی صادق آتی ہے تو انسان اور فرس کا مجموعہ حیوان ہے پس حیوان کے لیے دو فصل قریب ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ ہو: مقامِ فصل میں دو اعتراض واقع ہوئے تھے یہ دوسرا اعتراض ہے، جو مصنفؒ کے ذہن میں آیا ہے۔ اعتراض کو سمجھنے سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کیجیے۔

کلی کے اپنے افراد پر صادق آنے کی دو صورتیں ہیں: صدقِ انفرادی، صدقِ اجتماعی دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کلی جس طرح اپنے ہر ہر فرد پر صادق آتی ہے اسی طرح مجموعے پر بھی صادق آتی ہے۔ اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے۔ مثلاً انسان جس طرح زید، عمر، بکر، خالد پر تنہا تنہا صادق آتا ہے، اسی طرح ان تمام کے مجموعے پر بھی صادق آتا ہے، للہذا جس طرح زید انسان ہے، خالد انسان ہے، اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی انسان ہے۔

اشکال کی تقریر: آپ کا یہ کہنا کہ ایک شیٔ کے لئے دو فصل قریب نہیں ہو سکتے، ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ ماقبل کی تمہید کی بنا پر جس طرح تنہا انسان حیوان ہے اور تنہا فرس حیوان ہے، اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی حیوان ہے اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے، تو اب حیوان سے انسان کو جدا کرنے کے لئے ایک فصل کی ضرورت پڑے گی، اسی طرح فرس کو جدا کرنے کے لئے ایک اور فصل کی ضرورت پڑے گی، تو مجموعہ شیٔ واحد کے لئے دو فصل قریب ہو گئے، معلوم ہوا کہ ایک شیٔ کے لئے دو فصلِ قریب ہو سکتے ہیں۔

(ج): حلہ الخ سے جو مصنف نے حل پیش کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو: تمہید: ہر دو کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے یعنی جب دو چیزیں ملتی ہیں تو تیسری چیز کا وجود ہوتا ہے اور وہ مجموعہ ہے اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ جس طرح انسان اور فرس کے لئے مجموعہ ہے، اسی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ناطق و صاہل کے لئے مجموعہ ہے، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ دو چیز کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے، تو جب ناطق و صاہل کے لئے بھی مجموعہ ہے تو مجموعہ مجموعہ کے لئے فصل ہوا اور مجموعہ شیٔ واحد ہوتا ہے، تو شیٔ واحد، شیٔ واحد کے لئے فصل ہوا، للہذا ایک شیٔ کے لئے ایک ہی فصل ہوا نہ کہ دو، للہذا اشکال کافور ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۶۷)، سلم العلوم: ص (۴۰) (امتحان داخلہ ۱۴۱۶ھ)

لَایُقَالُ مَجْمُوْعُ شَرِیْکَی الْبَارِی فَبَعْضُ شَرِیْکِ الْبَارِی مُرَکَّبٌ وَکُلُّ مُرَکَّبٍ مُمْکِنٌ مَعَ اَنَّ کُلَّ شَرِیْکِ الْبَارِیْ مُمْتَنِعٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اعتراض و جواب لکھیں۔
(ج): مرکب فرضی، ونفس الامری کی تعریف لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ دو شریک الباری مجموعہ شریک الباری ہے لہٰذا بعض شریک الباری مرکب ہے اور ہر مرکب ممکن ہے حالانکہ ہر شریک الباری ممتنع ہے۔

(ب): اعتراض و جواب لکھ ملاحظہ ہو: آپ کا یہ کہنا کہ کلی اپنے افراد پر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح صادق آتی ہے، ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس صورت میں محال لازم آتا ہے، کیسے؟ وہ اس طرح کہ شریک الباری ایک کلی ہے لہٰذا آپ کے بقول جس طرح ایک شریک الباری پر صادق آئے گی اسی طرح مجموعے پر بھی صادق آئے گی تو صورت یہ ہوگی۔

مجموع شریکی الباری شریک الباری وبعض شریک الباری مرکب وکل مرکب ممکن فبعض شریک الباری ممکن؛ حالانکہ کوئی شریک الباری ممکن نہیں ہے۔

جواب: مصنفؒ کہتے ہیں کہ یہ اشکال نہ کیا جائے۔ دلیل لان امکان سے ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ دلیل کا کبریٰ، ہمیں تسلیم نہیں یعنی آپ کا یہ کہنا کہ ہر مرکب ممکن ہے یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں: مرکب فرضی، مرکب نفس الامری۔

(ج): مرکب فرضی، ونفس الامری کی تعریف ملاحظہ ہو: مرکبِ فرضی: کہتے ہیں جس کے افراد کو فرض کر لیا گیا ہو، یہ اجزاء کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

مرکبِ نفس الامری: مرکب نفس الامری کہتے ہیں جس کے افراد خارج میں موجود ہوں۔
اب سنئے! مرکب نفس الامری ممکن ہوتا ہے، نہ کہ فرضی اس لیے کہ ممکن وہ مرکب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوتا ہے، جواجزاء کا محتاج ہو اور مرکب نفس الامری اجزاء کا محتاج ہوتا ہے، لہٰذا یہ ممکن ہوگا اور مرکب فرضی اجزاء کا محتاج نہیں ہوتا ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں ہوگا اور شریک الباری کا مجموعہ یہ مرکب فرضی ہے، لہٰذا کوئی محال لازم نہیں آیا۔

سوال نمبر (۶۸)، سلم العلوم: ص (۴۱) (امتحان ششماہی ۱۴۱۶ھ)

وَحَلُّهُ اَنَّ وُجُوْدَ اثْنَيْنِ يَسْتَلْزِمُ وُجُوْدَ ثَالِثٍ وَهُوَ الْمَجْمُوْعُ وَذَالِكَ وَاحِدٌ لَايُقَالُ عَلٰى هٰذَا يَلْزَمُ مِنْ تَحَقُّقِ اثْنَيْنِ تَحَقُّقُ اُمُوْرٍ غَيْرِ مُتَنَاهِيَةٍ لِاَنَّهُ بِضَمِّ الثَّالِثِ يَتَحَقَّقُ الرَّابِعُ وَهٰكَذَا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت کی تشریح کرتے ہوئے اعتراضات وجوابات کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور اس شک ثانی کا حل یہ ہے کہ دو کا وجود مستلزم ہے تیسرے کے وجود کو اور وہ تیسرا ان دو کا مجموعہ ہے، اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ دو کے متحقق ہونے سے اُمور غیر متناہیہ کا متحقق ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ تیسرے کے ملانے سے چوتھا اور اسی طرح چوتھے کے ملانے سے پانچواں متحقق ہو جائے گا۔

(ب): عبارت کی تشریح اور اعتراضات وجوابات کی وضاحت: قولہ:

وحله: مقام فصل میں مصنفؒ نے الثاني ماسنح لي سے اعتراض کیا تھا، جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ ایک شئ کے لئے دو فصل ہوسکتی ہیں۔ اعتراض کی تقریر سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کیجئے:

کلی کے اپنے افراد پر صادق آنے کی دو صورتیں ہیں: صدقِ انفرادی، صدقِ اجتماعی دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ کلی جس طرح اپنے ہر ہر فرد پر صادق آتی ہے اسی طرح مجموعے پر بھی صادق آتی ہے۔ اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے۔ مثلاً انسان جس طرح زید، عمر، بکر، خالد پر تنہا تنہا صادق آتا ہے، اسی طرح ان تمام کے مجموعے پر بھی صادق آتا ہے، لہٰذا جس طرح زید انسان ہے، خالد انسان ہے، اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی انسان ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اشکال کی تقریر: آپ کا یہ کہنا کہ ایک شئ کے لئے دو فصل قریب نہیں ہو سکتے، ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ ماقبل کی تمہید کی بنا پر جس طرح تنہا انسان حیوان ہے اور تنہا فرس حیوان ہے، اسی طرح ان دونوں کا مجموعہ بھی حیوان ہے اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے، تو اب حیوان سے انسان کو جدا کرنے کے لئے ایک فصل کی ضرورت پڑے گی، اسی طرح فرس کو جدا کرنے کے لئے ایک اور فصل کی ضرورت پڑے گی، تو مجموعہ شئ واحد کے لئے دو فصل قریب ہو گئے، معلوم ہوا کہ ایک شئ کے لئے دو فصلِ قریب ہو سکتے ہیں۔

حلہ کی تقریر: تمہید: ہر دو کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے یعنی جب دو چیزیں ملتی ہیں تو تیسری چیز کا وجود ہوتا ہے اور وہ مجموعہ ہے اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ جس طرح انسان اور فرس کے لئے مجموعہ ہے، اسی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ناطق وصاہل کے لئے مجموعہ ہے، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ دو چیز کا وجود تیسرے کے وجود کو مستلزم ہے، تو جب ناطق وساہل کے لئے بھی مجموعہ ہے تو مجموعہ مجموعہ کے لئے فصل ہوا اور مجموعہ شئ واحد ہوتا ہے، تو شئ واحد، شئ واحد کے لئے فصل ہوا، لہٰذا ایک شئ کے لئے ایک ہی فصل ہوا نہ کہ دو، لہٰذا اشکال کافور ہو گیا۔

قولہٗ: ولایقال الخ: حلہ سے جو جواب دیا گیا ہے اس کی بناء اس پر بھی تھی کہ وجود اثنین مستلزم ہوتا ہے وجود ثالث کو جو کہ ان دونوں امروں کا مجموعہ ہے اور وہ امر واحد ہے؛ لہٰذا شئ واحد کے لئے فصل واحد رہی دو فصلیں ثابت نہ ہوئیں، اس سے ایک شک پیدا ہوا کہ "اگر وجود اثنین یستلزم وجود ثالث" کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تسلسل لازم آتا ہے، لزوم کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دو کے مجموعہ سے ثالث کا وجود ہوا ہے، اسی طرح تین کے مجموعہ سے رابع کا تحقق ہوگا اور چار کے مجموعہ سے خامس پیدا ہوگا اور پانچ کے مجموعہ سے سادس کا وجود ہوگا، اسی طرح مراتب غیر متناہیہ کا تحقق لازم آئے گا اور یہ محال ہے، معلوم ہوا کہ استلزام صحیح نہیں اور اس کے بطلان سے جواب بھی باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ جواب اس استلزام پر مبنی تھا۔

قولہٗ: لانانقول الخ: لایقال سے جو شک بیان کیا گیا ہے اس کا جواب دے رہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہیں، جواب کا حاصل یہ ہے کہ دو کے تحقق سے جوامر ثالث کا تحقق ہوا ہے یہ تو واقعی اور نفس الامری ہے، باقی اس کے بعد کے مراتب کا تحقق اعتباری ہے، جو اعتبار معتبر پر موقوف ہے جب تک ان کا اعتبار کیا جائے گا اس وقت تک ان کا وجود ہے اور جب اعتبار کرنا موقوف کر دیا جائے تو آئندہ کا سلسلہ بھی موقوف ہو جائے گا اور تسلسل اُمور اعتباریہ میں محال نہیں ہے۔

سوال نمبر (۶۹)، سلم العلوم: ص (۴۲) (امتحان داخلہ ۱۴۱۷ھ)

وَالرَّابِعُ الْخَاصَّةُ، وَهُوَ: اَلْخَارِجُ الْمَقُوْلُ عَلٰى مَاتَحْتَ حَقِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ: نَوْعِيَّةٍ أَوْجِنْسِيَّةٍ: شَامِلَةٌ إِنْ عَمَّتِ الْأَفْرَادَ، وَإِلَّا فغَيْرُ شَامِلَةٍ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): خاصہ، خاصۃ النوع، خاص الجنس، خاصہ شاملہ اور غیر شاملہ کی تعریف لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: چوتھی کلی خاصہ ہے۔ اور وہ ایسی کلی ہے جو خارج ہو اور ان اوران افراد پر محمول ہو جو ایک حقیقت کے تحت ہیں وہ حقیقت نوعی ہو یا جنسی، خاصہ شاملہ ہے اگر افراد کو عام ہو ورنہ غیر شاملہ ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ ہو: جب کلی ذاتی کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب کلی عرضی کو بیان کر رہے ہیں۔ کلی عرضی کی دو قسمیں ہیں: خاصہ اور عرضِ عام۔ اس عبارت میں خاصہ کا بیان ہے۔

خاصہ: وہ کلی عرضی ہے جو ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔ اب حقیقت کی دو قسمیں ہیں اس لیے خاصہ کی بھی دو قسمیں ہیں: خاصۃ النوع، خاصہ الجنس

خاصۃ النوع: خاصۃ النوع وہ کلی عرضی ہے، جو حقیقتِ نوعیہ کے افراد کے ساتھ خاص ہو۔ جیسے: ضاحک انسان کے افراد کے ساتھ خاص ہے، اور انسان نوع ہے، للہٰذا ضاحک نوع کے ساتھ خاص ہوگا۔

خاصۃ الجنس: خاصۃ الجنس وہ کلی عرضی ہے، جو حقیقت جنسیہ کے افراد کے ساتھ خاص ہو، جیسے: ماشی حیوان کے افراد کے ساتھ خاص ہے، اور حیوان جنس ہے، للہٰذا ماشی جنس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے ساتھ خاص ہے۔ پھر خاصہ کی دو قسمیں ہیں: شاملہ، غیر شاملہ

خاصہ شاملہ: وہ خاصہ ہے، جو کلی خاصہ کے تمام افراد میں پایا جائے، جیسے: کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ ہے اور تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

خاصہ غیر شاملہ: وہ خاصہ ہے، جو کلی خاصہ کے تمام افراد میں نہ پایا جائے۔ جیسے: کتابت بالفعل، انسان کا خاصہ ہے، لیکن تمام افراد میں نہیں پایا جاتا ہے۔

(ج): خاصہ، خاصۃ النوع، خاص الجنس، خاصہ شاملہ اور غیر شاملہ کی تعریف ملاحظہ ہوں: خاصہ، خاصۃ النوع، خاص الجنس، خاصہ شاملہ اور غیر شاملہ کی تعریف مطلب کے تحت گزر چکی ہے۔

سوال نمبر (۷۰)، سلم العلوم: ص (۴۲) (امتحان سالانہ ۱۴۱۶ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ: وَهُوَ أَنَّ اللُّزُوْمَ لَازِمٌ، وَإِلَّا يَنْهَدِمُ أَصْلُ الْمُلَازَمَةِ، فَيَتَسَلْسَلُ اللُّزُوْمَاتُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): شک کی وضاحت تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہاں ایک شک ہے اور وہ یہ ہے کہ لزوم لازم ہے ورنہ ملازمت کی بنیاد منہدم ہو جائے گی، تو لزومات میں تسلسل لازم آئے گا۔

(ب): شک کی وضاحت بالتفصیل ملاحظہ ہو: **شک:** لازم کے یہ اقسام اس وقت صحیح ہوں گے جبکہ خود لازم کا وجود ہو، حالانکہ خود لازم کا وجود مسلم نہیں ہے؛ اس لیے کہ لازم اور ملزوم کے درمیان جو لزوم ہے وہ لازم ہے یا نہیں، اگر وہ لزوم لازم نہ ہو تو لازم لازم نہیں رہے گا اور ملزوم، ملزوم نہیں رہے گا؛ اس لیے کہ لازم اور ملزوم کی بنیاد لزوم پر ہے اور اگر وہ لزوم لازم ہے تو پھر اس لازم اور ملزوم کے درمیان لزوم ہوگا تو اب دوسرے لزوم کے بارے میں سوال ہوگا کہ وہ لزوم لازم ہے یا نہیں اگر لازم نہ ہو تو لزوم کی بنیاد منہدم ہو جائے گی اور اگر دوسرا لزوم بھی لازم ہے تو تیسرے لزوم کے بارے میں سوال ہوگا اس طرح لزومات کا سلسلہ غیر متناہی چلتا رہے گا اور جب لزومات کا سلسلہ چلتا رہے گا تو تسلسل لازم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

آئے گا اور تسلسل محال ہے اور جو چیز کسی محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتی ہے لہٰذا لازم کا وجود محال ہے۔ اور جب لازم کا وجود محال ہے تو لازم کی تقسیمیں بھی باطل ہیں۔

جواب: ہم شق اوّل کو اختیار کرتے ہیں یعنی لزوم لازم ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ تسلسل لازم آئے گا تو تسلسل نفس الامر چیزوں میں لازم آتا ہے، امر اعتباری میں تسلسل لازم نہیں آتا ہے اور لزوم کا لازم ہونا امر اعتباری ہے؛ اس لیے تسلسل لازم نہیں آئے گا اور جب تسلسل لازم نہیں آئے گا تو لازم کا وجود ہوگا اور جب لازم کا وجود ہوگا تو اس کے اقسام بھی ہوں گے۔

سوال نمبر (۱۷)، سلم العلوم: ص (۴۲-۴۳) (خود ساختہ)

ثُمَّ اللَّازِمُ إِمَّا اَنْ يَمْتَنِعَ اِنْفِكَاكُهُ عَنِ الْمَاهِيَّةِ مُطْلَقًا لِعِلَّةٍ اَوْضَرُوْرَةٍ يُسَمّٰى لَازِمَ الْمَاهِيَّةِ أَوْبِالنَّظْرِ إِلٰى أَحَدِ الْوُجُوْدَيْنِ خَارِجِيٍّ أَوْذِهْنِيٍّ، وَيُسَمّٰى الثَّانِيْ مَعْقُوْلًا ثَانِيًا وَالدَّوَامُ لَايَخْلُوْ عَنْ لُزُوْمٍ سَبَبِيٍّ۔

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): ماہیت، لازم ماہیت، لازم وجودِ ذہنی اور لازم وجودِ خارجی کی مثالوں کے ساتھ وضاحت کیجیے۔ (ج): "والدوام لایخلو عن لزوم سببی" کی ضروری وضاحت کیجیے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: پھر لازم کا ماہیت سے جدا ہونا یا تو مطلقاً ممتنع ہوگا کسی علت کی وجہ سے یا بداہت کی وجہ سے ایسے لازم کا نام لازم الماہیت ہے یا اس کا جدا ہونا ممتنع ہوگا وجودِ خارجی یا وجودِ ذہنی میں سے کسی ایک کی جانب نظر کرتے ہوئے اس دوسرے لازم کا نام معقول ثانی ہے اور دوام لزومِ سببی سے خالی نہیں ہوتا۔

(ب): ماہیت، لازم ماہیت، لازم وجودِ ذہنی اور لازم وجودِ خارجی کی مثالوں کے ساتھ وضاحت: عرضِ لازم (خاصہ ہو یا عرضِ عام) کی تین قسمیں ہیں: (۱) لازمِ ماہیت (۲) لازمِ وجودِ ذہنی (۳) لازمِ وجودِ خارجی۔

(۱) لازمِ ماہیت: وہ لازم ہے جو وجود کا اعتبار کیے بغیر کسی ماہیت کے لئے لازم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہو، یعنی جب بھی وہ ماہیت کسی جگہ پائی جائے، خواہ ذہن میں پائی جائے یا خارج میں، اس وقت وہ چیز اس کے لئے لازم ہو، چار کی ماہیت کے لئے زوجیت ایسی ہی لازم ہے۔

(۲) لازم وجودِ ذہنی: وہ لازم ہے جو صرف وجودِ ذہنی میں لازم ہو، جیسے: انسان اور حیوان کے لئے کلی ہونا۔

فائدہ: لازم وجودِ ذہنی کو معقولِ ثانی بھی کہتے ہیں۔

(۳) لازم وجودِ خارجی: وہ لازم ہے جو صرف وجودِ خارجی میں لازم ہو، جیسے: آگ کے لئے جلانا۔

(ج): "والد وام لایخلو عن لزوم سببی" کی ضروری وضاحت: یہ ایک مشہور مسئلہ کا بیان ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک شئ دوسری شئ کے لئے دوامی طور پر ثابت ہے؛ لیکن جدا ہونا ممکن ہے تو یہ عرض لازم ہے یا عرضِ مفارق۔ مشہور رائے یہ ہے کہ عرضِ مفارق ہے؛ کیونکہ بہرحال ایک نہ ایک دن جدائیگی ممکن ہے، مگر مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ عرضِ لازم ہے، اس لئے کہ جب ایک شئ دوسری شئ کے لئے دوامی طور پر ثابت ہے تو کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوگا؛ اس لئے کہ دوام سبب سے خالی نہیں ہوتا، تو جب دوام کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوگا تو اس سبب کے لئے بھی سبب ہوگا، یہاں تک کہ آخری سبب اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ لازم ہے تو جب دوام کا سبب لازم ہے تو وہ دوام بھی لازم ہوگا؛ لہٰذا یہ عرض لازم ہوگا، نہ کہ عرضِ مفارق۔

سوال نمبر (۷۲)، سلم العلوم: ص (۴۳) (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ)

هَلْ لِمُطْلَقِ الْوُجُوْدِ دَخَلٌ ضَرُوْرِيٌّ فِيْ لَوَازِمِ الْمَاهِيَّةِ وَالْحَقُّ لَا فَإِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَاتُعَلَّلُ حَتّٰى يَجِبَ وُجُوْدُ الْعِلَّةِ أَوَّلًا كَوُجُوْدِ الْوَاجِبِ تَعَالٰى عَلٰى مَذْهَبِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عرضِ لازم کی دوسری تقسیم مع مثال بیان کیجیے۔ (ج): اور متکلمین کا مذہب نقل کرنے کے بعد عبارت کی تشریح کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: کیا وجودِ مطلق کا لوازم ماہیت میں دخل بدیہی ہے؟ حق بات یہ ہے کہ دخل نہیں ہے؛ کیونکہ بداہت مُعلّل نہیں ہوتی کہ پہلے علت کا وجود واجب ہو، جیسے وجودِ واجب تعالیٰ مذہب متکلمین کی بنیاد پر۔

(ب): عرضِ لازم کی دوسری تقسیم مع مثال: عرضِ لازم کی دوسری تقسیم اور لازم کے دو معنیٰ:

لازم کے پہلے معنیٰ: لازم وہ ہے جس کا تصور ملزوم کا تصور کرتے ہی حاصل ہوجائے، یعنی ملزوم کے تصور کے بعد لازم کے تصور کے لئے کوئی نیا عمل نہ کرنا پڑے۔

لازم کے دوسرے معنیٰ: لازم وہ ہے کہ اس کا اور ملزوم کا تصور کرتے ہی لزوم کا یقین ہوجائے۔

نوٹ: لازم کے پہلے معنیٰ خاص ہیں، اور دوسرے معنیٰ عام۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ عرضِ لازم کی دو قسمیں ہیں: لازم بیّن اور لازم غیر بیّن، اور ہر ایک کو جب لازم کے دونوں معنیٰ کے ساتھ ملائیں گے تو چار قسمیں ہوں گی، جن کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱- لازم بیّن بالمعنیٰ الاخص: وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور کے لئے لازم ہو، یعنی جس وقت بھی ملزوم کا تصور کریں لازم کا تصور بھی اس کے ساتھ آجائے، بینا کا تصور نابینا کے تصور کے لئے ایسا ہی لازم ہے۔

۲- لازم بیّن بالمعنی الاعم: وہ لازم ہے کہ لازم اور ملزوم اور ان کے مابین نسبت کا تصور کرتے ہی لزوم کا یقین ہوجائے، جیسے چار اور زوجیت اور ان کے درمیان کی نسبت کا تصور کرتے ہیں یقین ہوجاتا ہے کہ زوجیت چار کے لئے لازم ہے۔

۳- لازم غیر بیّن بالمعنی الاخص: وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور کے لئے لازم نہ ہو، جیسے کتابت بالقوۃ انسان کے لئے لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہے، کیونکہ انسان کے تصور کے ساتھ کتابت بالقوہ کا تصور ضروری نہیں۔

۴- لازم غیر بیّن بالمعنیٰ الاعم: وہ لازم ہے کہ لازم اور ملزوم اور ان کے مابیان نسبت کے تصور کرنے سے لزوم کا یقین حاصل نہ ہو، جیسے عالَم کے لئے حدوث لازم غیر بیّن بالمعنیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الاعم ہے، کیونکہ عالم اور حدوث اور ان کے مابین نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین حاصل نہیں ہوتا، ورنہ مسئلہ مختلف فیہ نہ ہوتا۔

(ج): اور متکلمین کا مذہب نقل کرنے کے بعد عبارت کی تشریح: متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ لازم ماہیت میں وجود کا دخل نہیں۔

اب سنیے عبارت کی تشریح: ماقبل میں لازم کی تین قسمیں گزریں، لازم ماہیت، لازم وجودِ ذہنی، لازم وجودِ خارجی۔

لازم وجود خارجی میں، وجودِ خارجی کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً سواد حبشی کے لئے لازم ہے جبکہ خارج میں حبشی موجود ہو، اور لازم وجود ذہنی میں وجود ذہنی کا دخل ہے۔ مثلاً انسان کے لئے کلی ہونا لازم ہے، جبکہ انسان ذہن میں ہو اگر انسان خارج میں ہو تو اب کلی نہیں ہوگا، بلکہ جزئی ہوگا، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ لازم ماہیت میں وجود کا دخل ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور مناطقہ کی رائے یہ ہے کہ وجود کا دخل ہے، لیکن مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ وجود کا دخل نہیں ہے، اس لئے کہ لازم ماہیت کا ماہیت کے لئے ثبوت بداہۃً ہوتا ہے۔ اب اگر اس کے ثبوت میں وجود کا دخل ہو تو وجود ثبوت کے لئے علت ہوگا تو بدیہی کے لئے علت ہونا لازم آئے گا؛ حالانکہ بداہت کی تعلیل بیان نہیں کی جاتی ہے۔ جیسے وجود اللہ کے لئے بداہۃً ثابت ہے اب ثبوت میں کسی علت کا محتاج نہیں ہے، اس لئے لازم ماہیت میں وجود کو دخل نہیں ہے۔

سوال نمبر (۷۳)، سلم العلوم: ص (۴۴) (امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ: وَهُوَ أَنَّ اللُّزُوْمَ لَازِمٌ، وَإِلَّا يَنْهَدِمُ أَصْلُ الْمُلَازَمَةِ، فَيَتَسَلْسَلُ اللُّزُوْمَاتُ. وَحَلُّهُ: أَنَّ اللُّزُوْمَ مِنَ الْمَعَانِي الْإِعْتِبَارِيَّةِ الْإِنْتِزَاعِيَّةِ الَّتِي لَيْسَ لَهَا تَحَقُّقٌ إِلَّا فِي الذِّهْنِ بَعْدَ اعْتِبَارِهٖ، فَيَنْقَطِعُ بِانْقِطَاعِ الْإِعْتِبَارِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): "هٰهُنَا" کا مشارٌ الیہ متعین کریں۔

(ج): شک اور اس کا حل وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اور یہاں یعنی لزوم کی بحث میں ایک اعتراض ہے اور وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہ ہے کہ لزوم لازم ہے، ورنہ اصل ملازمت ہی معدوم ہو جائے گی (اور جب لزوم لازم ہے تو) لزومات کا ایک غیر متناہی سلسلہ چلے گا اور اس کا حل یہ ہے کہ لزوم ان اُمور اعتباریہ انتزاعیہ میں سے ہے جن کے لئے کوئی وجود نہیں مگر ذہن میں، ذہن کے اعتبار کرنے کے بعد، پس ختم ہو جائے گا وہ لزوم اعتبار کے ختم ہونے سے۔

(ب): ''ھٰهنا'' کا مشارٌ الیہ: ھٰهنا کا مشارٌ الیہ وجود لازم ہے۔

(ج): **شک اور اس کا حل**: لزوم کی بحث میں صاحبِ مطالع کا اعتراض۔

اوپر لازم کی جو قسمیں بیان کی ہیں صاحبِ مطالع کہتے ہیں: وہ اس وقت صحیح ہو سکتی ہیں جب لازم کا وجود بھی ہو، ہم تو لازم کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتے، پس اقسام کہاں سے آئیں گے؟

اور لازم کا وجود اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ لازم وملزوم کے درمیان جو ''لزوم'' ہے اُس کے لئے ایک اور ''لزوم'' درکار ہوگا، کیونکہ اگر وہ لزوم خود ضروری نہ ہو تو نہ لازم لازم رہے گا اور نہ ملزوم ملزوم، اس لئے اس لازم کے لئے دوسرا لازم ضروری ہوگا، پھر ہم اس لزوم اللزوم میں گفتگو کریں گے کہ اس کے لئے بھی ایک اور لزوم ضروری ہے، اور یوں ہی سلسلہ چلتا رہے گا تو لزومات کا تسلسل لازم آئے گا، جو امر محال ہے، اور یہ محال لازم آیا ہے لزوم کو موجود ماننے سے، پس لازم کا وجود ہی باطل ہو گیا، اور جب مقسم نہ رہا تو اقسام کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں؟

جواب: تسلسل امورِ واقعیہ میں محال ہے، اور لزومات کا جو سلسلہ لازم آئے گا وہ اُمور اعتباریہ انتزاعیہ ہیں، جن کا وجود صرف ذہن میں اعتبار معتبر کے تابع ہوتا ہے، جب تک معتبر اعتبار کرتا ہے، ان کا وجود باقی رہتا ہے، اور جب اعتبار منقطع ہو جاتا ہے، تو ان کا تسلسل بھی ختم ہو جاتا ہے، فلا اشکال۔

سوال نمبر (۴۷)، سلم العلوم: ص (۴۵) (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

خَاتِمَةٌ: مَفْهُوْمُ الْكُلِّيِّ يُسَمّٰى كُلِّيًّا مَنْطِقِيًّا، وَمَعْرُوْضُ ذٰلِكَ الْمَفْهُوْمِ يُسَمّٰى كُلِّيًّا طَبْعِيًّا، وَالْمَجْمُوْعُ مِنَ الْعَارِضِ وَالْمَعْرُوْضِ كُلِّيًّا عَقْلِيًّا، وَكَذَا الْكُلِّيَّاتُ الْخَمْسُ، مِنْهَا: مَنْطِقِيٌّ، وَطَبِيٌّ، وَعَقْلِيٌّ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف):اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب):عبارت کا مطلب تحریر کریں۔
(ج):کلی منطقی، کلی طبعی، کلی عقلی کی تعریف کیجیے۔(د):"وکذا الکلیات" الخ سے مصنفؒ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

الجواب:(الف):ترجمۃ العبارۃ: خاتمہ: کلی کا مفہوم: کلی منطقی کہلاتا ہے، اور اس مفہوم کا معروض (مصداق) کلی طبعی کہلاتا ہے، اور عارض و معروض کا مجموعہ: کلی عقلی کہلاتا ہے، اور اسی طرح پانچوں کلیاں: ان میں سے بعض منطقی اور طبعی اور عقلی ہیں۔

(ب):عبارت کا مطلب: مفہوم الکلی الخ: حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلی کی تین قسمیں ہیں، کلی منطقی، کلی طبعی، کلی عقلی، اس لئے کہ کلی میں تین چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو کلی کا مفہوم جس کا دوسرا نام عارض ہے، دوسرے کلی کا مصداق جس کا دوسرا نام معروض ہے اور تیسرے عارض و معروض کا مجموعہ، ان میں پہلی کو کلی منطقی کہتے ہیں؛ کیونکہ مناطقہ مفہوم سے بحث کرتے ہیں، اور دوسری کو کلی طبعی کہتے ہیں؛ کیونکہ طبیعت کے معنیٰ موجود فی الخارج کے ہیں اور موجود فی الخارج مصداق ہی ہوتا ہے، اور تیسری کو کلی عقلی کہتے ہیں، اس لئے کہ عقل اس مجموعہ کو تیار کرتی ہے۔

(ج):کلی منطقی، کلی طبعی، کلی عقلی کی تعریف: کلی کی تین قسمیں: منطقی، طبعی اور عقلی

۱-کلی منطقی: کلی کے مفہوم کا نام ہے، کلی کا مفہوم ہے: وہ چیز جس کے کثیرین پر صدق کو محض اس کے تصور کے اعتبار سے عقل محال قرار نہ دے، کلی کا یہی مفہوم کلی منطقی کہلاتا ہے، کیونکہ مناطقہ اسی سے بحث کرتے ہیں، اور مسائل منطقیہ کا موضوع بھی یہی کلی ہوتی ہے۔

۲-کلی طبعی: کلی منطقی کے معروض و مصداق کو کہتے ہیں، یعنی جس پر کلی منطقی کی تعریف صادق آئے وہ کلی طبعی ہے، مثلاً حیوان اور انسان وغیرہ کلی طبعی ہیں، اور اس کو کلی طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ طبیعت کے معنیٰ ہیں. حقیقت اور ماہیت۔ اور کلی منطقی کا یہ معروض بھی من جملۂ حقائق ایک حقیقت ہے، اس لئے اس کو کلی طبعی کہتے ہیں۔

۳-کلی عقلی: کلی منطقی اور کلی طبعی کے مجموعہ کو کہتے ہیں، جیسے: الإنسانُ الکليُّ اور الحیوانُ الکليُّ (بصورتِ ترکیبِ توصیفی) اور اس کو کلی عقلی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وجود صرف عقل میں ہوتا ہے، خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا، کیونکہ خارج میں جو بھی چیز موجود ہوتی ہے وہ مشخص ہوتی ہے، پس وہ کلی نہیں رہتی۔

(د): "وكذا الكليات" الخ سے مصنف کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ ہر کلی میں تین اعتبارات اور جس طرح کلی میں تین اعتبارات جاری ہوتے ہیں، جس سے اس کی تین قسمیں بنتی ہیں، اسی طرح اس کی پانچوں قسموں میں بھی یہ تینوں اعتبارات جاری ہوتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں، مثلاً جنس کا مفہوم: جنس منطقی ہے، اور اس کا مصداق: جنس طبعی ہے، اور دونوں کا مجموعہ جنس عقلی ہے، اسی طرح نوع، فصل، خاصہ اور عرضِ عام کو سمجھ لیں۔

سوال نمبر (۷۵)، سلم العلوم: ص (۴۶) (امتحان ششماہی ۱۴۱۸ھ)

ثُمَّ الطَّبْعِيُّ لَهٗ اِعْتَبَارَاتٌ ثَلَاثَةٌ: بِشَرْطِ لَاشَيْءٍ، وَيُسَمّٰى مُجَرَّدَةً، وَبِشَرْطِ شَيْءٍ، وَيُسَمّٰى مَخْلُوْطَةً، وَلَابِشَرْطِ شَيْءٍ، وَيُسَمّٰى مُطْلَقَةً.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اعتباراتِ ثلاثہ "بشرط لاشیی، بشرط لاشیی، لابشرط شیی" کا مفہوم واضح کیجیے۔ (ج): کلی طبعی اور اس کی تینوں اقسام مجردہ مخلوطہ اور مطلقہ کی تعریفات مع امثلہ تحریر کیجیے۔ (د): اور ان کی وجہ تسمیہ لکھیے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: پھر کلی طبعی کے لئے تین اعتبارات ہیں، کسی چیز کی نفی کی شرط کے ساتھ، اور کہلاتی ہے وہ مجردہ اور کسی چیز کے وجود کی شرط کے ساتھ اور کہلاتی ہے وہ مخلوطہ، اور کسی بھی شرط سے قطع نظر کرتے ہوئے اور کہلاتی ہے وہ مطلقہ۔

(ب): اعتباراتِ ثلاثہ "بشرط شیی، بشرط لاشیی، لابشرط شیی" کا مفہوم: اعتباراتِ ثلاثہ یعنی بشرط شئ، اور لابشرط شئ اور بشرط لاشئ کو سمجھ لینا چاہیے۔ اعتبارات دو طرح کے ہیں: ایک اطلاق کا درجہ ہے، دوسرا تقلید کا یعنی ایک مطلق ہونے کا درجہ ہے، اور دوسرا مقید ہونے کا۔

پھر مقید ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) ثبوت کے ساتھ مقید ہونا (۲) نفی کے ساتھ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مقید ہونا۔ اطلاق کا درجہ لابشرط شئ کہلاتا ہے، اور تقیید کا درجہ اگر قید وجودی ہے تو بشرط شئ کہلاتا ہے، اور اگر قید سلبی ہے تو اس کو بشرط لاشئ کہتے ہیں، مثلاً آپ کسی دوست سے کہیں کہ صبح آپ کی ناشتہ کی دعوت ہے، اور ناشتہ میں آپ کیا کھلائیں گے اس کا تذکرہ نہ کریں تو یہ دعوت لابشرط شئ ہے، یعنی یہ دعوت کسی چیز کی شرط کے ساتھ مقید نہیں، بلکہ مطلق ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ کل آپ کی مرغ کی دعوت ہے تو یہ دعوت بشرط شئ ہے، اور وہ شئ جس کی شرط کے ساتھ دعوت کی گئی ہے وہ مرغ ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ کل آپ کی دعوت ہے مگر مرغ نہیں پکے گا تو یہ دعوت بشرط لاشئ ہے، یعنی ایک چیز کی نفی کی شرط کے ساتھ دعوت ہے۔

(ج): کلی طبعی اور اس کی تینوں اقسام مجردہ، مخلوطہ اور مطلقہ کی تعریفات مع امثلہ: کلی طبعی: کلی منطقی کے معروض ومصداق کو کہتے ہیں، یعنی جس پر کلی منطقی کی تعریف صادق آئے وہ کلی طبعی ہے، مثلاً حیوان اور انسان، پھر کلی طبعی میں تین اعتبارات جاری ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے کلی طبعی کی تین قسمیں بنتی ہیں: مجردہ، مخلوطہ اور مطلقہ۔

۱- مجردہ: کلی طبعی کا بشرط لاشئ کا درجہ ہے، اس میں عوارض اور تشخصات کے ساتھ اختلاط کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲- مخلوطہ: یہ کلی طبعی کا بشرط شئ کا درجہ ہے، اس میں کلی طبعی کے ساتھ عوارض کے اختلاط کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

۳- مطلقہ: یہ کلی طبعی کا لابشرط شئ کا درجہ ہے، اس میں نہ عوارض کے ساتھ اختلاط کا اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ عدم اختلاط کا۔

مثال: انسان کلی طبعی ہے، اگر اس کو عوارض سے خالی کر کے ذہن میں لایا جائے تو وہ مجردہ ہے، اور عوارض کے ساتھ ذہن میں لایا جائے تو وہ مخلوطہ ہے، اور عوارض سے قطع نظر کر کے ذہن میں لایا جائے تو وہ مطلقہ ہے۔

(د): اور ان کی وجہ تسمیہ: طبعی کو کلی طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ طبیعت کے معنیٰ ہیں: حقیقت اور ماہیت اور کلی منطقی کا یہ معروض بھی من جملۂ حقائق ایک حقیقت ہے، اس لئے اس کو کلی طبعی کہتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور مجردہ کو اس لئے مجردہ کہتے ہیں: "لانها مجردة عن العوارض".
اور مخلوطہ کو اس لئے مخلوطہ کہتے ہیں: "لانها مخلوطة بالعوارض".
اور مطلقہ کو اس لئے مطلقہ کہتے ہیں: لاطلاقها عن التجرد والخلط".

سوال نمبر (۷۶)، سلم العلوم: ص (۴۶) (امتحان سالانہ ۱۴۳۲ھ)

اِعْلَمْ أَنَّ الْمَنْطِقِيَّ مِنَ الْمَعْقُوْلَاتِ الثَّانِيَةِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَذْهَبْ أَحَدٌ اِلٰى وُجُوْدِهٖ فِي الْخَارِجِ وَإِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَنْطِقِيُّ مَوْجُوْدًا لَمْ يَكُنِ الْعَقْلِيُّ مَوْجُوْدًا بَقِيَ الطَّبْعِيُّ اخْتُلِفَ فِيْهِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارتِ مذکورہ کی تشفی بخش تشریح کیجیے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: جان لو کہ کلی منطقی معقولاتِ ثانیہ میں سے ہے اور اسی وجہ سے کوئی بھی اس کے موجود فی الخارج ہونے کی طرف نہیں گیا اور جب کلی منطقی موجود فی الخارج نہیں ہے تو کلی عقلی بھی موجود فی الخارج نہ ہوگی، باقی رہی کلی طبعی تو اس میں اختلاف ہے۔

(ب): عبارتِ مذکورہ کی تشفی بخش تشریح: واعلم ان المنطقی الخ: کلی کی تین قسمیں ہیں جو اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہیں، منطقی، طبعی، عقلی، یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ ان میں سے کونسی قسم خارج میں موجود ہے اور کونسی نہیں، پس بیان فرما رہے ہیں کہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں، صرف ذہن میں ہے، اسی وجہ سے اس کو معقولاتِ ثانیہ میں سے کہا جاتا ہے، اور معقولاتِ ثانیہ خارج میں موجود نہیں ہوتے، اس لئے کلی منطقی خارج میں موجود نہیں، اور کلی عقلی چونکہ کلی منطقی و طبعی سے مرکب ہے اور اس کا ایک جزء یعنی منطقی خارج میں موجود نہیں تو اس کا وجود بھی خارج میں نہ ہوگا، اس لئے کہ انتفاءِ جزء انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے۔

بقی الطبعی الخ: کلی طبعی کے بارے میں اختلاف ہے، تفصیل یہ ہے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہے؛ لیکن اس کے خارج میں موجود ہونے کی کیا صورت ہے؟ اس میں اختلاف ہے، چنانچہ شیخ ابو علی سینا کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

خارج میں موجود ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کے افراد خارج میں موجود ہیں اور افراد کا وجود ہی کلی طبعی کا وجود ہے، کلی طبعی کے لئے افراد کے وجود کے علاوہ کوئی وجود نہیں، پس موجود تو دو ہیں کلی طبعی اور اس کا فرد اور وجود ایک ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہونے کے ساتھ ساتھ محسوس بھی ہے حضرت مصنفؒ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔

سوال نمبر (۷۷)، سلم العلوم: ص (۴۹) (خودساختہ)

فَصْلٌ مُعَرِّفُ الشَّيْءِ مَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ تَصْوِيْرًا تَحْصِيْلًا أَوْ تَفْسِيْرًا وَالثَّانِي اَللَّفْظِيُّ وَالْأَوَّلُ الْحَقِيْقِيُّ فَإِنْ عُلِمَ وُجُوْدُهَا فَهُوَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَإِلَّا فَبِحَسْبِ الْإِسْمِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب لکھیں۔
(ج): معرف کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کا نام مع تعریف لکھیں۔ (د): تعریف بحسب الحقیقۃ اور تعریف بحسب الاسم کی تعریف لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: شی کا معرف وہ شیٔ ہے جو شیٔ پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کے لیے محمول ہو خواہ یہ نئی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ہو یا تفسیر کے لیے، ثانی قسم لفظی ہے اور اوّل حقیقی ہے، تو اگر اس کا وجود معلوم ہو تو وہ بحسب الحقیقت ہے ورنہ تو بحسب الاسم ہے۔

(ب): مطلب ملاحظہ ہو: یہ بات شروع میں معلوم ہوگئی ہے کہ علم منطق کا موضوع معرّف و حجت ہے۔ حجت کا بیان تصدیقات میں آئے گا (ان شاء اللہ) تصورات معرف کے بیان کے لیے ہے اور معرِّف چونکہ کلیوں سے مرکب ہوتا ہے؛ اس لیے پہلے کلیوں کو بیان کیا گیا اب ان سے فارغ ہو کر معرف کا بیان شروع کرتے ہیں۔

کسی شی کا معرف وہ ہے جو اس پر محمول ہو، تا کہ سامع کو وہ چیز معلوم ہو جائے۔ جیسے انسان کی تعریف حیوانِ ناطق ہے؛ اس لیے کہ یہ انسان پر محمول ہوتا ہے کہا جاتا ہے:

الإنسان حیوان ناطق.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): معرف کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کا نام مع تعریف ملاحظہ ہو: معرف کی دو قسمیں ہیں: حقیقی لفظی

تعریف حقیقی: کہتے ہیں غیر حاصل شدہ صورت کو حاصل کرنا جیسے: انسان کی تعریف حیوان ناطق سے۔

تعریف لفظی: کہتے ہیں غیر واضح لفظ کی واضح لفظ سے تفسیر کرنا جیسے: غضنفر کی تعریف اسد سے۔

(د): تعریف بحسب الحقیقۃ اور تعریف بحسب الاسم کی تعریف ملاحظہ ہو: تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں: بحسب الحقیقت بحسب الاسم

تعریف بحسب الحقیقت: کہتے ہیں کہ غیر حاصل شدہ صورت کا وجود معلوم ہو۔

تعریف بحسب الاسم: کہتے ہیں کہ غیر حاصل شدہ صورت کا وجود معلوم نہ ہو۔

جیسے: عنقاء کی تعریف هو طائر عدم وجوده بدعاء النبي من الأنبياء.

سوال نمبر (۷۸)، سلم العلوم: ص (۴۹-۵۰) (امتحان سالانہ ۱۴۳۰ھ)

فَصْلٌ مُعَرِّفُ الشَّيْءِ مَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ تَصْوِيْرًا تَحْصِيْلًا أَوْ تَفْسِيْرًا وَالثَّانِي اَللَّفْظِيُّ وَالْاَوَّلُ الْحَقِيْقِيُّ فَفِيْهِ تَحْصِيْلُ صُوْرَةٍ غَيْرِ حَاصِلَةٍ فَإِنْ عُلِمَ وُجُوْدُهَا فَهُوَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ وَإِلَّا فَبِحَسْبِ الْإِسْمِ وَلَابُدَّ أَنْ يَكُوْنَ الْمُعَرِّفُ اَجْلٰى فَلَا يَصِحُّ بِالْمُسَاوِيْ مَعْرِفَةً وَبِالْاَخْفٰى.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اور بتائیے کہ معرف کسے کہتے ہیں؛ نیز تصویراً تحصیلاً اور تفسیراً کی الگ الگ مراد تحریر فرمائیں۔ (ج): تعریفِ حقیقی اور تعریفِ لفظی کے درمیان حسبِ بیان مصنفؒ فرق لکھیں مع مثال کے۔ (د): نیز معرِف کے اجلی اور مساوی ہونے کا مطلب بھی قلم بند کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: فصل شئے کا معرّف وہ ہے جو شئے پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کے لئے محمول ہو خواہ یہ افادہ تصور تحصیل کے لئے ہو یا تفسیر کے لئے اور ثانی قسم لفظی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے اور اوّل حقیقی ہے، پس اس میں یعنی حقیقی میں صورتِ غیر حاصلہ کو حاصل کرنا ہے اب اگر اس صور کا وجود معلوم ہے تو تعریف حقیقت کے اعتبار سے ہے ورنہ لفظ کے اعتبار سے ہے اور ضروری ہے کہ تعریف معرَّف کے مقابلہ میں زیادہ واضح ہو، لہٰذا ایسے لفظ کے ذریعہ تعریف کرنا صحیح نہیں ہے جو علم میں آنے کے اعتبار سے مساوی ہو اور نہ ایسے لفظ کے ذریعہ جو معرف کے مقابلہ میں خفی ترین ہو۔

(ب):معرف کسے کہتے ہیں؛ نیز تصویراً تحصیلًا اور تفسیراً کی الگ الگ مراد:

کسی شی کا معرِّف وہ ہے جو اس پر محمول ہو، تاکہ سننے والے کو اس چیز کا علم ہو جائے، جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق ہے، اس لئے کہ یہ انسان پر محمول ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: **الانسان حیوان ناطق.**

تصویراً: اس کے معنیٰ ہیں: ذہن میں لانا، تعریف میں تصویراً کا یہی مطلب ہے کہ اس کے علم کا فائدہ دینے کے لئے اس کو محمول بنایا جائے۔

تحصیلًا أو تفسیراً: کا اضافہ مصنفؒ نے اس لئے کیا ہے کہ معرف کی دو قسمیں حاصل ہوں، تحصیل کے معنیٰ ہیں: حاصل کرنا، یعنی ابتداءً ذہن میں لانا، اور تفسیر کے معنیٰ ہیں: وضاحت کرنا، یعنی پہلے سے ذہن میں موجود کو پیش نظر لانا، پہلی صورت میں تعریف حقیقی ہوگی، اور دوسری صورت میں تعریف لفظی ہے۔

(ج):تعریفِ حقیقی اور تعریفِ لفظی کے درمیان حسبِ بیان مصنفؒ فرق مع مثال:

معرف کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور لفظی

۱-معرفِ حقیقی: وہ تعریف ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی کوئی ایسی صورت حاصل کی جائے جو پہلے سے حاصل نہ ہو، یعنی کسی چیز کا پہلی مرتبہ علم حاصل ہوا ہو تو وہ تعریفِ حقیقی ہے، جیسے: انسان کی تعریف حیوانِ ناطق سے۔

۲-معرف لفظی: وہ تعریف ہے جس کے ذریعہ کوئی ایسی صورت حاصل کی جائے جو پہلے سے حاصل ہو، مگر ذہن کا اس کی طرف التفات نہ ہو، جیسے: غضنفر سن کر اس کا کچھ مفہوم ذہن میں نہیں آیا، اس لئے پوچھا: ما الغضنفر؟ جواب دیا: الغضنفرُ: الأسدُ: اب بات

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سمجھ میں آ گئی؛ کیونکہ اسد کی صورت پہلے سے ذہن میں تھی، مگر جس وقت لفظ غضنفر سنا اس وقت ذہن کا اس کی طرف التفات نہیں ہوا، اب ہو گیا، اسی کو تعریفِ لفظی کہتے ہیں۔

فرق تعریف سے واضح ہے۔

(د): معرِّف کے اجلی اور مساوی ہونے کا مطلب: ولا بد ان یکون الخ: معرِّف کے لئے کچھ شرائط ہیں، جن کے بغیر تعریف نہیں ہو سکتی، یہاں سے ان شرائط کا بیان کر رہے ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ معرِّف معرَّف سے زیادہ واضح ہو۔ اس پر تفریع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر معرِّف معرَّف سے اخفی ہے یا معرفت و جہالت میں برابر ہے تو تعریف درست نہ ہوگی۔

معرَّف اخفی ہونے کی مثال اسد کی تعریف غضنفر سے، یہ درست نہیں ہے۔

معرفت و جہالت میں برابر ہونے کی مثال۔ حرکت کی تعریف عدمِ سکون سے اور عدمِ سکون کی حرکت سے، یہ بھی درست نہیں ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معرِّف معرَّف کے برابر ہو افراد کے صادق آنے میں یعنی جن افراد پر معرَّف صادق آتا ہو ان تمام پر معرِّف بھی صادق آتا ہو، اس پر تفریع کرتے ہوئے مصنفؒ کہتے ہیں کہ جب دونوں صادق آنے میں برابر ہوں گے تو تعریف مانع و جامع ہوگی، لہٰذا عام کے ذریعے اور خاص کے ذریعے تعریف کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اگر معرِّف عام ہو تو تعریف مانع نہیں رہے گی۔ مثلاً انسان کی تعریف حیوان سے کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ حیوان عام ہے غنم، فرس سب کو شامل ہے اور اسی طرح حیوان کی تعریف انسان سے درست نہیں ہے، اس لئے کہ انسان خاص ہے تو اس صوت میں تعریف جامع نہیں رہے گی۔

سوال نمبر (۷۹) سلم العلوم: ص (۵۲) (خودساختہ)

ثُمَّ هٰهُنَا مَبَاحِثُ الْأَوَّلُ أَنَّ الْجِنْسَ وَإِنْ كَانَ مُبْهَمًا لٰكِنَّ الذِّهْنَ قَدْ يَخْلُقُ لَهُ مِنْ حَيْثُ التَّعَقُّلِ وُجُوْدًا مُفْرَدًا وَأَضَافَ إِلَيْهِ زِيَادَةً لَا عَلٰى أَنَّهُ مَعْنًى خَارِجٌ لَاحِقٌ بِهِ بَلْ قَيَّدَهُ لِأَجْلِ تَحْصِيْلِهِ وَتَعْيِيْنِهِ مُنْضَمًّا فِيْهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مصنفؒ کے بیان کے مطابق عبارت کی تشریح کریں۔ (ج): "ھٰھنا" کا مشار الیہ متعین کریں۔

الجواب: (الف): **ترجمۃ العبارۃ:** پھر یہاں چند بحثیں ہیں اوّل یہ کہ جنس اگر چہ شیٔ مبہم ہے؛ لیکن تصور عقلی کے لحاظ سے ذہن اس کے لئے ایک وجود مفرد پیدا کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ ایک زیادتی کا اضافہ کر دیتا ہے؛ لیکن اس بنیاد پر نہیں کہ وہ زیادتی کوئی خارجی معنیٰ ہے جو جنس کے ساتھ لاحق ہو رہا ہے، بلکہ جنس کو حاصل کرنے اور اس کو متعین کرنے کے لئے زیادتی اس کی قید ہے جو اس کے ساتھ منضم ہے۔

(ب): **مصنفؒ کے بیان کے مطابق عبارت کی تشریح:** معرِّف کے ذیل میں مصنفؒ چار ابحاث ذکر کرتے ہیں۔ بعض میں کسی مسئلہ کی تحقیق ہے، اور بعض میں کسی اعتراض کا جواب ہے۔

اس بحث میں پہلے ایک مسئلہ کی تحقیق ہے۔

مسئلہ: یہ ہے کہ جنس میں ابہام ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اس لئے جب تک اس کے ساتھ فصل نہیں ملے گی، جنس کا وجود نہیں ہوسکتا، کیونکہ موجود ہونے کے لئے تعیین ضروری ہے، اور فصل کے بغیر تعیین نہیں ہوسکتی، پس اس بات کا مقتضی یہ ہے کہ جنس خواہ ذہن میں پائی جائے یا خارج میں، فصل کے بغیر اس کا وجود نہیں ہوسکتا، مگر یہ قاعدہ بھی گزر چکا ہے کہ تصور کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہوسکتا ہے، اس لئے یہ ممکن ہے کہ ذہن صرف جنس کا تصور کرے، اور بعد میں اس میں فصل کا اضافہ کرے۔

لیکن اس اضافہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فصل: جنس سے خارج کوئی چیز ہے، جس کو بعد میں جنس کے ساتھ ملایا گیا ہے، جیسے صورتِ جسمیہ: مادہ (ہیولیٰ) سے علاحدہ چیز ہوتی ہے، اور بعد میں اس کے ساتھ لاحق کی جاتی ہے۔

بلکہ اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ ذہن میں جنس کو فصل کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، تاکہ اس کے اندر تخصیص پیدا ہو اور جنس وجود پذیر ہو جائے۔ غرض فصل کے ملانے کی وجہ سے جنس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مثلاً حیوان ایک مبہم چیز ہے، اس میں بہت سی چیزوں کا احتمال ہے وہ ناطق بھی ہوسکتا ہے، صاہل، ناہق وغیرہ بھی ہوسکتا ہے، مگر جب اس کے ساتھ ناطق ملایا جائے تو اس میں تخصیص پیدا ہوجائے گی اور وہ ایک حقیقتِ محصلہ بن جائے گا، پس ناطق نے حیوان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کیا، بلکہ مرتبۂ اقتران میں بھی دونوں ایک ہی ہیں۔

(ج): "ھٰھنا" کا مشارٌ الیہ: "ھٰھنا" کا مشارٌ الیہ مقامِ جنس ہے۔

سوال نمبر (۸۰)، سلم العلوم: ص (۵۵) (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ)

فَانْدَفَعَ شَکُّ الرَّازِيِ أَنَّ تَعْرِيْفَ الْمَاهِيَةِ أَمَّابِنَفْسِهَا أَوْبِجَمِيْعِ أَجْزَائِهَا وَهُوَ نَفْسُهَا، فَالتَّعْرِيْفُ تَحْصِيْلُ الْحَاصِلِ أَوْبِالْعَوَارِضِ وَلَاعِلْمَ بِالْحَقِيْقَةِ إِلَّا الْعِلْمِ بِالْكُنْهِ، وَالْعَوَارِضُ لَاتُعْطِيْهِ، فَالْأَقْسَامُ بِأَسْرِهَا بَاطِلَةٌ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): ار امام رازیؒ کے شک کی تقریر کر کے اس کے دفع ہونے کی وضاحت لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: پس امام رازیؒ کا یہ شک دُور ہوگیا کہ ماہیت کی تعریف یا تو نفسِ ماہیت ہی سے ہوگی یا اس کے تمام اجزاء سے اور وہ بعینہٖ ماہیت ہی ہے تو تعریف تحصیل حاصل ہے یا تعریف عوارض کے ذریعے ہوگی، درانحالیکہ حقیقت کا علم ہو ہی نہیں سکتا، مگر کنہ کو جاننے سے، حالانکہ عوارض کنہ کا فائدہ نہیں دیتے، لہٰذا تمام صورتیں باطل ہیں۔

(ب): اور امام رازیؒ کے شک کی تقریر اور اس کے دفع کی وضاحت: یہ امام رازیؒ کے اعتراض کا جواب ہے، امام رازیؒ کے نزدیک تمام تصورات بدیہی ہیں جیسا کہ شروع میں گزر چکا ہے یہاں پر انہوں نے ایک دوسری دلیل پیش فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف ممکن ہی نہیں، کیونکہ تعریف ماہیت کے ذریعے ہوگی یا اس کے تمام اجزاء کے ذریعے یا بعض اجزاء کے ذریعے یا عوارض کے ذریعے، یہ چاروں صورتیں باطل ہیں، پہلی اور دوسری صورت میں تو تحصیل حاصل لازم آتا ہے، کیونکہ ماہیت اور اس کے تمام اجزاء دونوں ایک ہی ہیں، تیسری صورت میں تمام ماہیت کا علم نہ ہو سکے گا جیسا کہ واضح ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چوتھی صورت میں بھی تعریف ممکن نہیں؛ کیونکہ عوارض کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا جب تمام صورتیں باطل ہیں تو معلوم ہوا کہ تمام تصورات بدیہی ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ ہم ان صورتوں میں سے دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں، رہا آپ کا یہ اعتراض کہ ماہیت اور اس کے جمیع اجزاء دونوں ایک ہی ہیں تو تحصیل حاصل لازم آرہا ہے تو یہ تسلیم نہیں؛ کیونکہ ان کے درمیان اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے، محدود کے اجزاء میں اُجمال ہے اور حد کے اجزاء میں تفصیل ہے اور اجمال و تفصیل کے درمیان تغایر اعتباری ہوتا ہے، لہٰذا جب دونوں ایک نہیں رہے تو تحصیل حاصل بھی لازم نہیں آئے گا۔

سوال نمبر (۸۱)، سلم العلوم: ص (۵۶) (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ)

الثَّانِي التَّعْرِيْفُ اللَّفْظِيُّ مِنَ الْمَطَالِبِ التَّصَوُّرِيَّةِ فَإِنَّهُ جَوَابُ مَاهُوَ وَكُلُّ مَاهُوَ جَوَابُ مَاهُوَ فَهُوَ تَصَوُّرٌ أَلَاتَرىٰ إِذَاقُلْنَا الْغَضَنْفَرُ مَوْجُوْدٌ فَقَالَ الْمُخَاطَبُ مَاالْغَضَنْفَرُ فَفَسَّرْنَاهُ بِالْأَسَدِ فَلَيْسَ هُنَاكَ حُكْمٌ نَعَمْ بَيَانُ مَوْضُوْعِيَّةِ اللَّفْظِ فِيْ جَوَابِ هَلْ هٰذَا اللَّفْظُ مَوْضُوْعٌ لِمَعْنًى؟ بَحْثٌ لَفْظِيٌّ يُقْصَدُ إِثْبَاتُهُ بِالدَّلِيْلِ فِيْ عِلْمِ اللُّغَةِ فَمَنْ قَالَ إِنَّهُ مِنَ الْمَطَالِبِ التَّصْدِيْقِيَّةِ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَحْثِ اللَّفْظِيِّ اللُّغَوِيِّ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): عبارت میں مذکورہ اختلاف کو بیان کر کے قولِ مرجوح کی دلیل بھی لکھیں۔ (ج): مصنفؒ کا مذہب بھی بیان کریں۔ تعریفِ لفظی، تعریف حقیقی کی تعریف مع مثال تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: بحث ثانی یہ ہے کہ تعریفِ لفظی مطالبِ تصوریہ میں سے ہے اس لئے کہ وہ ماہو کا جواب ہے اور جو چیز بھی ماہو کا جواب ہے وہ تصور ہے تم دیکھتے نہیں کہ جب ہم نے کہا الغضنفر موجود پھر مخاطب نے پوچھا ما الغضنفر؟ (غضنفر کیا چیز ہے) پھر ہم نے الاسد کے ذریعے اس کی تفسیر کردی تو یہاں کوئی حکم نہیں ہے ہاں ہل ہٰذا اللفظ موضوع لمعنی کے جواب میں لفظ کے معنیٰ موضوع لہٗ کو بیان کر دینا محض ایک لفظی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بحث ہے جس کو دلیل سے ثابت کرنا علمِ لغت میں مقصود ہوتا ہے پس جس نے یہ کہا کہ تعریف لفظی مطالبِ تصدیقیہ میں سے ہے اس نے تعریفِ لفظی اور بحث لغوی کے درمیان فرق نہیں کیا۔

(ب): عبارت میں مذکورہ اختلاف اور قولِ مرجوح کی دلیل: اس دوسری بحث میں ایک مسئلہ کی تحقیق ہے، اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ تعریفِ لفظی از قبیل تصورات ہے یا از قبیل تصدیقات؟ علامہ تفتازانی اوّل کے قائل ہیں، اور سیّد شریف جرجانی ثانی کے۔ مصنفؒ علامہ تفتازانی کے ساتھ ہیں۔ فرماتے ہیں: تعریف لفظی از قبیل تصورات ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ماھو کے جواب میں آتی ہے، اور جو بھی چیز ماھو کے جواب آتی ہے وہ تصور ہوتی ہے، مثلاً جب ہم کہیں الغضنفر موجود تو مخاطب پوچھے گا: الغضنفر ماهو؟ اور ہم اس کی أسد سے تفسیر کریں گے جو کہ تعریفِ لفظی ہے، اور اس میں کوئی حکم نہیں، اور تصدیق کے لئے حکم ضروری ہے، پس تعریفِ لفظی از قبیلِ تصدیقات نہیں ہوسکتی، بلکہ از قبیل تصورات ہے۔

اور سیّد شریف جرجانی اور ان کے متبعین کی دلیل یہ ہے کہ تعریفِ لفظی ھل کے جواب میں بھی آتی ہے اور جو چیز ھل کے جواب میں آئے وہ از قبیلِ تصدیقات ہوتی ہے، مثلاً مثال مذکور میں مخاطب پوچھ سکتا ہے: هل الغضنفر موضوع لمعنى الأسد پس جواب دیا جائے گا: نعم! الغضنفر موضوع لمعنى الأسد، اس جواب کا حاصل ہے: الغضنفر الأسد، پس یہ تعریف لفظی ہوئی اور وہ ھل کے جواب میں آئی، پس ثابت ہوا کہ تعریفِ لفظی مطالب تصدیقیہ میں سے ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نعم سے ان کی دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ لفظ کی موضوعیت (موضوع ہونے) کا بیان تعریفِ لفظی نہیں ہے، بلکہ وہ بحث لفظی ہے، اور ھل کے جواب میں بحث لفظی تو آسکتی ہے، مگر تعریف لفظی نہیں آسکتی۔ سیّد شریف وغیرہ نے دونوں میں فرق نہیں کیا، اس لئے ان کو غلطی واقع ہوئی، حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، بحث لفظی کا تعلق علمِ لغت سے ہے اور تعریفِ لفظی کا تعلق علمِ منطق سے، پس دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): مصنفؒ کا مذہب: یہ جزء مذکورہ اختلاف میں ذکر ہو چکا ہے۔

تعریفِ لفظی، تعریفِ حقیقی کی تعریف مع مثال: تعریفِ لفظی: وہ تعریف ہے جس کے ذریعے ایسی صورت حاصل کی جائے جو پہلے سے حاصل ہو؛ لیکن ذہن کا اس کی جانب التفات نہ ہو، پھر اس کے مناسب کوئی لفظ لاکر اس کی تفصیل کر دی جائے، جیسے: غضنفر کی تفصیل أسد سے۔

تعریفِ حقیقی: وہ تعریف ہے جس کے ذریعے کسی غیر حاصل شدہ چیز کو حاصل کیا جائے، جیسے: حیوانِ ناطق کے ذریعے انسان کو حاصل کرنا۔

سوال نمبر (۸۲)، سلم العلوم: ص (۵۹) (خودساختہ)

اَلرَّابِعُ اللَّفْظُ الْمُفْرَدُ لَايَدُلُّ عَلَى التَّفْصِيْلِ أَصْلًا، وَإِلَّا لَجَازَ تَحَقُّقُ قَضِيَّةٍ أَحَادِيَّةٍ: وَمِنْ هٰهُنَا قَالُوْا الْمُفْرَدُ إِذَا عُرِّفَ بِمُرَكَّبٍ تَعْرِيْفًا لَفْظِيًّا: لَمْ يَكُنِ التَّفْصِيْلُ الْمُسْتَفَادُ مِنْ ذٰلِكَ الْمُرَكَّبِ مَقْصُوْدًا.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): قضیۂ آحادیہ کی مراد لکھیں۔

(ج): عبارت کا مطلب بیان کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: چوتھی لفظ مفرد تفصیل پر بالکل دلالت نہیں کرتا ورنہ قضیہ احادیثہ کا تحقق جائز ہوتا اور یہیں سے علماء منطق نے کہا ہے کہ مفرد کی تعریف لفظی جب کسی مرکب سے کی جائے تو جو فصل اس مرکب سے مستفاد ہوگی وہ مقصود نہیں ہوگی۔

(ب): قضیۂ آحادیہ کی مراد: قضیۂ آحادیہ کہتے ہیں کہ مفرد لفظ تفصیل پر دلالت کرے خواہ وہ تفصیل بطریقِ ترکیب خبری ہو یا بطریقِ ترکیب تقییدی، یعنی توصیفی یا اضافی وغیرہ ہو مثلاً، لفظ قضیہ ایک لفظ مفرد ہے، اور وہ مثال کے طور پر ''زید قائم'' پر دلالت کرے۔

(ج): عبارت کا مطلب: چوتھی بحث میں ایک مسئلہ کی تحقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ مفرد لفظ ایک وضع سے مفرد معنیٰ ہی پر دلالت کرتا ہے، تفصیل پر دلالت نہیں کرتا، خواہ وہ تفصیل بطریقِ ترکیب خبری ہو یا بطریقِ ترکیب تقییدی، یعنی توصیفی یا اضافی وغیرہ، مثلاً لفظ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

انسان سے ایک مفرد معنیٰ ہی سمجھ میں آئیں گے، وہ بالتفصیل حیوان اور ناطق پر دلالت نہیں کرے گا، کیونکہ اگر لفظ مفرد کا مداول بسیط ہے تو بات ظاہر ہے، کیونکہ جب معنیٰ میں اجزاء ہی نہیں تو تفصیل پر دلالت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر لفظ مفرد کا مداول مرکب ہے، جیسے انسان کے معنیٰ حیوانِ ناطق ہیں تو اس صورت میں بھی ذہن مفرد لفظ سے معنیٰ کے مجموعہ کی طرف منتقل ہوگا، اجزاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

اور مذکورہ دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ اگر لفظِ مفرد تفصیل پر دلالت کرے گا تو ایک حرفی قضیہ ماننا پڑے گا، حالانکہ قضیہ مناطقہ کے نزدیک دو ہی طرح کا ہوتا ہے: ثنائی اور ثلاثی، کیونکہ قضیہ کے لئے تین اجزاء ضروری ہیں: موضوع، محمول اور نسبتِ تامہ خبریہ، پس قضیہ میں تین چیزوں پر دلالت کرنے والے تین لفظ ہوں گے، مگر عرب عام طور پر رابطہ پر دلالت کرنے والا لفظ حذف کر دیتے ہیں: اس لئے اگر رابطہ پر دلالت کرنے والا لفظ مذکور ہوگا تو قضیہ ثلاثی ہوگا ورنہ ثنائی ہوگا، آحادی (ایک کلمی) قضیہ نہیں ہوسکتا۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ لفظ مفرد تفصیل پر دلالت نہیں کرتا تو مناطقہ نے یہ فیصلہ کیا کہ لفظِ مفرد کی تعریفِ لفظی مفرد ہی سے ہونی چاہیے؛ لیکن اگر کسی مجبوری سے لفظ مفرد کی تعریف مرکب کلام کے ذریعہ کی جائے گی تو اس مرکب سے جو تفصیل حاصل ہوگی وہ تعریف لفظی کی صورت میں مقصود نہ ہوگی، کیونکہ تعریفِ لفظی اس معنیٰ پر دلالت کرتی ہے جو معرَّف میں ہوتے ہیں، اور تعریف لفظی کا مقصود توضیح ہوتا ہے، کوئی جدید معنیٰ کا حصول مقصود نہیں ہوتا، پس اگر مرکب تعریف سے تفصیل مراد لی جائے گی تو وہ تعریف: تعریفِ لفظی نہ رہے گی، بلکہ تعریفِ حقیقی ہو جائے گی، مثلاً وجود کی تعریف ہے: مابہ الشیئُ یَفْعَلُ وَیَنْفَعِلُ: وجود وہ چیز ہے جس کے ذریعہ کوئی چیز اثر ڈالتی ہے اور اثر قبول کرتی ہے، یہ مفرد لفظ کی کلام مرکب سے تعریف لفظی ہے، پس اس میں مرکب کلام سے جو تفصیل مستفاد ہوتی ہے وہ تعریفِ لفظی کی صورت میں مقصود نہیں ہوتی۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

التصدیقات

سوال نمبر (۸۳)، سلم العلوم: ص (۶۱) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ)

اَلْحُكْمُ: مِنْهُ إِجْمَالِيٌّ، وَهُوَ إِنْكِشَافُ الْإِتِّحَادِ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ دَفْعَةً وَاحِدَةً، وَمِنْهُ تَفْصِيلِيٌّ، وَهُوَ: الْمَنْطِقِيُّ الَّذِيْ يَسْتَدِى صُوَرًا مُتَعَدِّدَةً مُفَصَّلَةً.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): تشریح لکھیں؛ نیز بتائیں کہ علم کی کتنی قسمیں ہیں؟ (ج): تصدیق کی کتنی قسمیں ہیں؛ ہر ایک کا نام اور تعریف لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: حکم (تصدیق) ان میں سے بعض اجمالی ہیں اور وہ دو چیزوں کے درمیان اتحاد کا علم ہونا ہے دفعہ واحد اور بعض تفصیلی ہیں اور وہ منطقی ہے متعدد مفصل صورتوں کا تقاضہ کرتا ہے۔

(ب): تشریح ملاحظہ ہو نیز بتائیں کہ علم کی کتنی قسمیں ہیں؟ ملاحظہ ہو: علم کی دو قسمیں ہیں: تصور، تصدیق.

تصور کی بحث سے فارغ ہو کر تصدیق کو بیان کر رہے ہیں۔

قولہ الحکم: مصنفؒ نے تصدیق کے بعد حکم لا کر ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام رازیؒ کی رائے یہ ہے کہ تصدیق موضوع، محمول، نسبتِ حکمیہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور حکماء کی رائے یہ ہے کہ تصدیق صرف حکم کا نام ہے، موضوع اور محمول اس کے لئے شرط ہیں، اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہوگا کہ حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہوگی، اور امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق مرکب ہوگی، مصنفؒ کو چونکہ حکماء کی رائے پسند ہے، اس لئے تصدیق کے بعد حکم لائے ہیں۔

قولہٗ: من اجمالی: یہاں سے تصدیق کی تقسیم کر رہے ہیں؛ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پہلے تصدیق کی تعریف کرنی چاہیے، اس کے بعد تقسیم حالانکہ مصنفؒ نے تعریف کیے بغیر تقسیم شروع کر دی۔ جواب یہ ہے کہ کتاب کے شروع میں تصدیق کی تعریف کر چکے ہیں؛ اس لئے اب تقسیم کر رہے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): تصدیق کی کتنی قسمیں ہیں؛ ہر ایک کا نام اور تعریف ملاحظہ ہو: تصدیق کی دو قسمیں ہیں: اجمالی، تفصیلی۔

موضوع، محمول، نسبتِ حکمیہ کا ایک ساتھ اعتبار کیا جائے تو اسے اجمالی کہتے ہیں اور اگر ان تینوں کا الگ الگ اعتبار کیا جائے تو اسے تفصیلی کہتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے، آپ نے ایک سفید کپڑا دیکھا، دیکھتے ہی کپڑا اور رنگ کا علم ہو گیا یہ اجمالی ہے پھر آپ نے کپڑے کو دیکھا اس کے بعد رنگ کو دیکھا تو یہ تفصیلی ہے۔ منطقیین صرف دوسری قسم سے بحث کرتے ہیں۔

سوال نمبر (۸۴)، سلم العلوم: ص (۶۳) (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ)

وَهٰهُنَا شَكٌّ: هُوَ أَنَّ الْمَعْلُوْمَاتِ الثَّلَاثَةَ الَّتِيْ هِيَ جَمِيْعُ أَجْزَاءِ الْقَضِيَّةِ مُتَحَقِّقَةٌ فِيْ صُوْرَةِ الشَّكِّ، مَعَ أَنَّهَا غَيْرُ مُتَحَقِّقَةٍ عَلٰى مَاهُوَ الْمَشْهُوْرُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اشکال و جواب کو مطلب بیان کرتے ہوئے لکھئے۔ (ج): کل کی کتنی قسمیں ہیں؛ ہر ایک کی تعریف لکھئے۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور یہاں ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ معلومات ثلاثہ جو قضیہ کے تمام اجزاء ہیں شک کی صورت میں بھی پائے جاتے ہیں اسکے باوجود قضیہ متحقق نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

(ب): اشکال و جواب مع مطلب ملاحظہ ہو: قضیہ میں چار اجزاء کے قائلین کی جانب سے منکرین پر اعتراض ہے۔

تمہید: قاعدہ ہے کہ اجزاء کے پائے جانے کے بعد شئی کا پایا جانا ضروری ہے۔

شک کی تقریر: آپ کا یہ کہنا کہ قضیہ کے تین اجزاء ہیں، ہمیں تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ شئی کے اجزاء کے پائے جانے کے بعد شئی کا پایا جانا ضروری ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شک کی صورت میں تینوں اجزاء پائے جارہے ہیں؛ لیکن قضیہ نہیں پایا جارہا ہے، تو اگر تین ہی اجزاء ہوتے تو اس قاعدہ کی بناء پر شک کی صورت میں قضیہ پایا جانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چاہیے؛ حالانکہ نہیں پایا جارہا ہے، معلوم ہوا کہ تین کے علاوہ چوتھی چیز ہے۔

جواب کی تفصیل: اس اعتراض کا ایک جواب فاضل مرزاجان نے دیا ہے جس کو مصنفؒ نے قیل سے نقل کیا ہے۔ فاضل میرزاجان کے جواب سے پہلے ایک تمہید ذہن نشین کیجیے۔

(ج): کل کی کتنی قسمیں ہیں؛ ہر ایک کی تعریف ملاحظہ ہو: کل کی دو قسمیں ہیں: کل بالذات، کل بالعرض

اجزاء کا ثبوت ذات کے لئے بلاواسطہ ہو تو اسے کل بالذات کہتے ہیں اور اگر اجزاء کا ثبوت ذات کے لئے بالواسطہ ہو تو اسے کل بالعرض کہتے ہیں۔ کل بالذات میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور کل بالعرض میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً حیوانِ ناطق کا ثبوت انسان کے لئے بلاواسطہ ہے، تو یہ کل بالذات ہے، لہٰذا حیوانِ ناطق کے پائے جانے کے بعد انسان کا پایا جانا ضروری ہے اور حیوانِ ناطق کا ثبوت کاتب کے لئے انسان کے واسطے سے ہے تو یہ کل بالعرض ہے، لہٰذا حیوانِ ناطق کے پائے جانے کے بعد کاتب کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے تو حیوانِ ناطق پایا جارہا ہے؛ لیکن کاتب نہیں پایا جارہا ہے۔

اب سنیے! فاضل مرزاجان کہتے ہیں کہ اجزاءِ ثلاثہ کا ثبوت قضیہ کے لئے کل بالعرض کے طریقے پر ہے اور کل بالعرض میں اجزاء کے پائے جانے کے بعد ذات کا پایا جانا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا اجزاء ثلاثہ کے پائے جانے کے بعد قضیہ کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ مصنفؒ کو یہ جواب پسند نہیں ہے، اس لئے والحق سے دوسرا جواب دے رہے ہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شک کی صورت میں بھی قضیہ ہے، اس لئے کہ شک صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے اور جو صدق و کذب کا احتمال رکھے وہ قضیہ ہوتا ہے؛ لہٰذا شک بھی قضیہ ہے اور جب شک بھی قضیہ ہے تو آپ کا یہ اعتراض کرنا کہ شک کی صورت میں قضیہ نہیں پایا جارہا درست نہیں ہے؛ لیکن اس جواب پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ صدق و کذب کے احتمال کے لئے نفس الامری حکایت ضروری ہے اور حکایت کے لئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نسبتِ تامہ ضروری ہے اور شک کی صورت میں محمول کے موضوع کے لئے ثبوت میں تردد ہوتا ہے اور جب تردد ہے تو نسبتِ تامہ نہیں پائی گئی اور جب نسبت تامہ نہیں پائی گئی تو حکایت نہیں پائی گئی اور جب حکایت نہیں پائی گئی تو صدق وکذب کا احتمال بھی نہیں پایا گیا اور جب صدق وکذب کا احتمال نہیں پایا گیا تو قضیہ نہیں پایا گیا؛ لہٰذا آپ کا جواب درست نہیں ہے۔ مصنفؒ نے فـفـي الشـک سے جواب دیا ہے کہ شک میں تردد نفس حکایت میں نہیں ہے، بلکہ حکایت کے واقع کے مطابق ہونے میں تردد ہے اور قضیہ کے لئے نفس حکایت کافی ہے۔

سوال نمبر (۸۵)، سلم العلوم: ص (۶۸)

(امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ۔ امتحان سالانہ ۱۴۳۱ھ و۱۴۳۵ھ)

إِعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ الْمَنْطِقِيِّيْنَ أَنَّ الْحُكْمَ فِي الشَّرْطِيَّةِ بَيْنَ الْمُقَدَّمِ وَالتَّالِيْ، وَمَذْهَبَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ أَنَّهُ فِي الْجَزَاءِ، وَالشَّرْطُ قَيْدٌ لِلْمُسْنَدِ بِمَنْزِلَةِ الْحَالِ أَوِ الظَّرْفِ قَالَ السَّيِّدُ: اَلْاَوَّلُ هُوَ الْحَقُّ، قَالَ الْعَلَّامَهُ الدَّوَّانِيُّ كَذب التَّالِي فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ الْوَاقِعِيَّةِ لَايَلْزَمُ مِنْهُ كذبه في الْاَوْقَاتِ التَّقْدِيْرِةِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کی تشریح کریں اور مثال سے پوری عبارت کو واضح کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور خوب جان لو کہ منطقیین کا مذہب یہ ہے کہ حکم شرطیہ میں مقدم وتالی کے درمیان ہوتا ہے اور اہلِ عربیہ (نحوییّن) کا مذہب یہ ہے کہ حکم جزاء میں ہوتا ہے اور شرط مسند کے لیے قید ہوتا ہے حال یا ظرف کے درجہ میں اسی طرح مفتاح میں مذکور ہے اور سیّد شریف نے کہا کہ اوّل مذہب ہی حق ہے اور علّامہ دوّانی نے کہا کہ تالی کا اوقات واقعیہ کے تمام اوقات میں کاذب ہونے سے اس کا اوقات فرضیہ میں بھی کاذب ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

(ب): پوری عبارت کی تشریح مع مثال ملاحظہ فرمائیے: قضیہ شرطیہ کے حکم کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بارے میں مناطقہ اور نحویین کا اختلاف ہے۔ مناطقہ کا کہنا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم، مقدم و تالی کے درمیان ہوتا ہے۔ مثلاً ان کانت الشمس طالعةً فالنهار موجود میں حکم الشمس طالعة اور النهار موجود کے درمیان ہے۔ اور نحویین کا کہنا ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم، تالی (جزاء) میں ہوتا ہے اور مقدم (شرط) اس کے لیے قید ہوتا ہے۔ جیسے حال اور ظرف۔

مثلاً: ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں حکم، النهار موجود میں ہے اور اصل عبارت یوں ہوگی: المهار موجود حال كون الشمس طالعة یا النهار موجود وقت طلوع الشمس. سیّد شریفؒ مناطقہ کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حق بات مناطقہ کی ہے، اس لیے کہ اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ تالی کے کاذب ہونے کے باوجود قضیہ صادق ہوتا ہے اور یہ قاعدہ مناطقہ کے مذہب کے مطابق باقی رہتا ہے اور اہلِ عربیت کے مذہب کے مطابق قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً: إن كان زيد حماراً كان ناهقًا. تالی کاذب ہے اس لیے کہ زید ناطق ہے نہ کہ ناہق؛ لیکن اس کے باوجود یہ قضیہ صادق ہے؛ لیکن اس کا صادق ہونا مناطقہ کے مذہب کے مطابق ہے؛ اس لیے کہ عبارت وہی رہے گی، جو پہلی تھی بخلاف اہلِ عربیت کے عبارت یہ ہوگی: زيدناهق وقت كونه حماراً زید ناہق ہے حمار ہونے کے وقت اور قاعدہ ہے کہ مطلق کے منتفی ہونے سے مقید بھی منتفی ہوجاتا ہے اور زید ناہق مطلق ہے اور یہ منتفی ہے لہٰذا وقت كونه حمار جوکہ مقید ہے یہ بھی منتفی ہوگا تو سمجھیے یہ قضیہ متفقہ طور پر صادق تھا؛ لیکن اہل عربیت کے مذہب کے مطابق کاذب ہوگیا معلوم ہوا کہ مناطقہ کا مذہب درست ہے۔ علاّمہ دوّانیؒ نے اہلِ عربیت کی تائید کرتے ہوئے سیّد شریف کا جواب دیا ہے کہ ہمیں تسلیم ہے کہ مطلق کا منتفی ہونا مقید کے منتفی ہونے کو مستلزم ہے؛ لیکن اس قضیہ میں مطلق ہی منتفی نہیں ہے اور جب مطلق منتفی نہیں ہے تو مقید بھی منتفی نہیں ہوگا، لہٰذا اہلِ عربیت کے مذہب کے مطابق بھی یہ قضیہ صادق رہے گا؛ اس لیے کہ زید ناہق کے دو فرد ہیں، نفس الامری، فرضی تو نفس الامری اعتبار سے منتفی ہے نہ کہ فرضی اعتبار سے اور مطلق کے ایک فرد کے منتفی ہونے سے مطلق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

منتفی نہیں ہو جاتا ہے لہٰذا زید ناہق کے نفس الامری اعتبار سے منتفی ہونے سے بالکلیہ منتفی نہیں ہو جائے گا۔ محقق دوانی اپنی بات کو ایک مثال سے سمجھا رہے ہیں مثلاً زید بیٹھا ہے اور کوئی کہتا ہے: زید قائم في ظني یہ قضیہ صادق ہے؛ اس لیے کہ دو فرد ہیں نفس الامری، فرضی اور نفس الامری اعتبار سے اگر چہ منتفی ہے؛ لیکن فرضی اعتبار سے صادق ہے، لہٰذا ایک فرد کے منفی ہونے سے مطلق منتفی نہیں ہو جائے گا، لہٰذا اہلِ عربیت کا مذہب صحیح ہے۔

سوال نمبر (۸۶)، سلم العلوم: ص (۷۳) (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ)

الْمَوْضُوعُ إِنْ كَانَ جُزْئِيًّا: فَالْقَضِيَّةُ شَخْصِيَّةٌ، وَمَخْصُوصَةٌ، وَإِنْ كَانَ كُلِّيًّا: فَإِنْ حُكِمَ عَلَيْهِ بِلَازِيَادَةِ شَرْطٍ: فَمُهْمَلَةٌ عِنْدَ الْقُدَمَاءِ، وَإِنْ حُكِمَ عَلَيْهِ بِشَرْطِ الْوَحْدَةِ الذِّهْنِيَّةِ: فَطَبْعِيَّةٌ، وَإِنْ حُكِمَ فِيهَا عَلَى أَفْرَادِهِ: فَإِنْ بُيِّنَ فِيهَا كَمِّيَّةُ الْأَفْرَادِ: فَمَحْصُورَةٌ، وَإِنْ لَمْ تُبَيَّنْ: فَمُهْمَلَةٌ عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ، وَمِنْ ثَمَّ قَالُوا: إِنَّهَا تَلَازِمُ الْجُزْئِيَّةَ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مطلب بیان کریں؛ نیز دلیلِ حصر بھی لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: موضوع اگر جزئی ہے تو وہ قضیہ شخصیہ و مخصوصہ ہے اور اگر وہ کلی ہے تو اگر اس پر حکم لگایا گیا کسی شرط کی زیادتی کے بغیر وہ متقدمین کے نزدیک مہملہ ہے اور اگر اس پر حکم لگایا گیا ہے وحدتِ ذہنیہ کی شرط کے ساتھ تو وہ قضیہ طبعیہ ہے اور اگر اس میں حکم افراد پر ہے تو اگر اس میں افراد کی مقدار کو بیان کیا گیا ہے تو وہ محصورہ ہے اور اگر افراد کی مقدار بیان نہیں کی گئی ہے تو وہ متاخرین کے نزدیک مہملہ ہے، اسی وجہ سے مناطقہ نے کہا کہ مہملہ جزئیت کے لیے لازم ہے۔

(ب): مطلب مع دلیلِ حصر کے ملاحظہ فرمائیں: یہاں سے مصنفؒ ذاتِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی تقسیم کر رہے ہیں، ذاتِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ حملیہ کی پانچ قسمیں ہیں:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دلیل حصر: موضوع دو حال سے خالی نہیں جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہے تو اسے قضیہ شخصیہ ومخصوصہ کہتے ہیں جیسے زید قائم اور اگر کلی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، حکم حقیقت پر ہے یا افراد پر اگر حکم حقیقت پر ہے تو دو حال سے خالی نہیں، عموم وخصوص کے زیادتی کی شرط ہے یا نہیں، اگر شرط نہیں ہے اسے مہملہ قدمائیہ کہتے ہیں اور اگر عموم وخصوص کی زیادتی کی شرط ہے تو اسے قضیہ طبعیہ کہتے ہیں اور اگر حکم پر افراد ہے تو دو حال سے خالی نہیں، افراد کی مقدار بیان کی گئی ہے یا نہیں، اگر مقدار بیان کی گئی ہے تو اسے محصورہ کہتے ہیں اور اگر مقدار بیان نہیں کی گئی ہے تو اسے مہملہ متاخرین کہتے ہیں۔

قولہٗ: ومن ثم قالوا انها تلازم الجزئية: مصنفؒ کہتے ہیں کہ مہملہ متاخرین اور جزئی دونوں لازم وملزوم ہیں، لہٰذا جب مہملہ صادق آئے گا تو جزئی بھی صادق آئے گی اور جب جزئی صادق آئے گی وہاں مہملہ بھی صادق آئے گا، پہلے جز کی دلیل یہ ہے کہ مہملہ میں حکم موضوع کے افراد پر ہوتا ہے وہ یا تو ل افراد پر ہوگا یا بعض افراد پر، دونوں صورتوں میں حکم بعض افراد پر ہوگا اور بعض افراد پر حکم جزئی ہوتا ہے لہٰذا جہاں مہملہ ہوگا وہاں جزئی ہوگی اور دوسرے جز کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض افراد پر حکم ہوگا تو لامحالہ مطلق افراد پر حکم ہوگا اور مطلق افراد پر حکم مہملہ ہوتا ہے، لہٰذا جہاں جزئی پائی جائے گی وہاں مہملہ پایا جائے گا۔

سوال نمبر (۸۷)، سلم العلوم: ص (۷۴) (امتحان ششماہی ۱۴۲۵ھ)

إِعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ التَّحْقِيقِ أَنَّ الْحُكْمَ فِي الْمَحْصُوْرَةِ عَلٰى نَفْسِ الْحَقِيْقَةِ وَرُبَمَا يَتَرَاءٰ ى أَنَّهُ لَوْ كَانَ كَذٰلِكَ لَاقْتَضَى الْإِيْجَابُ وُجُوْدُ الْحَقِيْقَةِ حَقِيْقَةً، فَإِنَّ الْمُثْبَتَ لَهٗ، هُوَ الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ حَقِيْقَةً، مَعَ أَنَّهَا قَدْتَكُوْنُ عَدَمِيَّةً بَلْ سَلْبِيَّةً، فَالْحَقُّ أَنَّ الْأَفْرَادَ وَإِنْ كَانَتْ مَعْلُوْمَةً بِالْوَجْهِ، لٰكِنَّهَامَحْكُوْمٌ عَلَيْهَا حَقِيْقَةً فَالْجَوَابُ أَنَّ مَفَادَ الْإِيْجَابِ مُطْلَقًا هُوَ الثُّبُوْتُ مُطْلَقًا.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): اشکال و جواب دونوں کا خلاصہ لکھیں؛ نیز مطلب بھی تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: جان لو کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ قضیہ محصورہ میں حکم نفس حقیقت پر ہوتا ہے اور بسا اوقات اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو موجبہ حقیقیہ حقیقت کے وجود کا تقاضا کرے گا، اس لئے کہ مثبت لہٗ ہی حقیقۃً محکوم علیہ ہے حالانکہ کبھی وہ عدمی ہوتا ہے، بلکہ سلبی بھی ہوتا ہے تو حق یہ ہے کہ افراد اگر چہ بالعرض معلوم ہوتے ہیں؛ لیکن حقیقۃً محکوم علیہ ہی ہیں تو جواب یہ ہے کہ مطلقاً موجبہ کا حاصل مطلق ثبوت ہے۔

(ب): اشکال و جواب دونوں کا خلاصہ مع مطلب ملاحظہ فرمائیں: اختلاف اس بات میں ہے کہ قضیہ محصورہ میں حکم حقیقت پر ہے یا افراد پر، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حکم افراد پر ہے اور اہلِ تحقیق کی رائے یہ ہے کہ حکم حقیقت پر ہے، جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ حکم حقیقت پر ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ محکوم علیہ وہ ہوتا ہے جو معلوم بالذات ہو اور معلوم بالذات حقیقت ہے نہ کہ افراد۔

قولہٗ: ربما یترا ءی: اس عبارت سے اہلِ تحقیق کے مذہب پر اعتراض کا ذکر ہے۔ جس کا جواب مصنفؒ نے فالجواب سے دیا ہے۔

اعتراض کا خلاصہ: ثبوتِ شئی للشئی فرع ہے مثبت لہٗ کا یعنی جب ایک چیز کو دوسری چیز کے لئے ثابت کریں تو جس کے لئے ثابت کریں گے اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۲) مثبت لہٗ اور محکوم علیہ مترادف ہیں۔

اب سنیے! معترض کہتا ہے کہ قضیہ موجبہ میں ثبوت شئی للشئی ہوتا ہے اور ثبوت شئی للشئی کے لئے مثبت لہٗ کا موجود ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا قضیہ موجبہ کے لئے مثبت لہٗ کا موجود ہونا ضروری ہے اور مثبت لہٗ اور محکوم علیہ ایک ہی ہیں لہٰذا قضیہ موجبہ کے لئے محکوم علیہ کا موجود ہونا ضروری ہے اور محکوم علیہ آپ کے بقول حقیقت ہے، لہٰذا قضیہ موجبہ کے صادق آنے کے لئے حقیقت کا موجود ہونا بہت ضروری ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض موجبہ ایسے ہیں جس میں حقیقت معدوم ہے، بلکہ اس میں حقیقت کا سلب کیا گیا ہے۔ جیسے موجبہ معدولۃ الموضوع میں عدمی ہوتا ہے، جیسے: اللاحی جماد اور قضیہ سالبۃ المحمول میں سلبی ہوتا ہے۔ جیسے: کل مالیس بجماد فھو حی تو اگر محکوم علیہ حقیقت، ہو تو قضیہ موجبہ کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بغیر محکوم علیہ کے ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اور یہ بطلان لازم آیا ہے حقیقت کو محکوم علیہ ماننے سے، لہٰذا حقیقت کا محکوم علیہ ہونا باطل ہے، لہٰذا حق بات یہ ہے کہ افراد اگرچہ معلوم بالعرض ہیں، لیکن محکوم علیہ بالذات ہیں، اس لئے کہ محکوم علیہ بالذات کے لئے معلوم بالذات ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے وضع عام اور موضوع خاص کی صورت میں محکوم علیہ افراد ہوتے ہیں، حالانکہ معلوم بالعرض ہیں۔ مصنفؒ کو چونکہ اہلِ تحقیق کا مذہب پسند ہے، اس لئے اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

جواب کا خلاصہ: جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس اعتراض کا مدار اس بات پر ہے کہ محکوم علیہ اور مثبت لہٗ متحد ہیں، لہٰذا جو محکوم علیہ بالذات ہوگا وہ مثبت لہٗ بالذات ہوگا، حالانکہ دونوں میں اتحاد نہیں ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شی محکوم علیہ بالذات ہو اور مثبت لہٗ بالذات نہ ہو۔ جیسے جالس السفینۃ متحرک میں محکوم علیہ بالذات جالس ہے، لیکن مثبت لہٗ بالذات نہیں ہے، اس لئے کہ حرکت کا ثبوت بالذات سفینہ کے لئے ہے، جالس پر اس کے واسطہ سے ہے، اسی طرح قضیہ موجبہ معدولۃ الموضوع وسالبۃ الموضوع میں محکوم علیہ بالذات حقیقت ہے؛ لیکن مثبت لہٗ بالذات نہیں ہے اور موجبہ کے لئے صرف مثبت لہٗ کا وجود ضروری ہے، چاہے بالذات ہو یا بالعرض اور یہاں پایا جا رہا ہے، لہٰذا حقیقت کے محکوم علیہ ہونے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال نمبر (۸۸)، سلم العلوم: ص (۷۹) (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ)

اَلثَّانِیْ اَنَّ ج لَانَعْنِیْ بِہٖ مَاحَقِیْقَتُہٗ ج وَلَامَاھُوَ مَوْصُوْفٌ بِہٖ بَلْ أَعَمُّ مِنْھُمَا وَھُوَ مَایَصْدُقُ عَلَیْہِ ج مِنَ الْأَفْرَادِ وَتِلْکَ الْأَفْرَادُ قَدْتَکُوْنُ حَقِیْقَۃً کَالْأَفْرَادِ الشَّخْصِیَّۃِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): تشریح کرتے ہوئے بتایئے وصف موضوع کتنے طرح کا ہوتا ہے؟ (ج): حقیقتِ اعتباریہ کی مثال لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: دوسری بحث یہ ہے کہ ج ہم اس کے ذریعے مراد اس چیز کو نہیں لیتے ہیں جو ج کی حقیقت ہو اور نہ وہ چیز جس کے ساتھ وہ متصف ہے؛ بلکہ ان دونوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے اعم مراد لیتے ہیں اور وہ وہ ہے جن افراد پر ج صادق آتا ہے اور وہ افراد کبھی حقیقۃً ہوتے ہیں جیسے افرادِ شخصیہ اور نوعیہ اور کبھی اعتباراً ہوتے ہیں جیسے: الحیوان الجنس.

(ب): تشریح کرتے ہوئے وصف موضوع کتنے طرح کا ہوتا ہے؟ ملاحظہ ہو: قضیہ محصورہ میں یہ دوسری بحث ہے جاننا چاہیے کہ موضوع تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) وصفِ موضوع: وصف موضوع جو اپنے افراد کی پوری حقیقت ہو۔ جیسے: کل انسان حیوان اس میں انسان اپنے افراد (زید، عمر، بکر) کے لیے عین حقیقت ہے۔

(۲) وصفِ موضوع: وصفِ موضوع جو اپنے افراد کی حقیقت کا جزء ہو۔ جیسے: کل ناطق انسان اس میں ناطق اپنے افراد زید، خالد وغیرہ کی حقیقت کا جز ہے، اس لیے کہ ان کی حقیقت حیوانِ ناطق ہے، نہ کہ صرف ناطق۔

(۳) وصفِ موضوع: وصفِ موضوع جو اپنے افراد کے لیے لازم ہو اور اس سے خارج ہو۔ جیسے: کل ضاحک انسان اس میں ضاحک اپنے افراد زید، عمر، بکر وغیرہ کی حقیقت سے خارج ہے، لیکن ان کے لیے لازم ہے۔

اب سنیے! مصنفؒ کہتے ہیں کہ ج یعنی موضوع کی تعبیر ایسے الفاظ سے ہونی چاہیے، جو ان تمام قسموں کو شامل ہے اور وہ ماصدق علیہ الموضوع ہے۔

قولہٗ: وتلک الافراد حقیقیۃ: اس عبارت سے جن افراد پر موضوع صادق آتا ہے ان کو بیان کر رہے ہیں، تو جاننا چاہیے کہ افراد کی اوّلاً دو قسمیں ہیں: حقیقیہ، اعتباریہ پھر حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں: شخصیہ، نوعیہ، اگر موضوع نوع یا فصل قریب یا خاصہ ہو تو اسے حقیقیہ شخصیہ کہتے ہیں۔ جیسے: کل انسان حیوان، کل ناطق حیوان، کل کاتب حیوان اور اگر موضوع جنس یا عرض عام ہو، تو اسے حقیقتِ نوعیہ کہتے ہیں، جیسے: کل حیوان جسم، کل ماشٍ حیوان.

(ج): حقیقتِ اعتباریہ کی مثال ملاحظہ فرمائیں: الحیوان الجنس حیوان، اس میں الحیوان الجنس کا مطلق حیوان کے لیے فرد ہونا حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے؛ بلکہ عقل کے فرد مان لینے کے اعتبار سے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال نمبر (۸۹)، سلم العلوم: ص (۸۱) (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ)

اَلْحَمْلُ اِتِّحَادُ الْمُتَغَايِرَيْنِ فِي نَحْوٍ مِنَ التَّعَقُّلِ بِحَسْبِ نَحْوٍ آخَرَ مِنَ الْوُجُوْدِ اِتِّحَادًا بِالذَّاتِ اَوْبِالْعَرَضِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): مصنف نے عبارت مذکورہ میں کیا بیان کیا ہے بوضاحت لکھئے؛ نیز تعریف میں کتنے جز ہوتے ہیں قلمبند کیجیے۔

(ج): حمل کی اوّلاً کتنی قسمیں ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: حمل اس کا نام ہے کہ دو چیزیں جو تعقل کے کسی قسم کے اعتبار سے متغائر ہوں ان کو وجود کی کسی قسم کے اعتبار سے متحد ہونا چاہیے بالذات متحد ہو یا بالعرض متحد ہو۔

(ب): مصنف نے عبارتِ مذکورہ میں کیا بیان کیا ہے؟ نیز تعریف میں کتنے جز ہوتے ہیں ملاحظہ فرمایئے: مصنفؒ نے حمل کی مشہور تعریف سے عدول کیا ہے؛ اس لیے کہ مشہور تعریف حمل کی تمام قسموں کو جامع نہیں تھی۔ حمل کی مشہور تعریف یہ ہے: اتحاد المتغايرين ذهنا في الخارج یعنی ذہن کے اعتبار سے دو متغائر چیزوں کا خارج میں متحد ہونا، اس تعریف میں دو جزء ہیں:

(۱) ذہن کے اعتبار سے متغائر ہونا　　(۲) خارج میں اتحاد

پہلی قید سے حمل اولی نکل گیا؛ اس لیے کہ اس میں ذہن کے اعتبار سے تغائر نہیں ہے مثلاً الإنسان إنسانٌ اور دوسری قید سے قضایا ذہنیہ نکل گئے؛ اس لیے کہ ان کے افراد خارج میں موجود نہیں ہیں چہ جائیکہ خارج میں اتحاد ہو، تو یہ تعریف تمام اقسام کو جامع نہیں ہے؛ اس لیے مصنفؒ نے دوسری تعریف کی ہے۔ تعقل کے کسی بھی اعتبار سے چاہے مفہوم کے اعتبار سے یا الفات کے اعتبار سے دو متغائر چیزوں کا وجود کے کسی بھی قسم کے اعتبار سے متحد ہونا، چاہے خارج کے اعتبار سے ہو یا ذہن کے اعتبار سے اس میں تمام اعتبار سے عموم ہے، لہٰذا اس میں تمام قسمیں داخل ہو گئیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قولہٗ: اتحاد بالذات او بالعرض: اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے ذات کا حمل ذات پر ہو رہا ہو جیسے: الإنسان حیوان ناطق یا عرض کا حمل ہو رہا ہو تمام کو حمل کہا جائے گا۔ جیسے: الإنسان کاتب.

(ج): حمل کی اوّلاً کتنی قسمیں ہیں؟ ملاحظہ فرمائیے: حمل کی اوّلاً دو قسمیں ہیں:

(۱) اولی (۲) حمل شائع متعارف

اگر موضوع اور محمول میں عینیت ہو تو اسے حمل اولی کہتے ہیں۔ جیسے: الإنسان انسان اور اگر موضوع اور محمول صرف وجود میں متحد ہوں تو اسے حمل شائع متعارف کہتے ہیں۔ جیسے: کل انسان حیوان پھر حمل کی دو قسمیں ہیں: (۱) حمل بالاشتقاق (۲) حمل بالمواطاۃ۔

اگر حمل ذو یا فی کے واسطہ سے ہو رہا ہو تو اسے حمل بالاشتقاق کہتے ہیں جیسے: خالد ذو لم، القلم فی الجیب اور اگر بغیر واسطہ کے حمل ہو رہا ہو تو اسے حمل بالمواطاۃ کہتے ہیں۔ جیسے: الإنسان حیوان اس کو مقول بعلی بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ علی پر بولا جاتا ہے الإنسان حیوان کا مطلب الإنسان محمول علی الحیوان ہے۔

سوال نمبر (۹۰)، سلم العلوم (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ)

وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْحَمْلِ الْمُتَعَارَفُ صِدْقُ مَفْهُوْمِ الْمَحْمُوْلِ عَلَى الْمَوْضُوْعِ بِأَنَّ ذَاتًا أَوْ وَصْفًا قَائِمًا بِهٖ اَوْ مُنْتَزِعًا بِلَا إِضَافَةٍ أَوْ إِضَافَةٍ فَثُبُوْتُ زَوْجِيَّةِ الْخَمْسَةِ لَايَسْتَلْزِمُ قَوْلَنَا اَلْخَمْسَةُ زَوْجٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): سوال و جواب دونوں کو لکھیں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اور حمل متعارف میں معتبر محمول کے مفہوم کا موضوع پر صادق آنا ہے بایں طور کہ ذاتی ہو یا ایسا وصف ہو جو اس کے ساتھ قائم ہو یا وہ اس سے منتزع ہو بلا نسبت یا بالنسبت، لہٰذا خمسہ کے زوج کا ثبوت ہمارے قول الخمسة زوج کو مستلزم نہیں ہوگا۔

(ب): سوال و جواب دونوں کو ملاحظہ فرمائیں: سوالِ مقدر: مناطقہ کا قاعدہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہر مفہوم متصور ہوتا ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے اور قضایا کاذبہ مثلاً زوجیۃ الخمسۃ بھی مفہو ہے اور مفہوم متصور ہوتا ہے، لہٰذا اس قاعدے کی بنا پر الخمسۃ زوج بھی موجود ہوتا حالانکہ موجود نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ درست نہیں ہے۔

جواب: مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ قاعدہ درست ہے رہا آپ کا یہ کہنا کہ اس صورت میں قضایا کاذبہ کا صادق ہونا لازم آتا ہے۔ ہمیں تسلیم نہیں ہے؛ اس لیے کہ قضایا کے صادق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ محمول کا موضوع پر حمل صحیح ہو اور حمل کے صحیح ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

محمول موضوع کے لیے ذاتی ہو۔ جیسے: کل انسان حیوان یا محمول کا وصف موضوع کے ساتھ قائم ہو۔ جیسے: القلم ابیض میں بیاض قلم کے ساتھ قائم ہے یا محمول ایسا وصف ہو جو موضوع سے منتزع ہوتا ہے خواہ اضافت کے ساتھ یا بلا اضافت کے، اضافت کا مطلب یہ ہے کہ موضوع سے محمول کے انتزاع میں کسی دوسرے امر کا لحاظ کیا گیا ہو جیسے: السماء فوقنا میں آسمان کی مخصوص وضع کا لحاظ کیا گیا ہے اور بلا اضافت کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور چیز کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے، جیسے: السادسۃ زوج میں زوجیت کا انتزاع سادسہ سے کسی چیز کا لحاظ کیے بغیر ہے اور الخمسۃ زوج میں ان شرطوں میں سے کوئی بھی نہیں پایا جا رہا ہے، لہٰذا قاعدہ درست ہے۔

سوال نمبر (۹۱)، سلم العلوم: ص (۸۶)

(امتحان داخلہ وششماہی ۱۴۲۰ھ)

اَلْمُحَالُ مِنْ حَيْثُ هُوَ مُحَالٌ لَيْسَ لَهُ صُوْرَةٌ فِي الْعَقْلِ فَهُوَ مَعْدُوْمٌ ذِهْنًا وَخَارِجًا وَمِنْ هٰهُنَا تَبَيَّنَ أَنَّ كُلَّ مَوْجُوْدٍ فِي الذِّهْنِ حَقِيْقَةً مَوْجُوْدٌ فِي نَفْسِ الْاَمْرِ، فَلَايُحْكَمُ عَلَيْهِ إِيْجَابًا بِالْإِمْتِنَاعِ أَوْسَلْبًا بِالْوُجُوْدِ مَثَلًا إِلَّا عَلٰى أَمْرٍ كُلِّيٍّ إِذَا كَانَ مِنَ الْمُمْكِنَاتِ تَصَوُّرُهٗ وَكُلُّ مَحْكُوْمٍ عَلَيْهِ بِالتَّحْقِيْقِ هِيَ الطَّبِيْعَةُ الْمُتَصَوَّرَةُ وَكُلُّ مُتَصَوَّرٍ ثَابِتٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): سوال و جواب دونوں کو لکھیں۔ (ج): فلا یحکم الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: محال محال ہونے کی حیثیت سے عقل میں اس کے لیے کوئی صورت نہیں ہے، لہٰذا وہ ذہن اور خارج دونوں اعتبار سے معدوم ہے اور اسی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر وہ شئ جو ذہن میں حقیقۃً موجود ہے نفس الامر میں بھی موجود ہوگی، لہٰذا اس پر امتناع کے اثبات کا یا وجود کے سلب کا حکم نہیں لگایا جائے گا مگر امر کلی پر جبکہ اس کا تصور کرنا ممکنات میں سے ہو اور ہر محکوم علیہ تحقیق کے مطابق وہ حقیقت متصورہ ہی ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے۔

(ب): سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں: سوال کی تقریر: مناطقہ کا قاعدہ ہے کہ قضایا موجبہ کے لیے موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے اس کے بغیر حکم لگانا صحیح نہیں ہے، حالانکہ میں ایسے قضایا موجبہ دکھلاتا ہوں جن کے موضوع موجود نہیں ہیں پھر بھی ان پر حکم لگانا صحیح ہے، مثلاً شریک الباری ممتنع، اجتماع النقیضین محال، المجهول المطلق یمتنع علیه الحکم، یہ ایسے قضایا موجبہ ہیں جن کے موضوع موجود نہیں ہیں؛ اس لیے کہ یہ محال ہیں اور محال من حیث محال کے لیے عقل میں کوئی صورت نہیں ہوتی ہے وہ ذہن اور خارج دونوں اعتبار سے معدوم ہوتا ہے۔

جواب کی تقریر: مصنفؒ نے اس اعتراض کا جواب الأمر کلی سے دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضایا مذکورہ میں جو موضوع ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں: (۱) نفس مفہوم جو کلی ہے (۲) اس کا مصداق یعنی اس کے افراد۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے جو فرمایا کہ موضوع موجود نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ محال ہے اس سے موضوع کی کون سی حیثیت مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ اس کے افراد محال ہے تو ہمیں تسلیم ہے؛ لیکن افراد کو موضوع نہیں قرار دیا گیا ہے؛ بلکہ موضوع نفس کلی ہیں اور وہ محال نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ متصور ہے اور ہر متصور موجود ہوتا ہے لہٰذا نفس کلی موجود ہوگا، تو جب آپ کی مراد ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے اور جو یہاں مراد ہے وہ آپ کی مراد نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): فلا یحکم الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو: قولہٗ:

فلا یحکم علیه ایجابًا: اس عبارت سے ماقبل کے جواب پر اعتراض کا جواب ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ جب ان قضایا میں موضوع موجود ہیں تو پھر ان پر امتناع اور محال کا حکم کس طرح صحیح ہوگا کیا آپ کے نزدیک موجود بھی ممتنع ہوتا ہے؟ مصنفؒ نے جواب دیا کہ قضایا مذکورہ میں موضوع موجود فی نفس الامر کے اعتبار سے موجود ہے اور اس پر امتناع یا محال کا حکم افراد کے اعتبار سے ہے تو اعتبار بدل گیا اور اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں، لہٰذا کوئی منافات نہیں ہے۔

سوال نمبر (۹۲)، سلم العلوم: ص (۹۰) (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ)

أَلْاِتِّصَافُ الْاِنْضِمَامِيُّ يَسْتَدْعِي تَحَقُّقَ الْحَاشِيَتَيْنِ فِيْ ظَرْفِ الْاِتِّصَافِ بِخِلَافِ الْاِنْتِزَاعِيِّ بَلْ يَسْتَدْعِيْ ثُبُوْتَ الْمَوْصُوْفِ فَقَطْ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): توضیح کرتے ہوئے بتلائیے کہ اتصاف کی کل کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف بھی لکھئے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: اتصاف انضمامی تقاضہ کرتا ہے حاشیتین (موصوف و صفت) کے تحقق کا ظرف اتصاف میں بخلاف انتزاعی کے؛ بلکہ یہ تقاضہ کرتا ہے صرف موصوف کے ثبوت کا۔

(ب): توضیح اور اتصاف کی کل کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کی تعریف ملاحظہ ہو: اتصاف کہتے ہیں ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ متصف کرنا۔ اتصاف کی دو قسمیں ہیں: انضمامی، انتزاعی پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: خارجی، ذہنی تو کل چار قسمیں ہو گئیں۔

ہر ایک کی تعریف اور مثال: (۱) اتصاف خارجی: ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف کے ساتھ متصف ہو جو خارج میں موجود ہے جیسے بیاض کا اتصاف جسم کے ساتھ۔

(۲) اتصاف ذہنی: ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف کے ساتھ متصف ہو جو ذہن میں موجود ہو۔ جیسے: صورتِ علمیہ کا حالتِ ادراکیہ کے ساتھ اتصاف۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۳) انتزاعی خارجی: ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف سے منتزع ہو جو خارج میں موجود ہے جیسے تحتیت کا انتزاع ارض سے۔

(۴) انتزاعی ذہنی: ایسے اتصاف کو کہتے ہیں کہ صفت ایسے موصوف سے منتزع ہو جو ذہن میں موجود ہے جیسے کلیت کا انتزاع کلی سے؛ اس لیے کہ کلی ذہن میں موجود ہے خارج میں افراد ہیں نہ کہ کلی۔

سوال نمبر (۹۳)، سلم العلوم: ص (۹۶-۹۷) (امتحان سالانہ ۱۴۲۷ھ)

فَهِيَ اَنَّ حُكْمَ فِيْهَا بِاسْتِحَالَةِ اِنْفِكَاكِ النِّسْبَةِ مُطْلَقًا فَضَرُوْرِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ اَوْ مَادَامَ الْوَصْفُ فَمَشْرُوْطَةٌ عَامَّةٌ أَوْفِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ فَوَقْتِيَّةٌ مُطْلَقَةٌ أَوْغَيْرُمُعَيَّنٍ فَمُنْتَشِرَةٌ مُطْلَقَةٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): پوری عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے قضیہ موجبہ بسیطہ کی آٹھوں قسموں کو مع تعریف لکھئے۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: تو یہ جہت اگر اس میں نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا گیا ہے مطلقاً، تو وہ ضروریہ مطلقہ ہے یا نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وقت معین میں، تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے یا نسبت کے انفکاک کے محال ہونے کا حکم لگایا ہے وقت غیر معین میں، تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے۔

(ب): پوری عبارت کا مطلب اور قضیہ موجبہ بسیطہ کی آٹھوں قسموں کو مع تعریف ملاحظہ فرمائیں: ماقبل میں بیان کیا گیا تھا کہ قضیہ موجبہ کی دو قسمیں ہیں: بسیطہ مرکبہ اب یہاں سے بسیطہ کی قسموں کو بیان کر رہے ہیں۔ قضیہ موجبہ بسیطہ آٹھ ہیں: ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ، دائمہ مطلقہ۔

(۱) ضروریہ مطلقہ: ایسے قضیہ کو کہتے ہیں جس میں محمول کی نسبت جو موضوع کی طرف ہو رہی ہے اس کا جدا ہونا مطلقاً محال ہے، یعنی اس کا محال ہونا کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ جیسے: كل انسان حيوان بالضرورة، ولاشيء من الإنسان بحجر بالضرورة.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ضروریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے اور مطلقہ اس لیے کہتے ہیں کہ کسی وقت یا صفت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

(۲) مشروطہ عامہ: وہ قضیہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے یا محمول کا سلب موضوع کے لیے اس وقت ضروری ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے۔ جیسے: کل الکاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبًا اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ اُنگلیاں ہلنے کا ثبوت کاتب کی ذات کے لیے اس وقت تک ضروری ہے جب وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے۔

(۳) وقتیہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب معین وقت میں ضروری ہے۔ جیسے: کل قمر منخسف بالضرورة حیلولة الارض بینه وبین الشمس. اس قضیہ میں یہ حکم ہے کہ گہن کا ثبوت چاند کے لیے اس وقت ضروری ہے جب زمین چاند اور سورج کے درمیان آجائے۔

(۴) منتشرہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب کسی غیر معین وقت میں ضروری ہے۔ جیسے: کل انسان متنفس بالضرورة في وقت ما اس میں یہ حکم ہے کہ سانس لینے کا ثبوت انسان کے لیے غیر معین وقت میں ضروری ہے۔

(۵) عرفیہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے جیسے: کل کاتب متحرک الاصابع دائمًا، مادامنا کاتبًا.

(۶) مطلقہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہے۔ جیسے: کل انسان متنفس بالفعل، اس میں یہ حکم ہے کہ انسان کے لیے سانس لینے کا حکم ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی زمانہ میں ہے۔

(۷) ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہو کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس طرح ہے کہ اس جانب مخالف ضروری نہیں۔ جیسے: کل نار حارة بالامکان العام، اس میں یہ حکم ہے کہ حرارت کا ثبوت آگ کے لیے اس طرح ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حرارت کی ضد برودت آگ کے لیے ضروری نہیں ہے۔

(۸) **دائمہ مطلقہ:** وہ قضیہ موجہہ ہے جس میں یہ حکم ہے کہ موضوع کے لیے محمول کا ثبوت یا سلب اس وقت تک دائمی ہے جب تک موضوع کی ذات موجود ہے۔ جیسے: کل فلک متحرک دائماً، اس میں یہ حکم ہے حرکت کا ثبوت فلک کے لیے اس وقت دائمی ہے جب تک فلک کی ذات موجود ہے۔

محل امتحان (۹۴)، سلم العلوم: ص (۹۷) (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ)

اَوْ بِعَدَمِ اِسْتِحَالَةِ الطَّرَفَيْنِ فَمُمْكِنَةٌ خَاصَّةٌ وَقَدْ اُعْتُبِرَ تَقْيِيْدُ الْعَامَّتَيْنِ وَالْوَقْتِيَّتَيْنِ الْمُطْلَقَتَيْنِ بِالدَّوَامِ الذَّاتِيِّ فَتُسَمَّى الْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): قضیہ موجہہ مرکبہ کی تمام قسموں کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں۔

الجواب: (الف): ترجمۃ العبارۃ: یا طرفین کے محال ہونے کا حکم لگایا جائے تو ممکنہ خاصہ ہے، اور دونوں عامہ اور موجہہ مطلقہ کا اعتبار کیا جائے تو مشروطہ خاصہ کہا جائے گا۔

(ب): قضیہ موجہہ مرکبہ کی تمام قسموں کی تعریف مع امثلہ ملاحظہ ہو: قضیہ موجہہ مرکب کی سات قسمیں ہیں: مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ خاصہ۔

(۱) **مشروطہ خاصہ:** وہ مشروطہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو۔ جیسے: کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لادائمًا۔

(۲) **عرفیہ خاصہ:** وہ عرفیہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو، جیسے: کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبًا لادائمًا۔

(۳) **وقتیہ:** وہ وقتیہ مطلقہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو۔ جیسے: کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائمًا۔

(۴) **منتشرہ:** وہ منتشرہ مطلقہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جیسے: كل انسان متنفس بالضرورت في وقت ما لا دائمًا.

(۵) وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جو لاضرورت ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ جیسے: كل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورت.

(۶) وجودیہ لادائمہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ جیسے: كل انسان ضاحک بالفعل لا دائمًا.

(۷) ممکنہ خاصہ: وہ ممکنہ عامہ ہے جس کو جانبِ موافق کے غیر ضروری ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ جیسے: كل انسان كاتب بالامكان الخاص یعنی کتابت کا ثبوت اور سلب انسان کے لیے ضروری نہیں ہے۔

محل امتحان (۹۵)، سلم العلوم: ص (۹۹) (امتحان داخلہ ۱۴۳۱ھ)

فِيهِ شَكٌّ مِنْ وَجْهَيْنِ: اَلْأَوَّلُ: أَنَّهُ إِذَا كَانَ الْمَحْمُوْلُ هُوَ الْمَوْجُوْدُ: لَزِمَ عَدَمُ مُنَافَاةِ الضَّرُوْرَةِ لِلْإِمْكَانِ الْخَاصِّ. وَأُجِيبَ بِالْفَرْقِ بَيْنَ الضَّرُوْرَةِ فِي زَمَانِ الْوُجُوْدِ، وَبَيْنَهَا بِشَرْطِهِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب): یہ شک کس مسئلہ پر وارد ہوا ہے اس کو تحریر کریں۔ شک کی تقریر لکھیں اور مصنفؒ نے اس شک کا کیا جواب دیا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

الجواب: (الف): ترجمة العبارة: اس میں دو طریقوں سے شک ہے پہلا یہ ہے کہ جب محمول موجود ہو تو امکان خاص کے لیے ضرورۃ کے منافات کا نہ ہونا لازم آئے گا اور ضرور فی زمان الموجود کے درمیان فرق کے ذریعے جواب دیا گیا ہے۔

(ب): شک اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں: تکملہ چند مباحث ہیں، پہلی بحث ضروریہ مطلقہ کی مشہور کے بیان میں ہے۔ اس مشہور تعریف پر دو طرح سے اعتراض وارد ہو رہا ہے: ایک ضروریہ مطلقہ موجبہ کی تعریف پر ہے اور دوسر ضروریہ مطلقہ سالبہ کی تعریف پر ہے یہ پہلا شک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ضروریہ مطلقہ موجبہ کی تعریف ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الفاظ میں کی ہے: ''جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے لیے ضروری ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو''۔ یہ تعریف درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس صورت میں ضروریہ مطلقہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ میں تساوی ہونا لازم آئے گا، حالانکہ دونوں میں منافات ہے، وہ اس طرح کہ جب ضروریہ مطلقہ کا موضوع ممکنات میں سے ہو اور محمول لفظ موجود ہو۔ جیسے: **الانسان موجود** تو اس صورت میں ضروریہ مطلقہ اور ممکنہ خاصہ دونوں ہیں، ضروریہ مطلقہ اس لیے کہ جب تک انسان موجود ہے اس وقت تک وجود کا ثبوت ضروری ہے اور اسی کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں اور ممکنہ خاصہ اس لیے ہے کہ انسان اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن ہے؛ اس لیے کہ اس کے لیے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے اور اسی کا نام ممکنہ خاص ہے۔ اس مثال سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس تعریف کی صورت میں دونوں میں تساوی کی نسبت ہے، حالانکہ دونوں میں منافات ہے۔

جواب کی تقریر: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور تعریف کے اعتبار سے بھی دونوں میں تساوی ہونا لازم نہیں آتا ہے؛ اس لیے کہ ضرورت کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضرورت فی زمان الوجود، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لیے اس کے موجود ہونے کے زمانہ میں ضروری ہو، اس ضرورت میں وجود موضوع کو دخل نہیں ہے جیسے: **کل کاتب انسان بالضرورۃ** اس میں انسان کا ثبوت کاتب کے لیے ضروری ہے؛ لیکن وجود کو اس ضرورت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (۲) ضرورت بشرط الوجود، یعنی محمول کا ثبوت موضوع کے لیے اس کے وجود کی شرط کے ساتھ ضروری ہو، اس ضرورت میں وجود موضوع کا دخل ہوتا ہے یعنی موضع موجود ہوگا تو محمول کا ثبوت ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔ جیسے: **الإنسان موجود بالضرورۃ** اس میں موجود کا ثبوت انسان کے لیے ضروری ہے، اس کے وجود کی شرط کے ساتھ۔

اب سنیے! ضروریہ مطلقہ موجبہ جس ضرورت کا اعتبار ہے وہ ضرورۃ فی زمان الوجود ہے اور جہاں موضوع ممکنات میں سے ہو محمول لفظ موجود ہو وہاں ضرورت بشرط الوجود ہے تو جس کا ضروریہ مطلقہ موجبہ میں اعتبار ہے وہ یہاں پایا نہیں جا رہا ہے اور جو پایا جا رہا ہے وہ اس کا اعتبار نہیں ہے، لہٰذا اس میں صرف ممکنہ خاصہ ہو گا نہ کہ ضروریہ مطلقہ موجبہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa